سفرنامۂ یورپ

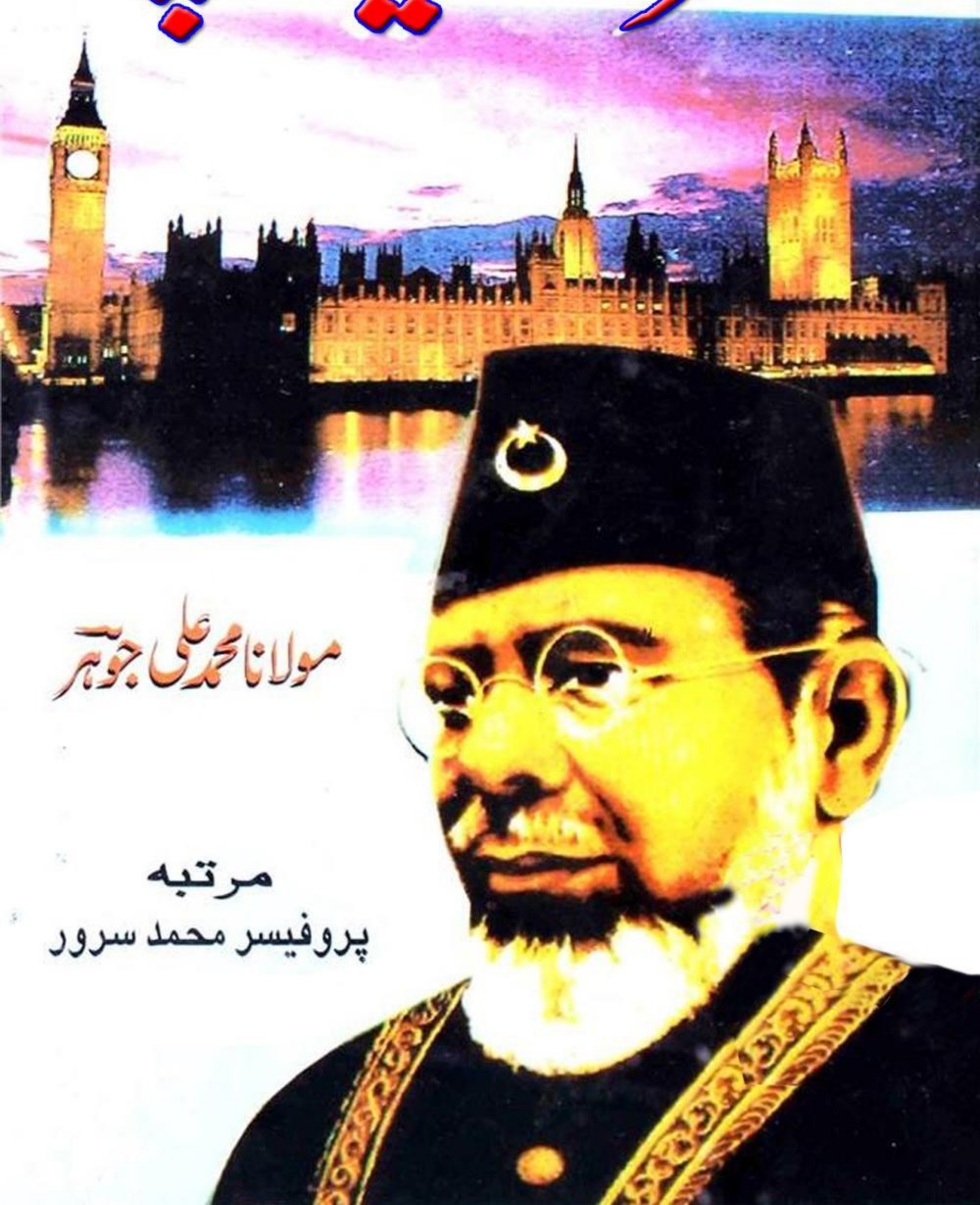

مولانا محمد علی جوہر

مرتبہ

پروفیسر محمد سرور

www.taemeernews.com

سفرنامۂ یورپ

مولانا محمد علی جوہر

مرتبہ

پروفیسر محمد سرور

سابق استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ISBN 81 - 8188 - 038 - 2

نام کتاب	:	سفرنامۂ یورپ (مولانا محمد علی جوہر)
مرتبہ	:	پروفیسر محمد سرور
سن اشاعت	:	۲۰۰۶ء
قیمت	:	250/= روپے
مطبوعہ	:	شوبی آفسیٹ پریس، نئی دہلی۔ ۲
پبلشر	:	عاکف بکڈپو، ۳۲۴۳، کوچہ تاراچند، دریا گنج نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

SAFAR NAMA EUROPE
MAULANA MOHD. ALI JAUHAR
PROF. MOHD. SARWAR
PRICE RS 250/- YEAR 2006
PRINTED AT SHOBI OFFSET PRESS NEW DELHI-2
AAKIF BOOK DEPOT
3243, Kucha Tarachand Darya Ganj, New Delhi-2
Ph: 011-3257189 Fax 91-11-3265480
E-mail aakif@del3.vsnl.net.in Website aakif.com

www.taemeernews.com

فہرست مضامین

(۱) دیباچہ	5
(۲) پہلا اور دوسرا سفر ۱۸۹۸ء و ۱۹۰۲ء	14
(۳) تیسرا سفر ۱۹۱۳ء	16
(۱) یکایک روانگی	17
(۲) عثمانی تارپیڈو کروزر	19
(۳) خواجہ کمال الدین اور مسٹر جناح سے ملاقات	21
(۴) انگلستان میں وفد کی سرگرمیاں	23
(۵) برطانی وزراء کا ملنے سے انکار	26
(۶) لارڈ مارلے کے نام خط	28
(۷) لارڈ کریو کے نام خط	30
(۸) ایک الوداعی لنچ	32
(۴) چوتھا سفر ۱۹۲۰ء	33
(۵) پانچواں سفر ۱۹۲۸ء	35
عزم سفر	36
(۱) دہلی سے اجمیر۔ سابرمتی۔ بمبئی	37
(۲) بمبئی سے روانگی	46
(۳) مقدونیہ جہاز	47
(۴) عدن	49

www.taemeernews.com

(۵) عدن سے قاہرہ	52
(۶) قاہرہ میں ایک دن	66
(۷) مالٹا	90
(۸) پیرس میں چند دن	105
(۹) ورود لندن	120
(۱۰) بیگم صاحبہ کو لندن آنے کی دعوت	125
(۱۱) افسردگی و بے چینی	126
(۱۲) علاج	134
(۱۳) غریبان وطن کا قبرستان	139
(۱۴) تہذیب یورپ کے چند مناظر	158
(۱۵) ایک جلاوطن ہندوستانی سے ملاقات	167
(۱۶) دارالشفا فرنیکفرٹ	171
(۱۷) غسل میت سے غسل صحت	191
(۱۸) مراجعت وطن	198
(۶) آخری سفر	200
عزم سفر	201
(۱) پیرس میں شدید علالت	203
(۲) شاہ برطانیہ سے ملاقات	212
(۳) زندگی کے آخری دن	215
(۴) زندگی اور موت کی کشمکش	216
(۷) خاتمہ بالخیر (از مولانا شوکت علی)	219

www.taemeernews.com

دیباچہ

محمد علی مرحوم پہلی بار ۱۸۹۸ء میں یورپ گئے۔ ساڑھے انیس برس کی عمر تھی ابھی ابھی کالج سے نکلے تھے۔ سول سروس کے امتحان میں شرکت کا ارادہ تھا۔ اس زمانہ میں یہ امتحان صرف انگلستان میں ہوتے تھے اور کئی سال کی تیاری اور بہت خرچ کرنے کے بعد اس میں کامیابی کی امید ہو سکتی تھی۔ محض بڑے بھائی مولانا شوکت علی کی غیر معمولی ہمت اور ایثار تھا کہ محمد علی اس کٹھن مہم پر روانہ ہو سکے۔

محمد علی اس مرتبہ ساڑھے تین برس کے قریب انگلستان میں رہے۔ زندگی کی دلچسپیوں کی ظاہر ہے وہاں کوئی کمی نہ تھی اور مرحوم طبیعت کے زاہد مشرب بھی نہ تھے۔ جوانی اور تندرستی، حسن صورت اور حسن کلام، مزاج آتشیں دل میں جذبات کا اک طوفان اور اس پر دیار حسن کی آب و ہوا اتنی ساز گار، مگر عجیب بات یہ ہے کہ مرحوم کے خود اپنے الفاظ میں " کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا۔ یہاں البتہ شاہدان اصلی کی کمی نہ تھی۔ مگر ذوق نظارہ جمال لاکھ سہی اور گرہ میں مال بھی سہی۔ تاہم طبیعت کا میلان خلاف دستور عام زہد و تقویٰ کی طرف تھا" معلوم ہوتا ہے کہ طلب علم کے شوق کے سامنے دوسرے شوق دب گئے۔ اور ساڑھے تین سال کا یہ زمانہ جو طوفان نوح سے کم کیا ہو گا۔ تحصیل علم کی سرگرمیوں میں صرف ہوا۔ اتفاق کہئے کہ اس کے باوجود محمد علی سول سروس کے امتحان میں ناکام رہے اور آخر گھر والوں کے اصرار پر وطن واپس لوٹے۔

۱۹۰۲ء میں دوبارہ انگلستان جانا ہوا۔ مقصد یہ تھا کہ آکسفورڈ میں اپنی

www.taemeernews.com

تعلیم کو مکمل کریں' مرحوم کا زیادہ تر قیام آکسفورڈ میں رہا اور آخر میں نہایت امتیاز کے ساتھ بی۔اے آنرز کی سند لے کر آئے۔

ہندوستان آنے پر کچھ عرصہ تک ریاست بڑودہ میں ایک اعلیٰ عہدیدار رہے۔ ریاست کی فضا محدود نوکری کا معاملہ مرحوم کی طبیعت ایک بیکراں سمندر کڑھتے بگڑتے کبھی کبھی افسروں سے الجھ پڑتے۔ آخر کب تک ضبط ہوتا۔ نوکری چھوڑ دی کلکتہ سے "کامریڈ" نکالا اور اسلامی ہند کی سیاست میں بڑے بڑوں سے ٹکر لینے لگے۔ حکومت ہند کے دفاتر کلکتہ سے دہلی آئے تو یہ بھی "کامریڈ" کو دہلی سے نکالنے لگے اور اس کے ساتھ ایک اردو کا روزنامہ "ہمدرد" بھی جاری کر دیا۔ ہندوستان کی اسلامی سیاست کا یہ طوفانی عہد تھا۔ نوجوان پود انگریزی حکومت کے جوئے کو ناقابل برداشت پا رہی تھی۔ بوڑھے سلامت روی پر مصر تھے۔ سیاسی مجالس اور اخبارات کا لہجہ بدل چکا تھا۔ تقریر و تحریر کی گرمی طبیعتوں کو ابھار رہی تھی۔ انہی دنوں کانپور میں ایک مسجد کے معاملہ پر حکومت نے نہتے بے گناہ مسلمانوں پر گولی چلادی' بس پھر کیا تھا ملک میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک کہرام مچ گیا۔

یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے' مولانا چپ چپاتے ولایت روانہ ہو گئے آپ کے ساتھ سید وزیر حسن تھے جو اس وقت مسلم لیگ کے سکریٹری تھے۔ سفر کی غرض یہ تھی کہ کانپور کے حادثہ سے مسلمانان ہند میں جو عام بیزاری اور ناراضگی پھیل چکی تھی۔ اس سے برطانوی حکومت کے ارباب اقتدار کو باخبر کریں اور نیز ترکوں کے ساتھ جو بے انصافی کی جا رہی تھی اس کے نتائج بد سے حکومت کو متنبہ کریں۔ محمد علی نے اس سلسلہ میں برطانوی مدبروں سے ملاقاتیں کیں۔ عام جلسوں میں تقریریں بھی کیں۔ ایک ایک کر کے برطانیہ کے بڑے بڑے آدمیوں سے ملے' لیکن سب نے سنی ان سنی کر دی اور محمد علی ایک حد تک ناکام

www.taemeernews.com

واپس آئے۔

۱۹۲۰ء میں چوتھی بار یورپ جانے کا اتفاق ہوا۔ جنگ عظیم ختم ہو چکی تھی۔ ترکی سلطنت کے حصے بخرے کر کے انگریز اور ان کے حلیف آپس میں بانٹ رہے تھے۔ خلیفتہ المسلمین اتحادی فوجوں کی حراست میں تھے ہندوستان کے مسلمانوں نے ان مظالم کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے ایک وفد انگلستان بھیجا اور محمد علی اس وفد کے صدر بنائے گئے۔ یہ وفد تقریباً آٹھ مہینے تک یورپ میں رہا۔ محمد علی نے اپنی آواز سیاست اور حکومت کے بڑے بڑے ایوانوں میں پہنچائی۔ لیکن اتحادی غرور فتح میں سرمست تھے۔ ظاہر ہے شادی کے شادیانوں میں کسی بے کس ستم زدہ کی آہ درد ناک کون سنتا ہے۔ محمد علی یورپ سے دل شکستہ لوٹے اور یہ ٹھان کر لوٹے کہ آئندہ کبھی اس بارگاہ کی طرف سائل کی حیثیت سے رخ نہ کریں گے۔

یورپ سے آئے آٹھ برس گذر گئے۔ اس اثنا میں ہندوستان میں کئی طوفان آئے۔ خلافت کی تحریک اٹھی پھیلی اور پھیل کر پھر سمٹنے لگی۔ ترک موالات کا بڑا ہنگامہ ہوا لیکن آخر یہ بھی سرد پڑ گیا' لیکن سب سے جانکاہ حادثہ یہ تھا کہ ہندو مسلمان ۱۹۲۰ء میں یک دل ایک جان ہو کر پھر آپس میں لڑنے لگے اور حالت یہاں تک پہنچی کہ کوئی شہر ایسا نہ بچا جہاں ہندو مسلم بلوے نہ ہوئے ہوں۔ محمد علی ایک شیر دل قائد کی طرح ان سیاسی جھگڑوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ شروع میں اس کے ساتھ ایک جم غفیر تھا' لیکن آہستہ آہستہ ساتھیوں کا یہ مجمع چھٹتا چلا گیا۔ وہ چلاتا تھا اور کوئی نہ سنتا تھا۔ مسلمان خفا تھے کہ وہ ہندوؤں کی پاسداری کرتا ہے ہندو بیزار تھے کہ محمد علی ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کا نام الاپتا ہے۔ یہ اپنی دھن کا پکا جو بات حق سمجھتا تھا بے رورعایت برملا کہتا تھا۔ اور کسی کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ آخر ہوا یہ کہ "ہمدرد" کے پڑھنے والے کم ہو گئے اور مالی اعتبار سے مرحوم بے حد پریشان

www.taemeernews.com

ہو گئے۔ صحت پہلے ہی کب اچھی تھی۔ ان تفکرات نے مدافعت کی قوت اور بھی کمزور کر دی ذیابیطس کا زور ہوا اور جان کے لالے پڑ گئے۔

جون ۱۹۲۸ء کا پانچواں سفر مرحوم کا سفر صحت تھا۔ نومبر تک یورپ میں قیام رہا سیاسی مصروفیت کوئی تھی نہیں اس لیے یورپ کے شہروں میں خوب گھومے۔ جاتے ہوئے ایک دن کے لیے قاہرہ گئے چند دن پیرس میں ٹھہرے۔ لندن میں رہے اور پھر جرمنی تشریف لے گئے۔ اور اس سیاحت اور علاج معالجہ سے بیماری کا زور کم تو ہوا لیکن واپس ہندوستان آکر پھر سیاست کے بھنور میں پھنس گئے اب کہ معرکہ بہت سخت تھا۔ اپنے بہت سے ساتھی حریف جماعت میں شامل تھے۔ محمد علی کو شکست دینا تو محال تھا لیکن مخالفتوں کا سیلاب ایسا نہ تھا کہ کسی کے تھامے تھمتا' صحت پھر گری اور ایسی گری کہ محمد علی چند دن کا مہمان سمجھا جانے لگا۔

۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس کا لندن میں انعقاد ہوا۔ کانگرس بڑی سختی سے اس میں شرکت کے خلاف تھی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت بھی اس امر میں کانگرس سے متفق تھی محمد علی شرکت کے حامی تھے۔ دونوں فریق زور آزمائی پر تیار تھے محمد علی نے اپنے ہم خیالوں کو سمیٹا سنبھالا اور ابھارا اور مرتے مرتے ہر محاذ پر مخالفتوں کا مقابلہ کیا گو صحت جواب دے چکی تھی' آنکھوں کی بنیائی تقریباً ناپید تھی' خون کا دباؤ ہر دم موت کو دستک دیتا تھا' لیکن اس نازک حالت میں بھی وہ لندن روانہ ہو گئے۔

محمد علی کا یہ چھٹا اور آخری سفر یورپ ہے۔ یہ گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہ تھی موت کی دعوت تھی جو کسی حیلے سے نہ ٹلی۔ دوستوں نے روکا عزیزوں نے سمجھایا لیکن انھیں نہ ماننا تھا نہ مانے۔ بڑی مشکل سے جہاز پر سوار ہوئے راستہ میں غش آتے گئے۔ پیرس پہنچے تو یکبارگی طبیعت زیادہ خراب ہو

www.taemeernews.com

گئی' دوا دارو ہوا تو موت کے مریض نے سنبھالا لیا۔ اور مرحوم پیرس سے لندن چل دیے گول میز کانفرنس ہوئی وہ اس میں شریک بھی ہوئے تقریر بھی کی اور جو بات کہنی تھی سب سے کہی اور جب موت کا فرشتہ آیا تو جان نثار محمد علی ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق اپنے خیالات قلمبند کروا رہے تھے۔ ان کے جی کو یہ بات لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح ہندو مسلمانوں میں سمجھوتہ ہو جائے اور سب مل جل کر متحدہ طور پر برطانیہ کے سامنے آزادی کا مطالبہ پیش کریں۔ آخر وقت تک وہ اس جدوجہد میں منہمک رہے۔ ان کی ہمت اٹل تھی اور ان کا ایمان لازوال۔ ناممکن تھا کہ یہ شعلہ موت سے بجھ سکتا لیکن بدن پر موت کا وار چل گیا۔ محمد علی کے عناصر بدن اس کے ایمان اور اس کی ہمت کا ساتھ نہ دے سکے' گو آخری لمحہ تک ہوش و حواس برقرار رہے لیکن دماغ کی خون کی رگیں پھٹ گئیں اور ۴ جنوری ۱۹۳۰ء کی رات کو محمد علی نے اپنی جان جان آفریں کو سونپی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم چھ بار یورپ گئے اور جب کبھی بھی گئے' یورپ کو خوب آنکھیں کھول کر دیکھا۔ انہوں نے یورپ کی زندگی کے ہر پہلو کو ٹٹولا' سرود و رقص کی محفلوں میں بھی گئے اور علم و سیاست کی بارگاہوں میں بھی بار پایا۔ انگریزی زبان پر اتنا عبور حاصل کیا کہ "ان کے قلم و زبان دونوں کو جاہلوں سے لے کر عالموں گنواروں سے لے کر شہریوں' فقیروں سے لے کر امیروں اور مزدوروں سے لے کر وزیروں تک کے الفاظ و عبارات ادا کرنے پر یکساں کامل قدرت و مہارت تھی۔ ملاحوں کے سرود انھیں یاد تھے' اناؤں کی لوریاں انھیں یاد تھیں۔ لیمرک (Lamerick) انھیں یاد تھیں۔ لندن کے مشرقی حصہ (Eastend) کے آوارہ گرد چھوکروں کی پھبتیاں انھیں یاد تھیں بل (Bull) انھیں یاد تھے۔ معمے اور چیستاں انھیں یاد تھے۔ اس کے ساتھ انگریزی کے متقدمین' متوسطین اور متاخرین شعراء

www.taemeernews.com

اور مصنفین کے بہترین علمی و ادبی جواہر پارے ان کی زبان پر یا ان کی نظر میں تھے۔ انجیل کی کتب عتیق و جدید پر ان کی نگاہ تھی۔ سینکڑوں علمی لطیفے ان کے نوک زبان تھے" لیکن محمد علی نے یورپ کی یہ گراں مایہ متاع اپنا کچھ کھو کر حاصل نہ کی تھی' وہ مشرقی تھے' اور ان کی مشرقیت عصبیت تک پہنچی ہوئی تھی' انگریزی ادب پر عبور پانے سے قبل وہ اردو کے شعرا کے شیفتہ رہ چکے تھے۔ غالب کا کلام ان کا صبح و شام کا وظیفہ تھا اور معلوم نہیں سینکڑوں بار ہر رنگ میں اس کے اشعار سے حظ اٹھایا ہوگا۔ انجیل کی کتب عتیق و جدید پر بالضرور ان کی نگاہ تھی لیکن جوانی سے مرض الموت تک ان کا کوئی دن ایسا نہ گزرا ہوگا کہ انہوں نے آخری صحیفہ الٰہی کو اس کی اصلی زبان میں نہ پڑھا ہو۔ مانا کہ وہ انگریزی کے ممتاز صاحب قلم تھے' لیکن اردو کے بھی بلند پایہ ادیب اور شاعر تھے۔ ایسے ہمہ گیر شخصیت نے یورپ کو جس نظر سے دیکھا اور جو تاثرات اس کے دل نے یورپ کی تہذیب سے لیے ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

مولانا نے یورپ کو بہت دیکھا تھا اور ظاہر ہے انہوں نے یورپ پر بہت لکھا بھی' ان کے دل و دماغ پر جو کچھ گزرتا تھا وہ اس کے اظہار کیے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ یہ محسوسات کبھی تو موزوں الفاظ کی شکل میں یار و احباب کی بے تکلف صحبتوں کو گرماتے اور کبھی الفاظ کا لطیف جامہ پہن کر خطوط اور مضامین کی صورت میں جلوہ گر نظر آتے۔ آکسفورڈ اور لندن میں جب محمد علی طالب علمی کے دن گزار رہے تھے "تو ان کے بڑے بڑے طویل مراسلے علی گڑھ متھلی میں (Oxford Idling) کے عنوان سے کئی کئی نمبروں میں نکلتے رہے۔ ذکر ان میں زیادہ تر کالج کے کھیل کود ہم جولیوں کی رنگ رلیوں کا اور سب سے بڑھ کر کشتی رانی یا کشتی بانی کا ہوتا"۔ ۱۹۱۳ء میں جب محمد علی تیسری بار یورپ گئے تو اپنا اخبار نکلتا تھا۔ آپ نے انگلستان سے بہت سے خط لکھے جو کامریڈ میں چھپتے رہے چوتھی

www.taemeernews.com

بار وفد خلافت کے سلسلے میں گئے تو فرصت کم ملی اور کچھ زیادہ لکھ نہ سکے۔ پانچویں بار ۱۹۲۸ء میں علاج کے لیے یورپ جانا ہوا تو سیاسی مصروفیتیں بالکل نہ تھیں' علاج کے سلسلہ میں سیاحت کا کافی موقعہ ملا۔ اور اتنی فرصت بھی تھی کہ اپنے سفر کے حالات قلمبند کرتے جاتے' چنانچہ اس زمانہ میں مرحوم نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بہت خط لکھے یہ خط "ہمدرد" میں شائع ہوتے رہے۔

آخری مرتبہ ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس کی شرکت کے لیے تشریف لے گئے' تو نہ "ہمدرد" تھا کہ اس کے لیے کچھ لکھتے بیگم صاحبہ مولانا شوکت علی اور چھوٹی صاحبزادی سفر میں ساتھ تھے۔ بڑی صاحبزادی ہندوستان میں رہی ان کو کئی ایک خط لکھے ہیں۔ آخری خط تو انتقال سے صرف ایک ہفتہ پہلے کا ہے۔ اس زمانہ میں مولانا بستر مرض نہیں بلکہ بستر مرگ پر تھے۔ ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے کی سخت ممانعت کر دی تھی اور ہر وقت ان پر نرسوں کا پہرہ رہتا تھا' لیکن اس کے باوجود وہ برابر ہندوستان میں اپنے دوستوں کو گول میز کانفرنس کے حالات لکھتے رہے۔

مولانا کا سارا سرمایہ ادب تو کسی طرح سمیٹے سمٹ نہیں سکتا۔ اگر صرف ان کے مضامین کا ذخیرہ جمع ہو تو کئی جلدوں میں سمائے۔ تقریروں کا پھیلاؤ تو اتنا ہے کہ کسی طرح احاطہ میں نہیں آسکتا' خطوط کمیاب ہیں۔ لیکن سب دستیاب ہوں تو ان کی اشاعت بھی مشکل ہو جائے۔ یورپ کے اپنے چھ سفروں پر مرحوم نے انگریزی اور اردو میں بہت کچھ لکھا۔ انگریزی مضامین کی ترتیب اور ان کی اشاعت اس وقت مقصود نہیں۔ اردو میں جو کچھ مل سکا وہ ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر ہے۔ جامعہ کے کتب خانے میں مولانا مرحوم کے باقیات صالحات کا جو بھی اثاثہ موجود ہے اسی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں زیادہ تر حالات ان کے پانچویں سفر کے ہیں۔ یہ سفر

www.taemeernews.com

جیسا کہ معلوم ہے' علاج کے سلسلہ میں کیا گیا تھا۔ مرحوم ۲ جون ۱۹۲۸ء کو ساحل ہند سے رخصت ہوئے تھے گو صحت معمولاً خراب رہی اور کبھی کبھی لندن اور فرانکفورٹ (جرمنی) میں صاحب فراش بھی رہے لیکن وہ اس حالت میں کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہے۔

کہیں جہاز کے ہمرہان سفر کا تعارف ہے۔ قاہرہ میں مصری احباب سے ملاقات ہوتی ہے تو مصر کی سیاسی تاریخ پر تبصرہ کرتے جاتے ہیں' ساتھیوں کے ابنوہ درابنوہ میں اپنے آپ کو تنہا پاتے ہیں تو اہل وطن کی بے مہریاں یاد پڑتی ہے اور مرحوم کے قلم سے خون دل کے قطرے ٹپکے پڑتے ہیں۔ لندن پہنچتے ہیں تو برطانوی پارلیمنٹ کے جلسوں میں جاتے ہیں۔ بعض سیاسی مجالس میں خاموش تماشبین کی حیثیت میں شریک ہوتے ہیں تو ہندوستان کی غلامی اور اپنی بیکسی اور بے بسی ستاتی ہے اور تحریک ترک موالات کا عہد شباب یاد آجاتا ہے اور مرحوم کے دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے اور وہ اپنا درد سنائے بغیر نہیں رہتے۔ کہیں رنگین مناظر دیکھتے ہیں تو ان کی بھی تصویر کھینچتے ہیں' اس وقت ان کا قلم وہ وہ گل کاریاں کرتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے تمام نقشہ پھر جاتا ہے' اس بیان میں شوخی ہے' ظرافت ہے' اور لطیف طنز بھی' ہر بات صاف صاف کہہ جاتے ہیں دل پر جو کچھ گذرتی ہے اس کو کہنے میں ذرا حجاب نہیں۔ یہ صاف گوئی ان کی تحریر کا خاص جوہر ہے۔ ذرا بھی خیال نہیں کہ تنگ نظر اور ظاہر فریب اہل وطن کیا کہیں گے۔

مرحوم کی رائے میں اگر کسی چیز کو دیکھنے میں باک نہیں تو اس کے بیان میں کیوں جھجک ہو۔ بہر حال جو کچھ دیکھا لکھ دیا' جو محسوس کیا بیان کر دیا' لکھنے کا ڈھنگ دلآویز' الفاظ موزوں' برجستہ فقرے' کہیں کہیں اشعار کی چاشنی۔ بہر حال یہ سفر نامہ ادب اردو کا ایک مرقعہ ہے کہ اس میں جو بھی تصویر ہے وہ خوش رنگ اور حسین' اور مصور محض رنگوں اور خطوں کا بادشاہ نہیں بلکہ صاحب دل ہے'

www.taemeernews.com

طبیعت میں سوز ہے گداز ہے' وارفتگی ہے اور اس کے علاوہ طبیعت کو ادب سے خاص لگاؤ ہے اور آرٹ اور حسن سے شیفتگی۔

چھٹے سفر کے سلسلہ میں صرف چند خطوط ہیں جو مرحوم نے اپنی صاحبزادی کو لکھے۔ ان میں گول میز کانفرنس کے حالات ہیں یا اپنی صحت اور بیماری کا ذکر۔ آخر میں ہم نے مولانا شوکت علی مرحوم کا ایک خط نقل کر دیا ہے جس میں مولانا محمد علی کی زندگی کی "آخری شب" کے حالات ہیں۔

پہلے دو سفروں کے متعلق کچھ نہ مل سکا۔ تیسرے سفر کے حالات اس وقت "کامریڈ" اور "ہمدرد" میں چھپتے تھے' اس کا محض ایک خاکہ کتاب میں شامل ہے' یہ انگریزی میں لکھے ہوئے مضامین ہیں۔ اصل انگریزی میں چھپیں تو بات ہے' ترجمہ میں مرحوم کا انداز بیان کہاں' وفد خلافت کے حالات سفر بھی ان کے قلم سے لکھے ہوئے نہ ملے۔

مرحوم نے پانچویں سفر کے حالات میں کہیں کہیں پہلے سفروں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ مرتب نے اس میں سے بعض جستہ جستہ عبارتیں لے لی ہیں۔ گو یہ بیان نامکمل سہی بہر حال نہ ہونے سے تو بہتر ہے۔ امید ہے زیر نظر مجموعہ شوق سے پڑھا جائے گا۔

آخر میں اپنے محترم بزرگ اور مرحوم کے "یار غار" مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی قبلہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مولانا محمد علی کے مضامین خطوط اور اس مجموعہ کی ترتیب میں موصوف کے اشارات اور ان کے مضامین سے بہت مدد ملی۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالماجد صاحب کی سعی مشکور کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ خاکسار یہ سب کچھ کر سکا۔

محمد سرور

جامعہ ملیہ اسلامیہ دلی

نومبر ۱۹۴۱

www.taemeernews.com

پہلا اور دوسرا سفر ۱۸۹۸ء ۱۹۰۲ء

زمانہ طالب علمی

(۱)

ڈیڑھ بجے ہم ہندوستان کے ساحل سے رخصت ہوئے (۲۱ جون ۱۸۹۸ء) کیا کہوں کہ کن افکار اور کن خیالات کا اس وقت دل میں اور دماغ میں ہجوم تھا۔ پہلا سفر ۱۸۹۸ء کا کن امنگوں اور کن امیدوں کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اب غریب بھائی کی بے نظیر اور حیرت انگیز ہمت کی بدولت یکایک آکسفورڈ جانے کا انتظام ہوا تھا۔ پیسہ عنقا کا حکم رکھتا تھا۔ سول سروس میں کامیابی کی آرزو تھی۔

دوسرا سفر ۱۹۰۲ء میں ہوا تھا جب کہ سول سروس میں ناکام رہ چکا تھا۔ شوکت صاحب بھی ناکامی کی خبر "پائنیر" میں پڑھ کر زرد پڑ گئے تھے مگر ایک بڑھیا نے دیکھتے ہی تاڑ لیا تھا کہ کیا ہوا اور پوچھا تھا کہ کیا محمد علی کی امتحان میں ناکامی ہی پر اس قدر مایوس ہوتے ہو اگر اس نے چوری کی ہوتی یا مرتد ہو گیا ہوتا تب تمہاری کیا حالت ہوتی۔ محمد علی کو لکھو کہ میرا اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اور اس کی منگیتر بھی تنہا ساڑھے تین برس سے بیٹھی ہے اب اسے بلا لو اور اس کی شادی کر دو۔ میں بلایا گیا تھا شادی بھی ہوئی تھی، رام پور میں محکمہ تعلیم کا افسر بھی مقرر ہو چکا تھا۔ اور اب صرف آکسفورڈ کا بی۔ اے کا امتحان دینے جا رہا تھا۔ رام پور میں جو

www.taemeernews.com

واقعات گذرے تھے وہ بیحد پریشان کن اور بالآخر میرے استعفے کا پیش خیمہ تھے۔میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیا حشر ہوگا' جو حشر ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔

(ایک خط مورخہ ۶ جون ۱۹۲۸ء)

(۲)

علی گڑھ کالج میں شاعری تو کچھ کی مگر وہی فرضی معشوق۔ اگر کچھ اصلیت تھی بھی تو اتنی ہی جتنی ایران کی شاعری کو اور "سبزہ خط" وغیرہ کو ایک حد تک بامعنی کر دیتی ہے۔ کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا۔ یہاں البتہ شاہدان اصلی کی کمی نہ تھی' مگر ذوق نظارہ جمال لاکھ سہی اور گرہ میں مال بھی سہی تاہم طبیعت کا میلان خلاف دستور عام زہد و تقویٰ کی طرف تھا' دو برس کے قریب ہندوستان کے کچے دھاگے نے باندھے رکھا (انگلستان جانے سے پہلے مولانا کی شادی کر دی گئی تھی) دو برس کسی اور کے خیال نے۔ مگر یہ آخری خیال باعصمت تھا اور محض حالات گرد و پیش اس کے محرک تھے۔

(مولانا عبدالماجد صاحب کے نام ایک خط)

www.taemeernews.com

تیسرا سفر ۱۹۱۳ء

برطانیہ کی مسلم آزار حکمت عملی کے خلاف احتجاج

تیسرا سفر سید وزیر حسن صاحب کی معیت میں ۱۹۱۳ء میں چھپ چھپا کر ہوا تھا کہ کہیں میرے کرمفرما میسٹن صاحب (گورنر صوبجات متحدہ) جن سے دو ہفتے پیشتر ہم سدھار رہے تھے' سنتے ہی میرے گرفتاری کا وارنٹ نہ نکال دیں۔ "ایم علی" اور "ڈبلیو حسن" کے نام کے دہلی سے ٹکٹ خریدے گئے تھے۔ سورج نکلنے سے پیشتر شوکت صاحب کے ساتھ دہلی کے اسٹیشن سے عید الفطر کے دوسرے دن اس طرح روانہ ہوا تھا کہ گویا شوکت صاحب کو صرف پہنچانے آیا ہوں' گھر میں نہ بچیوں کو خبر تھی نہ نوکروں کو اور سامان بھی یہ کہہ کر بندھوایا تھا کہ شملہ جارہا ہوں۔ وہاں سردی پڑتی ہے' گرم کپڑے زیادہ رکھنا۔ کانپور کی مسجد شہید ہو چکی تھی۔ سوسے زیادہ مسلمان جن میں بوڑھے بھی تھے اور بچے بھی اس وقت قید تھے ایڈریانوپل کے فاتح ترکوں سے ایسکوتھ صاحب (برطانی وزیر اعظم) اور سر ایڈورڈ گرے (برطانی وزیر خارجہ) سختی کے ساتھ مطالبہ فرما رہے تھے۔ "کامریڈ" کے ایڈیٹر نے پریس ایکٹ کے خلاف ایک بے نظیر فیصلہ سر لارنس جینکنس کلکتہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس اور دوسب سے سینئر ججوں کا حاصل کر لیا تھا۔ گو "مقدونیہ آؤ اور ہماری مدد کرو" والا پمفلٹ جس میں بلقانی عیسائیوں کے مظالم کی داستان غم نصاریٰ ہی کو سنائی گئی تھی' پھر بھی واپس نہ مل سکا تھا۔ انگلستان کی لبرل حکومت کے پاس جاکر منت سماجت کرنا تھی۔ اس کا بھی جو حشر ہوا وہ آپ کو معلوم ہے

ایک خط مورخہ جون ۱۹۲۸ء

www.taemeernews.com

(۱)

یکایک روانگی

وفد کا بیان

"ایسے اہم اور دور اثر واقعات گزشتہ دو تین سال کے اندر ہندوستان اور بیرونی ہندوستان میں جلد جلد واقع ہوتے رہے ہیں جن کا اثر مسلمانوں پر بہت گہرا ہے۔ ہمارے دوستوں کے اور نیز ہمارے نزدیک یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے نقطہ خیال کو صحت کے ساتھ سمجھنا گورنمنٹ اور خود مسلمانوں کے مفاد کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔ ہمارے دوستوں نے ہم کو مشورہ دیا ہے۔ اور ہم ان کے ساتھ اس بارے میں متفق ہیں کہ موجودہ نازک موقعہ پر ہمارا انگلستان جانا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ہندوستان کے مسلمانوں کے صحیح نقطہ خیال کو اور ہندوستان و نیز دیگر ممالک کے مسلمانوں کے سچے حالات کے اہم پہلوؤں کو اخباروں اور دوسرے مناسب ذرائع سے ملک معظم کے وزراء پارلیمنٹ کے ممبروں اور دوسرے بااثر لوگوں اور کل انگریزی قوم کو بالعموم واقف کریں اور حضور ملک معظم کی ذات و تخت کے ساتھ مسلمانوں کی وفاداری کی اہمیت اور ان کے مطالبات کے حق بجانب ہونے کا یقین دلائیں۔ ہمارے دو ہم مذہب یعنی خواجہ کمال الدین صاحب اور مسٹر محمد علی جناح بالفعل ولایت میں موجود ہیں اور ہم کو اس سے سچی امداد کی امید ہے۔ ہز ہائنس سر آغا خاں بھی یورپ میں ہیں اور ہم کو ان سے ہر قسم کی دلجوئی اور مدد کی توقع ہے۔ لیکن ہماری روانگی کی غرض کسی ایک فرقہ یا قوم ہی سے وابستہ نہیں ہے۔ ہمارا پختہ یقین ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اور خوش حالی اس ملک کی خوش حالی اور ترقی کے ساتھ وابستہ ہے جس میں وہ

www.taemeernews.com

رہتے ہیں۔ زمانہ موجودہ کے بطن میں ہندوستان کے ہر طبقہ کے لیے امید و بیم دونوں پوشیدہ ہیں اور نہ صرف بحیثیت ہندوستانی ہونے کے بلکہ بحیثیت مسلمان ہونے کے بھی ہم اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر رہیں گے اگر ہم اپنے زمانہ قیام میں خطرات کو امیدوں سے نہ مبدل کر سکے' اور ان امیدوں کو مستحکم نہ کر سکے جن میں ہم اور ہمارے ہم وطن مشترک ہیں۔

آنریبل مسٹر گوکھلے بھی اس وقت ولایت میں ہیں اور ہم کو ان کی ہمدردی اور اعانت بھی حاصل ہونے کی امید ہے۔ یہ ہے ہمارا مقصد جس کے لیے ہم آج اس کی اہمیت نفع اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر روانہ ہو رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہم کو اپنے مطالبہ کے حق ہونے پر اور انگریزی قوم کی قابلیت اور انصاف پسندی پر بھروسہ اور امید بھی ہے۔ وقت کا ہم کو بہت خیال تھا اور مجبوراً ہم کو یکایک روانہ ہونا پڑا۔ درحقیقت ایک ہفتہ سے کم کے اندر ہم کو سامان سفر درست کرنا اور بمبئی پہنچ جانا پڑا۔ اور اپنی قوم کو بھی ہم پہلے سے اپنے ارادہ سے نہ مطلع کر سکے۔ لیکن ہم کو اعتماد کلی ہے کہ ہمارا کام خود ہماری قوم سے سفارش کرے گا۔ اور ہم کو ان کا اعتبار حاصل ہو گا۔ ہم بہ کمال عجز ان سے درخواست کرتے ہیں کہ روزمرہ کی نمازوں اور دعاؤں میں وہ ہم کو یاد کریں گے اور اگر خدا نے چاہا تو جس طرح پر از امید ہم ان کو چھوڑ کر جاتے ہیں اسی طرح کامیاب ان سے آکر ملیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(از ہمدرد ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء) ایسوسی ایٹڈ پریس کا تار

www.taemeernews.com

(۲)

عثمانی تارپیڈو کروزر

بندرگاہ سوئز میں

ہم ابھی مارسیلز پہنچے ہیں۔ سویز پر اترنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ جہاز حمید یہ تین ہفتے ہوئے وہاں سے چلا گیا ہے۔ ہم نے ایک چھوٹے سے بوسیدہ اطالوی ہوٹل میں کھانا کھایا اور پھر عثمانی تارپیڈو کروزر "پیک شوکت" کو دیکھنے کے لیے چلے گئے جو اطالوی حملے سے پیشتر مرمت کے لیے یہاں آیا تھا اور اس وقت سے لے کر اب تک یہیں لنگر انداز تھا۔ غالباً وہ جنگ طرابلس کے وقت ترکی سمندروں سے بہت دور تھا۔ اور اس لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ اسے ہر قسم کے نقصان سے بچانے کے لیے سویز ہی میں رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ محمد نظمی کمانڈر ویسے ہی بااخلاق اور متواضع نکلے جیسا کہ ہمارے مشن کے بیانات سے معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے ہماری خاطر بہت تکلیف اٹھائی اور ہم سے بہت اخلاق سے پیش آئے' اس لیے میں یہ ضرور کہوں گا کہ کم سے کم جہاں تک عادات و اخلاق کا تعلق ہے دنیا کی کوئی قوم ان سے سبقت نہیں لے جا سکتی۔ ہم نے تمام کروزر کی سیر کی۔ توپوں کو دیکھا اور اس امر کا بھی مشاہدہ کیا کہ وہ کس طرح سے چلتی ہیں تارپیڈو کشتیاں بھی دیکھیں اور اس مشین کا بھی معائنہ کیا جس کے ذریعہ سے اس میں ہوا پہنچا کر انھیں کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ ہم نے تمام افسروں کے بنگلے بھی دیکھے اور تقریباً دو گھنٹے تک کشتی ہی میں قیام کیا۔

ہم پھر ساحل کی طرف واپس چلے گئے اور بڑی دقت کے بعد ملاحوں نے جو جہاز سے ہم آٹھ اشخاص کو بٹھا کر ساحل تک لائے تھے' نصف اشرفی کی

www.taemeernews.com

اجرت پر ہمیں جہاز تک لے جانا منظور کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے رہنما نے اس رقم کو کشتی میں پھینک دیا اس لیے کہ ملاحوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سویز عملی طور پر ایک یورپین ڈاک گھر ہے کیونکہ ایک تہائی آبادی جس کا کل اندازہ ۲۰ ہزار ہے' یورپین ہے۔ لیکن یورپ کی برائیاں بھی آبادی کے ساتھ ساتھ وہاں داخل ہو گئیں اور سب سے زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ مصریوں کے بھی اخلاق بہت بگڑ گئے ہیں۔ اس لیے کہ ہم نے ایک دو خاموش بازاروں میں ایک دو عورتوں کو برقعہ میں دیکھا جو ہاتھوں اور انگلیوں میں زیور پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے بوٹوں کی ایڑیاں بہت اونچی تھیں اور وہ ایسی مشتبہ نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہی تھیں جس طرح سے یورپین بازاروں میں سفید پوش عورتیں جن مردوں کو دیکھتی ہیں ان پر حملہ کر دیتی ہیں۔ تقریباً چھ بجے ہم قاہرہ کے لیے ایک غلام گردش گاڑی میں بیٹھ کر رخصت ہو گئے۔ مگر ہمارے ساتھ چند مصری مسافر بھی تھے جن سے ہم گفتگو کرتے رہے قدرتی طور پر مشن کے متعلق ہی گفتگو ہوئی اور ہم نے انھیں اپنے البم میں مشن کی تصویریں دکھائیں۔ لیکن اسمٰعیلیہ میں وہ ہم سے رخصت ہو گئے کیونکہ انھیں پورٹ سعید جانا تھا اور قاہرہ جانے کے لیے ہم کو بھی ایک تیز چلنے والی اور آرام دہ ٹرین مل گئی۔ کھانے کی گاڑی اعلیٰ درجے کی تھی اور اگرچہ کھانے کے لیے ہمیں نو روپے بارہ آنے فی کس دینے پڑے تاہم وہ ہمارے ہندوستانی گاڑیوں کے کھانے سے بدرجہا اچھا تھا۔ رات کے گیارہ بجے ہم قاہرہ پہنچ گئے۔ اس کا حال آئندہ چھٹی میں سناؤں گا کیونکہ کل پرسوں یہاں یا پیرس میں مجھے اس کے لکھنے کے لیے کافی وقت مل جائے گا۔ ہم یہاں کے نظارے دیکھنے کے بعد رات آٹھ بج کر دس منٹ پر پیرس روانہ ہو جائیں گے اور وہاں تقریباً تین دن تک قیام کریں گے۔ ہمیں جاوید بے اور عثمانی سفیر سے ملنے کی پوری توقع ہے۔

(ہمدرد ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

www.taemeernews.com

(۳)

خواجہ کمال الدین اور مسٹر جناح سے ملاقات

لیڈن

مجھے دوبارہ معافی مانگتے ہوئے شرم آتی ہے کہ اس ہفتہ بھی ایک مختصر سی چھٹی کے علاوہ کامریڈ کے لیے کوئی مضمون نہ بھیج سکا۔ میں نے جمعرات کے دن خط اور مضمون لکھنے کا بندوبست کر لیا تھا مگر اس خیال سے کہ ہوٹل میں تخلیہ کی جگہ ملنی ناممکن ہے اور یہ کہ میں اور مسٹر وزیر حسن ایک چھوٹے سے کمرہ میں ۱۵ روپے روزانہ فی کس کے حساب سے رہتے ہیں ہم نے نقل مکان کرنے کا فوراً ارادہ کر لیا' چنانچہ بدھ کی شام کو ہم نے ایک اور ہوٹل میں نیچے کا کمرہ لے لیا جمعرات کا آدھا دن خواجہ کمال الدین اور دیگر مسلمانوں سے ملاقات کرنے میں صرف ہو گیا۔ خواجہ صاحب موصوف نے بے ضرورت ہمارے واسطے لنچ کا بندوبست کیا اور اس طرح سے ہمارے بیش قیمت وقت کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا۔ دوسرے لوگ بھی بہت دیر سے آئے یعنی ٹھیک اس وقت جب کہ ہم نماز پڑھنے کے بعد واپس جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ گیارہ بجے کی بجائے تین بج کر پچیالیس منٹ پر ہم نے مسٹر جناح سے ملاقات کی اور میں ابھی ان سے مل کر واپس آرہا ہوں۔ مسٹر وزیر حسن اب مسٹر امیر علی کے پاس گئے ہوئے ہیں۔ بدقسمتی سے پارلیمنٹ کا اجلاس فروری میں ہو گا۔ اس لیے کوئی بھی لندن میں موجود نہیں ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ممبروں میں سے صرف چند ہی اشخاص انگلستان میں ہیں' تاہم ہم نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ میں نے مسٹر شاہد سہروردی سے درخواست کی ہے کہ وہ ہیومنٹ[1] کی ملاقات کے حال کا فرانسیسی سے ترجمہ کر کے آپ کو کامریڈ کے لیے بھیج دیں اور اصلی مضمون بھی ساتھ ہی

www.taemeernews.com

ختمی کر دیں۔ میری ملاقات کا حال اس نے ٹھیک طور پر درج نہیں کیا۔ میں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی جس سے کہ یہ معلوم ہو کہ ہمیں ہندوؤں سے حسد ہے۔ بظاہر موسیو نوگیٹ نے اس ملاقات کا حال بہت جلد لکھ دیا۔ اس وجہ سے اس میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ مسٹر رامزے میکڈانلڈ[2] ۶ تاریخ کو لندن آئیں گے۔ اور وہ اور مسٹر جناح یہاں ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ مسٹر ہنری کاٹن اور ان کے صاحبزادے آج ہمارے پاس آئے اور ہمارا وقت بہت تفریح میں گذرا۔ مسٹر کلف سابق ایڈیٹر اسٹیٹسمین نے اگلے ہفتہ مانچسٹر گارڈین کے ایڈیٹر سے ملاقات کرانے کا انتظام کیا ہے۔ لارڈ لیمنگٹن ۱۱ ماہ حال کو واپس آئیں گے آئندہ ہفتہ میں اخبارات کے لیے مضامین لکھنے میں صرف کروں گا۔

(ہمدرد ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

---

[1] ایک فرانسیسی رسالہ

[2] مزدور پارٹی کے لیڈر جو بعد میں وزیر اعظم بنے۔

www.taemeernews.com

(۴)

انگلستان میں وفد کی سرگرمیاں

مسٹر جناح، مسٹر امیر علی، سی کرشنا گپتا اور مسٹر عباس علی بیگ اور دیگر ہمدرد اور جلیل القدر انگریزوں سے ملاقات ہوئی۔ سب کا خیال ہے کہ پولیس اس قدر آدمیوں کو بیدردی کے ساتھ ہلاک و مجروح نہ کر سکتی تھی۔ بعض سر جیمس میسٹن کی نیک نیتی، دانشمندی اور تدبیر پر بہت نازاں ہیں اور افتتاح پارلیمنٹ سے قبل کسی تصفیہ کی امید نہیں رکھتے۔ بعض مسلمانوں کے ہم خیال ہیں۔ چند مہتم بالشان اخبارات کے متعلقین اور اعلیٰ حلقوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسجد کے متعلق غلطی ضرور ہوئی ہے۔ لیکن اس کی اصلاح اس طور پر کرنی چاہیے کہ گورنمنٹ کی آن باقی رہے، منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء کی ایک جماعت سے تحقیقات کرائی جائے اور جب علماء شہید شدہ حصہ کو مسجد کا اصل جزو قرار دیں تو مسجد کو اصل حالت پر بنوا دیا جائے مگر اس طرح کہ حکام کی بات بھی بنی رہے اور مسلمانوں کی شکایت بھی رفع ہو جائے۔ مسلمان گورنمنٹ اور افسروں پر کوئی مقدمہ دیوانی یا فوجداری نہ کریں اور باہمی مصالحت ہو جائے۔ ایسے ذی رتبہ اصحاب جو سر جیمس میسٹن سے کسی صورت میں کم نہیں ہیں پولیس کی آتش بازی کو ناواجب قرار دیتے ہیں۔

ہندوستان اور عمایدین انگلستان

متعدد کئی سال سے ہندوستانی جذبات و محسوسات کے خلاف اعلیٰ طبقوں میں تحریک پھیلائی جا رہی ہے۔ اس لیے کسی مسئلہ میں یہاں کے مقتدر اصحاب کو ہم خیال اور درد مند بنانا کسی قدر مشکل بن گیا ہے۔ ممبران پارلیمنٹ جو چھ ماہ کام کرتے اور چھ ماہ تعطیل مناتے ہیں اور اس خدمت کے عوض میں چھ ہزار

www.taemeernews.com

روپیہ سالانہ کی اجرت پر اپنے ملک کی نیابت کرتے ہیں۔ ہندوستانی امور سے کم واقفیت رکھتے ہیں' ہندوستان کو اپنی حکمراں قوم کے دل میں جگہ کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ مگر ایک اور صرف ایک 'وہ یہ ہے کہ ایثار نفس ذی مقدرت قابل اور اہل الرائے اصحاب اچھی خاصی تعداد میں آکر ہر سال ۳'۴ ماہ لندن میں رہا کریں۔ اور عام انگریزی رائے کو اپنے خیالات و محسوسات سے آگاہ کریں اور اپنا درد مند بنائیں۔ ہندو برادران اس ذیل میں کچھ کر رہے ہیں مگر وہ بھی ناکافی ہے۔ لیکن مسلمان اس سلسلہ میں بالکل غافل ہیں' اور ان کو کوئی امید بہتری کی نہ رکھنی چاہیئے جب تک کہ وہ وطن سے باہر قدم رکھ کر ان لوگوں کے دلوں پر ہند کا سکہ نہ بٹھائیں گے' جو اپنے وطن سے باہر نکل کر ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔

پریس ایکٹ یا قانون مطابع

پریس ایکٹ کے متعلق مشہور و مستند قانون دانوں سے گفتگو ہوئی۔ اکثر اس قانون کو ناپسند کرتے ہیں اور ان کی رائے ہے کہ اس میں ضرور ترمیم ہونی چاہیے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کی منسوخی ہی میں چارہ کار ہے۔ بہر نوع بعض جلیل القدر اصحاب نے جو کھلم کھلا اس کام میں حصہ نہیں لے سکتے وعدہ کیا ہے کہ وہ صاحب وزیر ہند کو بزور لکھیں گے اور اکثر موجودہ ذی اثر ہندوستانی لارڈ کریو کی خدمت میں اس کے متعلق ایک ڈیپوٹیشن لے جائیں گے۔

مسلم یونیورسٹی

مسلم یونیورسٹی کے متعلق سرکاری و غیر سرکاری حلقہ میں گفتگو ہوئی سرکاری حلقہ مسئلہ الحاق کے مخالف تھا' مگر سید وزیر حسن اور مسٹر محمد علی کی تقریروں سے وہ متاثر معلوم ہوتے ہیں ان کو اکثر ایسے نقائص کا پتہ چل گیا ہے جن سے وہ بے خبر تھے' اور جو انکار الحاق میں مضمر ہیں۔

www.taemeernews.com

مسلمانان ہند اور ممالک اسلامی

مسلمانوں کے مذہبی محسوسات متعلقہ حالت ابنائے اسلام پر بعض ایسے اصحاب سے گفتگو ہوئی جو اپنی رائے کو پبلک کی رائے بنا سکتے ہیں لیکن ابھی کوئی خاص صورت پیدا نہیں ہوئی۔

آئندہ پروگرام

اس وقت جملہ معاملات بہت آہستگی کے ساتھ گامزن ہیں اس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں پارلیمنٹ چھٹیاں مناتی ہے اور اعلیٰ طبقہ کے قریب قریب جملہ اراکین لندن میں نہیں ہیں۔ اس لیے جب پارلیمنٹ سیر و تفریح سے سیر ہو کر فروری میں کام کرنے لگی گی اس وقت تبادلہ خیالات ہو سکتا ہے اور کامیابی کی صورت نظر آئے گی۔ بہر کیف اس وقت ہر دو صاحبان ملنے جلنے بات چیت کرنے اور اپنی مجوزہ عمارت کی بنیادیں ڈالنے میں رات دن مصروف رہتے ہیں۔ بہت سے امور ایسے ہیں جن کا اظہار سر دست نامناسب ہے۔ ہم صرف قوم کو اتنا یقین دلا سکتے ہیں کہ قوم کے دو مسلمہ خدمت گذار اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

(ہمدرد ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

www.taemeernews.com

(۵)

برطانوی وزراء کا ملنے سے انکار

لندن ۱۳ نومبر

مسٹر محمد علی نے سر جیمس لانوش کو ایک تحریر بھیجی جس میں انہوں نے اس بات کا یقین دلایا کہ ان کی اور وزیر حسن کی آمد صرف مسئلہ کانپور سے متعلق نہیں ہے بلکہ اور بہت سے معاملات سے بھی متعلق ہے، جن میں مسلمانان ہند دلچسپی رکھتے ہیں اور سر جیمس سے درخواست کی کہ ان کی طرف سے لارڈ کریو[1] کو ملاقات کا پیغام دیں۔ سر ولیم ہولڈرس نے مسٹر محمد علی اور مسٹر وزیر حسن کو لکھا کہ کافی غور کرنے کے بعد لارڈ کریو اس درخواست کی تعمیل سے معذور ہیں۔ لارڈ کریو کوئی پبلک فائدہ اس ملاقات کا نہیں سمجھتے۔ بلکہ یہ بات یقینی ہے کہ ان کے اس فعل سے آپ کی ان ہم مذہبوں میں غلط فہمی پیدا ہو گئی جن سے آپ متفق نہیں ہیں اور جو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کی نمائندگی کا اتنا ہی دعویٰ کر سکتے ہیں جتنا کہ آپ ہندوستان کے مسلمانوں کے جذبات اور خواہشات ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کے خیال اور ہمدردی کے مستحق ہیں اور لارڈ کریو ان معاملات پر کافی توجہ رکھتے ہیں اور مستند ذرائع سے واقعات کو معلوم کرتے رہتے ہیں۔

مسٹر محمد علی اور مسٹر وزیر حسن نے زیادہ تفصیل کے ساتھ ۱۱ نومبر کو جواب دیا اور اس انکار پر دوبارہ غور کرنے پر زور دیا جس کے متعلق انہوں نے کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اس انکار سے غلط فہمی ہو گی۔

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے علم میں اب تک قوم کے کسی طبقہ

---

[1] وزیر ہند

www.taemeernews.com

نے جس میں مسٹر امیر علی بھی شامل ہیں ان کے خلاف رائے نہیں ظاہر کی ہے اور لارڈ کریو سے درخواست کی کہ وہ اس بات کا اندازہ کریں کہ کس حد تک مسٹر محمد علی اور مسٹر وزیر حسن اپنے ہندوستانی ہم مذہبوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ کہ لارڈ کریو اپنی اطلاع کو صرف سرکاری ذریعہ تک محدود نہ رکھیں۔

سر ولیم نے ۱۳ نومبر کو جواب میں لکھا کہ لارڈ کریو کو پورے غور کے بعد اس بات کا افسوس ہے کہ وہ درخواست منظور کرنے سے قاصر ہیں۔ مسٹر وزیر حسن اور مسٹر محمد علی نے ۱۳ نومبر کو مسٹر الیسکوئتھ [1] کو بھی اس مضمون کا خط لکھا جس میں انہوں نے مسٹر الیسکوئتھ اور سر ایڈورڈ گرے [2] کے حال کے بیانات متعلقہ ترکی پر ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات کو ظاہر کرنا بھی اپنا مقصد بیان کیا۔ مسٹر الیکوئتھ کے سیکرٹری نے آج ایک مختصر جواب لکھا کہ مسٹر الیسکوئتھ افسوس کرتے ہیں کہ وہ ملاقات نہیں کر سکتے۔

(ہمدرد ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء)

---

[1] برطانیہ کے وزیر اعظم

[2] برطانیہ کے وزیر خارجہ

www.taemeernews.com

(۶)

لارڈ مارلے کے نام خط

اپنے انگلستان پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے یور لارڈ شپ کو ایک نیاز نامہ ارسال کرنے کی عزت حاصل ہوئی تھی۔ جس میں میں نے جناب سے چند معاملات کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں اضطراب پیدا کر رکھا ہے شرف ملاقات کی درخواست کی تھی اور اس میں تعارف کا خط بھی ملفوف کیا تھا۔ جو ازراہ مہربانی آنریبل مسٹر لارنس جینکنس چیف جسٹس آف بنگال نے یور لارڈ شپ کے نام دیا تھا اس کے جواب میں مطلع کیا گیا کہ جناب بہت مصروف ہیں اس لیے میری درخواست منظور نہیں کر سکتے۔

کیا میں امید کر سکتا ہوں یور لارڈ شپ مجھے اور میرے دوست سید وزیر حسن سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کو ایک ملاقات کا شرف بخشیں گے؟ مجھے ڈر ہے کہ جناب کے دل میں صرف ہماری طرف سے نہیں بلکہ تمام ہندوستان کی مسلمان قوم کی طرف سے بھی آیا کسی قسم کی برائی تو نہیں ڈال دی گئی ہے۔ ہم نے بارہا کوششیں کیں لیکن اس بارے میں ناکامیاب رہے (اگر کامیابی ہوئی بھی تو بہت قلیل) کہ اپنے جوابات اخبارات میں چھپوائیں اس لیے اور بھی زیادہ ضروری ہوا کہ ہم کسی بہت زیادہ ہمدرد اور فراخ حوصلہ وزیر کی باریابی حاصل کر کے ان پر اپنے خیالات جو ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات کا انعکاس ہیں ظاہر کر سکیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کی بہبودی اور سلطنت کی بہبودی کے لیے بھی ضروری ہیں۔ اس بات سے ہم ناواقف نہیں ہیں کہ آپ کا تعلق ہندوستان کی خدمت سے براہ راست نہیں ہے اور اگر ہم آپ کو بلا ضرورت اس زمانے میں تکلیف دیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم کو کافی سمجھ نہیں اگر ہم

www.taemeernews.com

اس کو ملتوی کر سکتے اور کسی دوسرے وزیر سے مل سکتے تو ہم ضرور ایسا کرتے۔ ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایسی روشن خیال وزارت کے زمانے میں بھی ہندوستان کے متعلق اتنی کم معلومات رکھی جاتی ہے اور کل انگلستان میں ایک درجن اشخاص بھی ایسے نہیں ہیں جن کی ہندوستان کی بابت معلومات کسی طرح بھی قابل اطمینان تصور کی جا سکیں اور اگر ان سب کی معلومات کو جمع بھی کر دیا جائے تو وہ مجموعہ جناب کی معلومات کے برابر نہیں ہوتا۔ ہم کسی خوشامد کی غرض سے نہیں کہتے بلکہ دراصل یہی ایک ایسی بات ہے جو ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم آپ سے کسی قریبی تاریخ میں شرف باریابی حاصل کرنے کی معروضانہ درخواست کریں۔

ہم اپنے خیالات کا اظہار کم از کم ایک گروہ کے سامنے آزاد اخبارات کے ذریعہ سے کر سکتے ہیں جنہوں نے اس کی ہم کو اجازت دیدی ہے۔ مگر چند ایسے معاملات ہیں ان کے لیے بہتر یہ ہے کہ ان کو بجائے اخبارات یا عوام کے سامنے پیش کرنے کے ان کے متعلق براہ راست اراکین سے گفتگو کرنی چاہیے۔ کیا آپ برائے مہربانی خوشی سے ہم کو شرف باریابی بخشیں گے۔ اور نہ صرف ہم کو ہی بلکہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں اور ہم مذہبوں کو بھی مشکوریت کا موقع دیں گے۔ امید ہے کہ آپ جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے۔

ہمدرد ۱۶ دسمبر ۱۹۱۳ء

میں ہوں آپ کا نیاز مند اور تابعدار
محمد علی ایڈیٹر ہمدرد کامریڈ

---

[1] مشہور آزاد خیال وزیر

www.taemeernews.com

(۷)

لارڈ کریو وزیر ہند کے نام خط

یور لارڈ شپ'

اگرچہ ہمیں بہت کچھ افسوس ہے کہ یور اارڈ شپ نے ہماری التماس کے مطابق شرف ملاقات نہ بخشنے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ تاہم ہمیں اعتماد ہے کہ یور اارڈ شپ ہز ہائنیس آغا خاں کی اس چٹھی کی نقل پر مناسب توجہ فرمائیں گے جو ہمیں موصول ہوئی ہے۔ ہم یہ تو ظاہر کر چکے ہیں کہ ٹائمز اور دیگر یورپین اخبارات کس طرح سے ہمیں برا بھلا کہہ رہے ہیں اور یہ کہ جب ہم نے اپنی صفائی کے لیے خط بھیجے تو انہوں نے یا تو ان کو شائع ہی نہیں کیا یا بہت بری طرح کانٹ چھانٹ کر دی یا تلخیص کر دی اور ہم کو پبلک ڈنر دینے کے متعلق ہز ہائینس آغا خاں کی تجویز کی ماہیت اور غرض کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ جس سے عرفاً ہمارے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔ لیکن اس سے زیادہ قابل التفات وہ جھلک ہے جو یہ تحریریں نہ صرف ہمارے بلکہ "بڑھتی ہوئی جماعت" (جیسا کہ ہز ہائینس کہتے ہیں اور مسلمانان ہند جن کے ہم نمائندے ہیں) سیاسی رخ اور مزاج پر ڈالتی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہز ہائنیس آغا خاں کی مراسلت نہ صرف وسائی میں بلکہ سیاسی حلقہ میں بھی ہماری بریت کرتی ہے۔ اور یہ کہ اخبارات کی غلط انداز تحریر کسی نہج ہمارے خلاف جن کے ہم نمائندے ہیں حضور ملک معظم کی گورنمنٹ کے دل میں وہ برا خیال نہ بٹھلا دیں گے جس کو آغا خاں لایعنی اور سراسر شرارت آمیز قیاس کرتے ہیں یعنی یہ کہ ہم اور وہ لوگ جن کے ہم نمائندے ہیں مذہب تلک[1] یا سیاسی یا اسلامی دیوانوں کے ساتھ کسی نوع ہم خیال یا ہمدرد ہیں۔ گورنمنٹ سے ہماری عقیدت مندی جیسا کہ آغا خان فرماتے

www.taemeernews.com

ہیں "بلا شک و شبہ ہے" اور جو اتہام ہماری قوم پر لگائے گئے ہیں وہ عموماً بے بنیاد ہیں۔ یہ ہے وہ نفس الامر جسے ہز ہائینس صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور اپنے مراسلت میں اس امر کو بھی بالکل صاف کرتے ہیں کہ ان کو ان تباہ کن پیچیدگیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے جو ہز ہائینس کی روانگی کے بعد پیدا ہو گئی تھیں اور نہ ۳۱ اکتوبر کی ٹائمز کی اشاعت سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ ہم اس نامہ دپیام کی پوری نقل ارسال خدمت کر رہے ہیں جو رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی[۲] ہم میں سے ایک کے مابین ہوتی ہے۔ تاکہ انڈیا آفس میں ان تباہ کن پیچیدگیوں کا کوئی سرکاری انکار کر دیا جائے۔ ہم یور لارڈ شپ کی اس قدر تضیع اوقات پر معذرت چاہتے ہیں۔

ہمدرد ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۳ء

ہم ہیں

یور لارڈ شپ کے کمترین اور تابعدار خادم

محمد علی اور سید وزیر حسن

---

۱ لوکمانیہ تلک کانگریس کے انتہا پسند رہنما۔

۲ سید امیر علی انگریزی زبان کے مشہور مصنف اس زمانے میں انگلستان میں پریوی کونسل کے رکن تھے۔ اور مسلم لیگ کی لندن برانچ کے صدر۔

www.taemeernews.com

(۸)

ایک الوداعی لنچ

"۲۷ نومبر ۱۹۱۳ کو ہم لوگ خود ایک الوداعی لنچ اپنے دوستوں اور ہمدردوں کو دے رہے ہیں اس لنچ کی حیثیت سیاسی اور نزاعی نہ ہوگی بلکہ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم ہندوستان اور انگلستان اور اسلام اور مسیحیت کے درمیان سفارت کا کام دے سکیں اور تاکہ ہم اپنے مخاطب انگریزوں اور انگریزنوں دونوں کو بتادیں کہ وہ ہمارے ملک اور ہمارے مذہب سے ایسے بے تعلق تو نہ رہیں جیسے کہ اب تک رہ چکے ہیں بلکہ ہمارے عزم اور ہمارے مقصد اور ہمارے گلے شکوے خود ہمارے زبان سے سن لیں۔ مشہور افسانہ نگار ایچ جی ویلز سے ملاقات ہو ہی چکی ہے بلکہ اب کی جمعہ کو تو ان میاں بیوی نے اپنے ہاں کے کھانے پر مدعو کر دیا ہے، اور وقت بھی میری خاطر سوا آٹھ کا رکھا ہے کہ میں اس وقت تک ہندوستان کی ڈاک لکھنے سے فارغ ہو چکا ہوں"۔۔ "ہندوستان اور اسلام کے معاملہ میں ان لوگوں کی بے خبری اور جمود دور کرنے اور انھیں بار بار چونکاتے رہنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے ہم خیال لوگ ہندوستان سے بار بار آنے اور یہاں کی رائے عامہ کو برابر تیار کرتے رہیں۔ بہ حیثیت مجموعی ہم مایوس نہیں ہیں"۔

کامریڈ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۳ء
مولانا عبدالماجد کے ایک مضمون سے

www.taemeernews.com

چوتھا سفر ۱۹۲۰ء

وفد خلافت

دریوزہ خلافت

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی!
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ بادشاہی
"مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی"
اقبال

"خلافت کے لیے مسلمانان ہندوستان نے یورپ کو ایک وفد بھیجا جس کا سرگروہ میں تھا۔ تو ڈاکٹر صاحب (علامہ اقبال مرحوم) کو اس قدر غیرت آئی (اور میں اس غیرت کو بجا سمجھتا تھا) کہ انہوں نے "دریوزہ خلافت" نام کا قطعہ لکھا جو اوپر درج ہے۔

لیکن جب "دریوزہ گراں خلافت" خالی کاسۂ گدائی لے کر یورپ سے لوٹے مگر اس کا تہیہ کر کے کہ یہ اتمام حجت تھا اس کے بعد یورپ کے سامنے ہرگز ہاتھ نہ پھیلائیں گے اگر قوت نہ ہوگی تو ہاتھ دھرے بیٹھنا تک پسند کریں

www.taemeernews.com

گے مگر یورپ کے آگے ہاتھ جوڑنا پسند نہ کریں گے اور اگر قوت ہو گی کھلا ہاتھ نہ بڑھے گا بلکہ بندھی ہوئی مٹھی سے کام لیا جائے گا۔ ایک مضمون مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۲۷ء

چوتھا سفر ۱۹۲۰ء میں کیا گیا اور ایک آخری کوشش اس امر کی گئی تھی کہ خلافت عثمانی کو برقرار رکھا جائے۔ ترکی سلطنت کی قوت اور اس کے اقتدار کی حفاظت کی جائے اور ترکوں کو اس غلامی سے محفوظ و مصئون رکھا جائے۔ جس میں ہم خود ڈیڑھ سو پونے دو سو برس سے گرفتار تھے اور اس قبضہ کو قسطنطنیہ پر سے اڑا دیا جائے جو تقریباً چالیس برس سے مصر پر چلا آرہا تھا۔ گذشتہ تجربوں کی بنا پر جانتے تھے کہ کیا حشر ہو گا مگر

رہے نہ دل میں ہوس آؤ یہ بھی کر دیکھیں!

www.taemeernews.com

پانچواں سفر ۱۹۲۸ء

سفر صحت

آج عوام کو "ہمدرد" کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اس لیے میں اسے بند کرتا ہوں اور ایک بار پھر غالب کے اس شعر کو دہراتا ہوں کہ

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیوں

"قلعے" اور "قدمے" البتہ میں نے مجنونوں کی طرح ان کی امداد کی اور قرض میں بری طرح گرفتار ہو گیا اور صحت کو بھی خیر باد کہہ چکا۔ ذیابیطس کے مرض کے باعث پہلے شکر ہی آیا کرتی تھی مگر امسال چربی Allumine بھی آرہی ہے اور ایسی ٹون (Acetone) زہر بھی آرہا ہے اور اعصابی سوزش Nevritis نے رات کی نیند اور دن کا آرام حرام کر دیا۔ اب ہمدرد کو بند کرتا ہوں اور باہر کی طلب پر کہیں بھی نہ جا سکوں گا۔

مجھے اس کا کبھی گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہندو فرمانروا جن سے ماہ اپریل سے پیش تر میں صرف دو ایک بار ہی ملا تھا اور وہ بھی گھنٹے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں' ان پر میری خرابی صحت کا یہ اثر پڑے گا کہ پہلے وہ خود میرا چند ماہ کے لیے فاقوں پر علاج کرنے پر اصرار کریں گے اور بالآخر خود ہی بلا طلب بلکہ خود بھی کسی چیز سے یکایک متاثر ہو کر مجھے آمادہ فرمائیں گے کہ میں یورپ چلا جاؤں"

محمد علی

www.taemeernews.com

عزم سفر

مجھے افسوس ہے کہ مجھے "ہمدرد" کے بند کرنے کے سوا چارہ کار نظر نہیں آتا' بہرحال میں تو چند ماہ کے لیے تمام کام بند کر کے اپنا علاج کرانے انگلستان جاؤں گا۔ غیب سے مدد مل گئی اور مشورہ کرنے کی بعد امداد قبول کر لی گئی ہے' سوائے علاج کے کوئی اور غرض اس سفر کی نہیں ہے اور فاقہ کرا کے علاج کیا جائے گا۔ کوئی اور کام کروں گا بھی نہیں

۲۹ اپریل ۱۹۲۸ء

www.taemeernews.com

دہلی سے اجمیر' سابر متی آشرم' بمبئی

۶/ جون ۱۹۲۸ء　　　　　　　　جہاز مقدونیہ

پیارے ماجد میاں و ظفر الملک صاحب السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

۲۵/ کو آپ لوگوں سے رخصت ہو کر ۲۶ مئی کی صبح کو اجمیر شریف پہنچا تاکہ جسمانی علاج سے پیشتر کچھ روحانی علاج بھی کر سکوں۔ نہ معلوم ظفر الملک صاحب کی وہابیت زیارت قبور کو کہاں تک روحانی علاج سمجھے اور کہاں تک خود اسے مرض تصور کرے۔ حقیقتاً جو کچھ ان مزارات کے گرد و پیش دیکھنے میں آتا ہے وہ مجھ جیسے بدعتی کو اس قدر صدمہ پہنچاتا ہے کہ عرض نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم ان تمام بدعات میں جو وہاں کی جاتی ہیں اور نہایت بدتمیزی سے کی جاتی ہیں میں جب کبھی اجمیر شریف آتا ہوں اور میرے نظر اس مزار پر پڑتی ہے تو میرا خیال اس زمانے کی طرف جاتا ہے۔ جب سارے ہندوستان میں مشکل ہی سے کوئی مسلمان نظر آتا ہوگا۔ مشکل ہی سے کسی جگہ کوئی شخص ایک ان دیکھے خدا کو سجدہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہوگا' اور اذان کی آواز تو یقیناً کہیں بھی نہ آتی ہوگی اور پھر میں خیال کرتا ہوں کہ ایک ایسے زمانے میں ایک سنجر کا رہنے والا سرکار مدینہ ﷺ کے حکم سے غریب نوازی کو اپنا شعار بنا کر سلطان الہند بننے کے لیے ایک ایسے ملک میں آتا ہے اور کسی گوشہ کو اپنے لیے تلاش نہیں کرتا بلکہ راجپوتانہ کے وسط میں ہندوستان کے سب سے بڑے راجہ کی راجدھانی میں داخل ہوتا ہے اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کر اپنی پاک و صاف زندگی کے ذریعے سے اسلام کا اعلان کرتا ہے اور جس وقت ساری جنگی اور مادی قوتیں اسلام کی خلاف ہوتی ہیں' اعلائے کلمتہ الحق کرتا ہے اور ہزاروں لاکھوں کو مشرف بہ اسلام کرتا ہے۔ آجکل جبکہ ہزاروں لاکھوں نام کے مسلمان ہر وقت غیر مسلم اکثریت ہی کا رونا رویا کرتے

www.taemeernews.com

ہیں اس مزار پر جاکر اگر ہم اسی سبق کا آموختہ پڑھیں کہ۔

لقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذاعجبتکم کثرتکم ولم تغن عنکم شیناً وضاقت علیکم الارض بماذحیت ثم ولیتم مدبرین

اللہ نے تمہیں بہت سی جنگوں میں کامیابی دی اور خاص طور پر جنگ حنین میں فتح دی جب کہ تم اپنی کثرت کے گھمنڈ میں آگئے تھے اور وقت پر وہ کثرت کسی کام نہ آئی اور باوجود کثرت کے تم شکست کھا گئے اور تم پر عرصۂ حیات وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہو گیا اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

تو مجھے یقین ہے کہ ہم پر بھی آج سکینہ نازل ہونے لگے اور ہماری مدد کے لیے جنود الم تروھا اتر آئیں۔ جاتے ہی درگاہ شریف پر حاضر ہوا۔ پھر مولانا معین الدین صاحب کے بھائی حکیم نظام الدین صاحب کے ہاں جاکر فروکش ہوا اپنے آکسفورڈ کے رفیق صاحبزادہ عبدالواحد خاں سے جاکر ملا اور شب کو پھر درگاہ شریف جانے کے بعد رخصت ہوا۔

میرے جن نئے کرم فرماء نے مجھے علاج کے لیے اس بار ولایت بھیجا ہے ان سے دوسرے دن آبو جاکر ملا۔ ۲۸ کو ان سے بھی رخصت ہوا اور اس بار بھی انہوں نے شکریہ کے الفاظ کو زبان پر آنے سے روک دیا۔ اس لیے اس صحبت کو دعا پر ختم کیا اور بادیدہ تر روانہ ہوا۔ ۲۸ کی شب کو احمد آباد پہنچا۔ انسو ئیا بہن اپنے بھائی پنا لال سارا بھائی اور ان کے بال بچوں کے ہمراہ ولایت گئی ہوئی ہیں۔ اور شنکر لال بینکر علیل تھے لیکن انہوں نے انسو ئیا بہن کی موٹر روانہ کر دی تھی اور آشرم سے ایک مدراسی نوجوان مجھے لینے آگئے تھے۔ اسی وقت سابرمتی گیا اور غسل کر کے سونے لیٹا۔ مگر مگن لال بھائی کی جوان موت اور ان کی پیاری بچی رادھا کے رنج و غم نے نیند کو بھگا دیا۔ تاہم صبح کو خاصی نیند آگئی۔ نماز فجر کے بعد

www.taemeernews.com

پہلے رادھا اور اس کی والدہ کے پاس گیا پھر۔۔۔۔۔۔۔ اور مہاتما جی سے ملا اپنے ولایت جانے کا سارا قصہ سنایا اور ان کو اپنا ہم خیال پایا۔ دوپہر کو جمنا لال جی بزاز کی فرودگاہ پر آرام کیا اور شام کو کھانا کھا کر شنکر لال بینکر کے ساتھ ان کی اور انسوئیا بہن کی قیام گاہ پر گیا۔ نماز مغرب پڑھ کر اسٹیشن کو روانہ ہوا تاکہ گجرات میل ہی میں روانہ ہو جاؤں اور نماز عیدالضحیٰ سے پہلے ہی بمبئی پہنچ جاؤں۔ بمبئی میں عیدین کی نمازیں سورج نکلتے ہی ہو جایا کرتی ہیں اس لیے ریل ہی میں غسل کر کے اور کپڑے بدل کر اور سامان اسٹیشن ہی پر چھوڑ کر شوکت صاحب اور مولانا عرفان وغیرہ کے ساتھ ہی دفتر خلافت کے پاس والی چھوٹی مسجد کا رخ کیا' جہاں نماز اچھی طرح مل گئی' مگر اس قدر مختصر سی جماعت میں یقیناً وہ غرض پوری نہیں ہوئی جو مساجد جامع میں بھی بمشکل پوری ہوتی ہے اور جس کے پورا کرنے کے لیے شہر کے باہر عیدگاہ بنائی جاتی ہے اور اس عید کی نماز میں اصفہانی صاحب نے آلہ مکبر الصوت لگانے سے احتراز کیا اور میرے نزدیک سخت غلطی کی اور کٹ ملاؤں سے ڈر گئے۔ میں ان کا استفسار ہی پڑھ کر بھانپ گیا تھا کہ ان بزرگ پر ملاؤں کا خوف غالب ہے جو جماعت گریمو فون کو باجا کہتی ہے اور اس میں قرآن کریم کی قرأت سننے کو لہو و لعب سمجھتی ہے۔ اس سے لاؤڈ اسپیکر کے لیے فتوے طلب کرنا ہی حماقت ہے۔ عید کا دن اور دوسرا دن حاجی اسماعیل صاحب خلافت کے سچے اور پکے دوست کے ہاں دعوتوں میں گزرا یا مسز نائیڈو کے ہاں کی دعوت میں۔ یکم جون کو کچھ کھدر اور لون کی جرابیں کڑاک صاحب کے کارخانے میں جا کر بنوائیں۔ ٹکٹ ۳۱ مئی ہی کو لے لیا تھا ۲ر جون کو سب سامان بٹورا اور باندھا اور کمپنی کے سپرد کیا۔ اور پھر کچھ آم لے کر اور کچھ ہار پھول بٹور کر بندرگاہ پر گیا۔ کمپنی کی نوازش سے ۶ ٹکٹ جہاز پر جا کر رخصت کرنے کے لیے دوستوں کے واسطے مفت مل گئے تھے۔ حالانکہ فی ٹکٹ تین روپیہ قیمت دینا پڑتی ہے۔ بندر پر

www.taemeernews.com

ڈاکٹر کو نبض دکھائی انہوں نے پوچھا کہ اچھے ہو میں نے کہا کہ اچھا ہوتا تو دلایت ہی کیوں جاتا' بارد دلی نہ گیا ہوتا' مگر ان کا اطمینان کر دیا کہ میرا مرض متعدی نہیں ہے اور اب تو میری سیاست بھی متعدی نہیں ہے (نہ بہ ظاہر میرا مذہب بھی متعدی ہے) ایک پولیس کے انگریز افسر صاحب نے طارق تک سے ٹکٹ مانگا اور شوکت صاحب غصہ کے مارے اسی وقت اپنے ٹکٹ کو پھینک کر واپس جا رہے تھے' مگر ڈاکٹر نے طارق صاحب کو بھی اسی ٹکٹ میں شامل ہونے اور جہاز پر جانے کی اجازت دیدی۔ روانگی کا وقت سنا ہے کہ ایک بجے ہوتا ہے اس سے پہلے سب رخصت کرنے والے رخصت کر دیے گئے مگر ڈاک ڈیڑھ بجے تک بار کی جاتی رہی اور ڈیڑھ بجے ہم ہندوستان کے ساحل سے رخصت ہوئے۔

کیا کہوں کہ کن افکار اور کن خیالات کا اس وقت دل اور دماغ میں ہجوم تھا۔ پہلا سفر ۱۸۹۸ء کا کن امنگوں اور کن امیدوں کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ ایک غریب بھائی کی بے نظیر اور حیرت انگیز ہمت کی بدولت یکایک آکسفورڈ جانے کا انتظام ہوا تھا' پیسہ عنقا کا حکم رکھتا تھا۔ سول سروس میں کامیابی کی آرزو تھی۔ دوسرا سفر ۱۹۰۲ء میں ہوا تھا جب کہ سول سروس میں ناکام رہ چکا تھا۔ شوکت صاحب بھی ناکامی کی خبر "پایونیر" میں پڑھ کر زرد پڑ گئے تھے مگر ایک بڑھیا نے دیکھتے ہی تاڑ لیا تھا کہ کیا ہوا اور پوچھا تھا کہ کیا محمد علی کی امتحان میں ناکامی ہی پر اس قدر مایوس ہوتے ہو۔ اگر اس نے چوری کی ہوتی یا مرتد ہو گیا ہوتا تب تمہاری کیا حالت ہوتی۔ محمد علی کو لکھو کہ میرا اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے اور اس کی منگیتر بھی تین ساڑھے تین برس سے بیٹھی ہے اب اسے بلالو' اور اس کی شادی کر دو۔ میں بلایا گیا تھا شادی بھی ہوئی تھی رام پور میں محکمہ تعلیم کا افسر بھی مقرر ہو چکا تھا اور اب صرف آکسفورڈ کا بی اے کا امتحان دینے جا رہا تھا رام پور میں جو واقعات گزر چکے تھے وہ بے حد پریشان کن اور بالآخر میرے استعفے کا پیش خیمہ تھے۔ نہیں کہہ

www.taemeernews.com

سکتا تھا کہ کیا حشر ہوگا جو حشر ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔ تیسرا سفر سید وزیر حسن صاحب کی معیت میں ۱۹۱۳ء میں چھپ چھپا کر ہوا تھا کہ کہیں میرے کرم فرما میسٹن صاحب جن سے دو ہفتے پیشتر ہم سدھار رہے تھے سنتے ہی میری گرفتاری کا وارنٹ نہ نکال دیں "ایم علی" اور "ڈبلیو حسن" کے نام کے دہلی سے ٹکٹ خریدے گئے تھے۔ سورج نکلنے سے پیشتر شوکت صاحب کے ساتھ دہلی کے اسٹیشن سے عید الفطر کے دوسرے ہی دن اس طرح روانہ ہوا تھا کہ گویا شوکت صاحب کو صرف پہنچانے آیا ہوں۔ گھر میں نہ بچیوں کو خبر تھی نہ نوکروں کو اور سامان بھی یہ کہ کر بندھوایا تھا کہ شملے جا رہا ہوں وہاں سردی پڑتی ہے گرم کپڑے زیادہ رکھنا۔ کانپور کی مسجد شہید ہو چکی تھی سو سے زیادہ مسلمان جن میں بوڑھے بھی تھے اور بچے بھی اس وقت قید تھے۔ ایڈریانوپل کے فاتح ترکوں سے ایسکویتھ صاحب اور سر ایڈورڈ گرے سختی کے ساتھ مطالبہ فرما رہے تھے "کامریڈ" کے اڈیٹر نے پریس ایکٹ کے خلاف ایک بے نظیر فیصلہ سر لارنس جنکنیس کلکتہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس اور دوسب سے سینئر ججوں کا حاصل کر لیا تھا۔ گو "مقدونیہ آؤ اور ہماری مدد کرو" والا پمفلٹ جس میں بلقانی حلیفوں کے مظالم کی داستان غم نصاریٰ ہی کو سنائی گئی تھی پھر بھی واپس نہ مل سکا تھا۔ انگلستان کی لبرل حکومت کے پاس جاکر منت سماجت کرنا تھی اس کا بھی جو حشر ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔

چوتھا سفر ۱۹۲۰ء میں کیا گیا اور ایک آخری کوشش اس امر کی گئی تھی کہ خلافت عظمیٰ کو برقرار رکھا جائے۔ ترکی سلطنت کی قوت اور اس کے اقتدار کی حفاظت کی جائے اور ترکوں کو اس غلامی سے محفوظ و مصؤن رکھا جائے جس میں ہم خود ڈیڑھ سو پونے دو سو برس سے گرفتار تھے۔ اور اس قبضہ کو قسطنطنیہ پر سے اٹھوایا جائے جو تقریباً چالیس برس سے مصر پر چلا آرہا تھا۔ گزشتہ تجربوں کی بناء

www.taemeernews.com

پر جانتے تھے کہ کیا حشر ہوگا مگر

رہے نہ دل میں ہوس آؤ یہ بھی کر دیکھیں

اس خیال سے احرام سفر باندھا گیا تھا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا بھی کیا حشر ہوا۔

اس سفر کے بعد توبہ کرلی تھی کہ اب آستان بوسی نہ کریں گے اگر پھر جائیں گے تو اسی لیے کہ انگلستان اور ہندوستان کے درمیان معاہدہ پر دستخط کریں۔ افسوس وہ معاہدہ آج بھی دور نظر آتا ہے۔ مگر الحمد اللہ کہ توبہ آج بھی نہیں ٹوٹی۔ سر ڈینس رے فارن سیکرٹری صاحب کو پاسپورٹ کے لیے شملہ ٹیلیفون کیا تو ان کے سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ اب نہ مجھے برطانیہ کی کسی سیاسی جماعت پر اعتماد ہے نہ یورپ کی کسی حکومت پر کہ کسی سیاسی کام کی غرض سے یورپ کو جاؤں اور آج مسٹر والس پولٹیکل سیکرٹری صاحب سے جہاز پر ملاقات ہوئی تو ان کی غلط فہمی کو بھی دور کر دیا کہ میں بٹلر کمیٹی کے سلسلہ میں انگلستان جارہا ہوں۔ محض اپنی صحت کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور اس پر بھی ہنسی آتی ہے کہ ایک فاقہ کش ملک سے ایک متمول ملک کی طرف ایک فاقہ مست بہ صرف کثیر اس لیے سفر کر رہا ہے کہ وہاں جاکر فاقہ کرا کے اپنا علاج کرائے۔

ہندوستانی عورتیں اس جہاز پر بھی ہندوستانی لباس میں سفر کر رہی ہیں مگر سوائے مسز بیسنٹ کے۔ اخبار نیو انڈیا کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے ایک رکن کے جو اچکن اور آڑ پاجامہ پہنے ہوئے ہیں' مردوں میں صرف میں ہی ایشیائی لباس میں ملبوس ہوں۔ ۲ جون کا دن اچھا گزرا مگر ۳' ۴ اور ۵ کو ہوا تیز رہی اور تیز تر ہی ہوتی گئی یہ وہ موسمی ہوا ہے جس کا نام بگاڑ کر "مانسون" کر لیا گیا ہے اور جو ہندوستان کے لیے بارش لا رہی ہے۔ دہلی کی گرمی کا خیال کر کے دعا نکلتی ہے کہ

www.taemeernews.com

یہ جلد بمبئی پہنچے اور سب طرف جل تھل کر دے۔ لیکن جہاز والوں کا خیال کر تا ہوں اور بالخصوص عورتوں کا تو جی چاہتا ہے کہ دعا کروں کہ ہوا بند ہو جائے اور سمندر کی یہ طغیانی باقی نہ رہے۔ تاہم خلاف توقع میں بالکل اچھا رہا اور ایک وقت کا کھانا بھی نہ چھوڑنا پڑا۔ حالانکہ آدھے سے زیادہ مسافر اور تین چوتھائی سے زیادہ مسافر عورتیں کھانے کے کمرے سے غیر حاضر رہنے لگی تھیں۔ البتہ آج صبح کے بعد سے تموج میں بہت کمی ہو گئی' اور آج شب کے ساڑھے آٹھ بجے سے جب سے یہ خط شروع کیا گیا ہے جہاز پر مردوں اور عورتوں کا ناچ ہو رہا ہے' حالانکہ کل شب کو ان میں سے اکثر خاموش پڑے تھے اور ناچ ہو رہا تھا تو سمندر کی موجوں کا ہو رہا تھا۔

علاوہ مہاراجہ صاحب الور کے وزیر اعظم کے جو میرے ہم سفر ہیں اور چند ہندوستانیوں کے میری کسی سے گفتگو نہیں ہوئی۔ اور اس فرصت کو غنیمت جان کر میں نے یا تو اپنی نیند کا قرضہ جو مدتوں سے چڑھا ہوا تھا وصول کیا یا کچھ فرانسیسی زبان سیکھنے کی کوشش کی۔ مرحوم علی گڑھ کالج کے مرحوم طالب علم سابق محمد داؤد صاحب کی نظموں کو ان کے چھوٹے بھائی محمود احمد عباسی پھر شائع کر رہے ہیں۔ اور مجھ سے تقریظ لکھنے کا وعدہ لے چکے ہیں۔ ان کا خط جہاز پر بھی ملا۔ اس لیے خطوں سے بھی پہلے آپ کے نام کا یہ خط شروع کیا اور اب اگر آپ اجازت دیں تو اسے ختم کروں۔

ڈیک پر میرے نزدیک ہی تین انگریزوں کے بچے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا کھیلا کرتے ہیں' ان سے یا ان کے والدین سے ہی کبھی کبھی دو چار باتیں ہو جایا کرتی تھیں۔ یا دو بہار کے انگریز زمینداروں سے جو نیل تیار کرایا کرتے ہیں۔ لیکن میرے قریب ہی ایک خوش رو' وجیہ اور بلند قامت فوجی افسر بھی لیٹے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایک دو لفظ بول لیا کرتے تھے آج ایک بچی سے میری دیر تک

www.taemeernews.com

گفتگو ہوتی رہی جس میں زیادہ تر میری بچیوں کے نام اور ان کی عمر وغیرہ کے متعلق اس کے سوالات اور میرے جوابات تھے۔ بہ ظاہر اسے سن کر اور کچھ دلچسپ پاکر ان صاحب نے مجھ سے گفتگو کی اور دو گھنٹے تک نہایت آزادی اور صفائی سے مگر پر لطف طریقہ پر سیاسی گفتگو رہی' جس کے بعد انہوں نے شکریہ بھی ادا کیا اور داد تحسین بھی دی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ بریگیڈیر جنرل ہیں اور میں نے آخر میں نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان کے بزرگ میرے دادا کے ۵۸۔۱۸۵۷ء کے دوست تھے۔ اب تک کی ساری داستان میں نے آپ کو سنا دی۔ اب نہ کہئے گا کہ میں نے خاموشی سے کام لیا ہے۔ کل سے انشاء اللہ حدیث شریف بھی شروع ہو جائے گی اور چونکہ حجاج کے جہازوں کی واپسی کا وقت ہے۔ راستہ میں آنکھیں ان کو بھی ڈھونڈیں گی ہائے۔

زہے سعادت آں بندہ کہ گرد نزول
گہے بہ بیت خدا ؤ گہے بہ بیت رسول

مگر خدا بھلا کرے سلطان ابن سعود کا' اب وہاں کا راستہ بھی ہم بد بختوں کے لیے بند ہے۔ جہاز ہی پر خبر پڑھی کہ ہم سے بھی زیادہ بد بخت شامی جنہوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا اور اس کے صلے میں فرانس کی غلامی اور ۵۸ گھنٹے اس کی مسلسل گولہ باری حاصل کی تھی' انہوں نے اب فیصلہ کیا ہے کہ ان کی نجات کے لیے ایک بادشاہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ابن سلطان ابن سعود پر ان کی نظر انتخاب پڑی ہے۔ سچ ہے ملکیت کی بدعت کی ابتداء شام ہی سے ہوئی تھی اب یزید کی ملکیت کی جگہ مجدیوں کی ملکیت کی طلب ہے۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں۔ تعجب ہے کہ اعصابی سوزش جہاز پر آتے ہی بند ہو گئی' مگر کل دوپہر کو' اور آج صبح کو تھوڑی دیر تک محسوس ہوئی۔ لیکن یقیناً یہ آموں کا پھل ہے سو بندرگاہ سعید تک وہ بھی ختم ہو جائیں گے اور لندن جاتے ہی فاقہ ہی فاقہ

www.taemeernews.com

ہے۔

قطب میاں صاحب کو' اور الطاف بھائی کو' سعید کو اور تمام فرنگی محل کو سلام شوق' بالخصوص جمال میاں اور محمد میاں اور نور میاں کو مولانا سلامت اللہ صاحب کی خیریت تحریر فرمایئے۔ دہلی میں جعفری کو پیار اور سب کو سلام شوق' بالخصوص مولانا کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں آداب۔ مولانا احمد سعید صاحب کو سلام شوق اور ان کی صحت کے متعلق اطلاع دیجیے۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب اور اسرائیلی صاحب راشد الخیری صاحب کو بھی سلام شوق۔

آپ کی عالی ہمتی کا قدرداں "ہمدرد" کا دعاگو آپ کا بھائی
محمد علی

www.taemeernews.com

(۲)

بمبئی سے روانگی

۷؍جون ۱۹۲۸ء جہاز مقدونیہ

ہوا[1] کی تیزی سمندر کا تموج اور جہاز پر اپنی خاموش گوشہ نشین زندگی کا حال سب کچھ پہلے لکھ چکا ہوں تم کو کیا کیا لکھوں ساری عمر میں ایک بار بھی اس طرح سفر نہیں کیا جس طرح اس بار سفر کر رہا ہوں' دل کی جو کیفیت ہے وہ کن الفاظ میں بیان کروں تم غالباً میری خاموشی کو خوب سمجھ جاؤ گے' میرے لیے دعا کرو جو صدمہ مجھے اس بار گزرا ہے اس کے برابر کبھی کوئی صدمہ نہیں ہوا لیکن کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتا خداوند کریم سے دعا ہے کہ میری اس عجیب و غریب غیر متوقع ناگہانی مصیبت کو بھی دور فرمائے سفر بخیر گزر رہا ہے۔ لیکن درد اسی طرح باقی ہے۔ کوئی ہمراز اور شریک غم بھی نہیں۔ قید تنہائی سے بڑھ کر تنہائی ہے۔ بس لاتحزن ان اللہ معنا پر میرا ایمان قائم ہے۔

(عدن پہنچنے پر عدن کے ایک منظر کی تصویر کی پشت پر لکھا ہے)

ابھی عدن ہو کر آیا ہوں ہندوستان کی غلامی کے لیے یہ بھی غلام ہے۔ جبل الطارق ہی سے ہندوستانی غلامی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یہ آخری کڑی ہے خدا اس زنجیر کو جلد توڑ دے۔

---

[1] مولانا محمد عرفان صاحب مرحوم سیکرٹری مرکزی خلافت کے نام ایک خط

www.taemeernews.com

(۳)

مقدونیہ جہاز

۷ جون ۱۹۲۸ء　　عدن

(۱)

میاں طارق [1]

جلد پڑھ لکھ کر جوان ہو جاؤ
اور عدن سے لے جبل الطارق تک کو آزاد کراؤ

تمہارا نانا
محمد علی

---

[1] مولانا مرحوم کے نواسے زاہد صاحب کے فرزند رشید

www.taemeernews.com

مقدونیہ جہاز

خدا تمہیں [1] اور زہرہ [2] اور طارق کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جہاز کا سفر خاموشی سے گزر رہا ہے ہوا روز بروز تیز ہوتی گئی اور سمندر میں تموج بڑھتا گیا۔ مگر میں اچھا رہا' حالانکہ بہت ہی کم عورتیں اور نصف مرد اچھے رہے۔ تاہم کل سے ہوا دھیمی پڑی ہے اور تموج کم ہوا ہے تو لطف آ رہا ہے۔

میرے پیروں میں بھی سوزش بظاہر غائب تھی مگر پرسوں سہ پہر کو اور کل صبح تھوڑی دیر کو پھر محسوس ہوئی جو یقیناً آموں کا اثر ہے

زہرہ سے کہہ دینا کہ پریشان نہ ہو خدا نے چاہا تو کامل شفا ہو جائے گی بھائی۔ اس کم بخت "جھوم" پر تقاضا کر کے روپیہ دہلی بھجوا دو مکان کا کرایہ ابھی بہت باقی ہے وہ مل جائے تو ادا کر دیا جائے۔

طارق صاحب کے نام خط نیچے لکھتا ہوں۔ ان کو بھیج کر کے پڑھوا دینا

میرے پیارے طارق صاحب

جب سے تم جہاز پر سے گئے ہو بہت یاد آتے ہو۔ نانا ابا کو مت بھولنا اللہ میاں سے دعا مانگتے رہنا۔

تم کو بہت سا پیار — زہرہ کو پیار سب کو سلام

تمہارے نانا ابا — تمہارا خیر طلب محمد علی

---

[1] زاہد صاحب مولانا شوکت علی صاحب کے بڑے صاحب زادے اور مولانا محمد علی صاحب کے داماد

[2] مولانا مرحوم کی بڑی صاحب زادی اور زاہد صاحب کی زوجہ محترمہ

www.taemeernews.com

(۴)

عدن

مقدونیہ جہاز

۱۰/ جون ۱۹۲۸ء

خداوند کریم تمہیں[1] اور بچیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ عدن سے ہم لوگ تین بجے چلنے والے تھے مگر جہاز کا ایک دروازہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس لیے مرمت کے لیے کنارہ پر بھیجا گیا تھا۔ وہ مغرب کے قریب واپس آیا تو جہاز روانہ ہوا۔ تم جانتی ہو کہ عدن کے آگے بڑھ کر باب المندب میں سے گزرتے ہیں اور پھر جہاز کا رخ بدل جاتا ہے۔ کیونکہ بحیرہ عرب میں تو بمبئی سے عدن تک مغرب کی سمت جہاز چلا کرتے ہیں اور باب المندب کے بعد بحر احمر شروع ہو جاتا ہے اور جہاز کا رخ شمال کی طرف پھر جاتا ہے۔ اب موسمی ہوا جو ہندوستان میں بارش لاتی ہے نہیں ملتی' ہوا بہت کم رہ جاتی ہے۔ اور افریقہ اور یمن اور حجاز کے ساحل کی گرمی سے سابقہ پڑتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا سمندر تو بالکل میز کی طرح تھا مگر پسینہ بے حد آرہا تھا۔ میں افریقہ کی ساحل کی طرف یعنی مغرب کے رخ اپنی کرسی ڈالے بیٹھا رہا کرتا تھا۔ صبح کو تو دوسری طرف سورج ہوتا تھا اور گرمی ادھر ہوتی تھی۔ ادھر ٹھنڈک رہتی تھی۔ مگر دوپہر کے بعد دھوپ ادھر آجاتی تھی اور سورج ڈوبنے تک گرمی رہتی تھی۔ جہاز کا سر جس طرف ہوتا ہے اس طرف میری کرسی ہے۔ اس لیے ہوا تو خوب آتی ہے بلکہ اس مرتبہ خلاف معمول ہوا خاصی تیز تھی اور آج تو صبح کو خوب سرد تھی سہ پہر کو ہم لوگ جدہ کے پاس سے گزرے یعنی اس کے مقابل سے۔ ورنہ یہ جہاز تو عرب کے ساحل سے دور دور

---

[1] محترمہ بیگم صاحبہ

www.taemeernews.com

جاتے ہیں۔ خدا سے دعا کی کہ ہم سب کو ایک بار پھر اپنے اور اپنے رسول اکرم ﷺ کے گھر لے جائے اور حج و زیارت کا ثواب عطا فرمائے۔ پرسوں شام کو ہمیں معلوم ہوا کہ ہم لوگ سویز سے موٹروں میں ملک مصر کے دارالسلطنت قاہرہ کو تین گھنٹے میں جا سکتے ہیں اور دن بھر شہر دیکھ کر شام کو چھ بجے کی ریل سے دس بجے رات بندرگاہ سعید پہنچ سکتے ہیں۔ اس وقت جہاز بھی نہر سویز میں سے ہلکے ہلکے نکل کر بندرگاہ سعید پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے جہاز کے پندرہ بیس آدمی کل علی الصبح یعنی کوئی چھ بجے جہاز سے اتر کر موٹروں میں قاہرہ جائیں گے' مجھے تو زیادہ سیر نہیں کرنی ہے۔ ۱۹۱۳ء میں جب[1] سید وزیر حسن صاحب کے ساتھ گیا تھا تو رات کے گیارہ بجے ریل قاہرہ پہنچی تھی لیکن دن کی طرح روشنی ہو رہی تھی اور صبح کے تین بجے تک بازار میں روشنی تھی۔ اس وقت موٹر لے کر ہم لوگ اہرام یعنی فرعون کی قبریں دیکھنے گئے اور صبح کو آٹھ بجے اپنے ہوٹل واپس آئے تھے نہا دھو کر ناشتہ کر کے اسٹیشن جاتے ہوئے اخبار اللو (جس کا نام اس وقت الشعب تھا) کے دفتر بھی گئے تھے۔ اس وقت مسجد جامع الازہر[2] کے دیکھنے اور کسی سے ملنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ اس لیے کہ ٹرین گیارہ بجے دن کے چلتی تھی اور ۴ بجے شام کے بندر سعید پہنچا دیتی تھی' جس کے بعد جہاز روانہ ہوتا تھا' اس بار صرف مسجد الازہر اور مسجد محمد علی[3] وغیرہ دیکھنی ہے اور امام شافعی[4] رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر جا کر فاتحہ پڑھنی ہے نیز سعد[5] پاشا زاغلول کی قبر پر بھی جانا ہے اور صرف چند دوستوں سے ملنا ہے جن سے ۱۹۲۰ء میں سوئزرلینڈ میں ملاقات ہوئی تھی' میں نے ان کو پرسوں شب ہی تار دے دیا

۱۔ مسلم لیگ کے سیکرٹری جو بعد میں یوپی ہائی کورٹ کے جج بنے۔

۲۔ دنیا کی قدیم ترین درسگاہ' جو ایک ہزار سال سے برابر قائم ہے۔

۳۔ محمد علی پاشا موجودہ شاہی خاندان کے جد امجد۔

۴۔ امام شافعی کی آخری عمر مصر میں گزری اور یہیں انتقال فرمایا۔

۵۔ مصر کے مشہور قوم پرور زعیم

www.taemeernews.com

ہے' مگر تعجب ہے کہ اب تک کوئی جواب نہیں آیا' جو حالات ہوں گے وہ واپسی پر لکھوں گا' مگر غالباً ڈاک میں خط مارسیلز سے یعنی فرانس کے ساحل سے پہلے نہ ڈال سکوں گا' خط یا تو میں جہاز پر چھوڑ جاؤں گا کہ کل ڈاک میں ڈال دیا جائے یا اپنے ہمراہ قاہرہ لے جاکر وہاں کے ڈاک خانہ سے ڈالوں گا۔ میری خاموشی کی زندگی بدستور جاری ہے۔ رفتہ رفتہ متعدد انگریزوں نے آآکر بات چیت کی اور اب دس پندرہ کے ساتھ علیک سلیک ہو جاتی ہے۔ مسٹر برج لال نہرو کے (جو دہلی میں رہتے ہیں) بہن اور بہنوئی سیکنڈ کلاس میں ولایت جارہے ہیں۔ ان کا لڑکا اچھا نہیں ہے' یونیورسٹی کے امتحان کا زمانہ قریب تھا اور اگست میں سول سروس کے مقابلے کے امتحان میں شریک ہونے والا تھا کہ خبر آئی ہے دماغ پر کچھ اثر پڑا ہے۔ بیچارے ماں باپ بہت پریشان ہیں۔ روز ان کے پاس جاکر تسلی تشفی کر دیتا ہوں۔ ناگپور کے بیرسٹر اور اسمبلی کے ممبر سرہری سنگھ گور کی لڑکی مسز دت بھی سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہی ہیں' کل ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ہمارے درجہ میں اور کھانے کے کمرے میں میری کرسی کے پاس کی کرسی پر مس رام سفر کر رہی ہیں یہ دہلی کے زنانہ طبی کالج "لیڈی ہارڈنگ کالج" میں کیمیا سکھاتی ہیں ان کے والد اور والدہ ولایت ہی میں ہیں اور ڈاکٹر ہیں آپ' بھی ایک بار مل چکی ہیں۔

اچھا اب رخصت ہوتا ہوں میری طبیعت بہت اچھی ہے حالانکہ آم خوب کھائے اب سڑے جاتے ہیں' اگر بچ رہے تو کل شاید مصر لے جاؤں اور وہاں دوستوں کو چکھاؤں۔ چونکہ کچھ زیادہ لکھنے کو نہیں ہے' اس لیے بچوں کو علیحدہ علیحدہ نہیں لکھتا دونوں کو خوب پیار کر لینا۔

میں نے عدن سے سفر کے مع الخیر یہاں تک ختم ہونے کا تار کامریڈ کے پتہ پر دن کے ڈیڑھ بجے دیا تھا' ۷ جون کو وہ کس وقت ملا ضرور لکھنا۔

تمہارا

محمد علی

www.taemeernews.com

(۵)

عدن سے قاہرہ

پیارے ماجد میاں[1] و ظفر الملک۔ السلام و علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ' آپ کو خط لکھ کر ڈاک میں ۷ کو جہاز ہی میں ڈال دیا تھا۔ بارہ بجے کے قریب جہاز سے اتر کر نواب عقیل جنگ بلگرامی کے ساتھ (جو نواب عماد الملک بلگرامی مرحوم کے صاحبزادے اور حیدر آباد میں پبلک ورکس کے منسٹر ہیں اور پتھری نکلوانے ولایت جا رہے ہیں) عدن گیا۔ ہندوستان کے جو نوٹ بچ گئے تھے ان کو ہم دونوں نے سر کاؤس جی ڈنشا کی مشہور دکان پر جا کر بدلوایا۔ سر کاؤس جی ڈنشا خود عدن میں نہ تھے ان کے صاحبزادے تھے' انہوں نے سنتے ہی مجھے اپنے سکونتی کمروں میں بلایا اور کھانے کی دعوت کی۔ مگر مجھے ابھی یاسین خان صاحب سے جو علی گڑھ کے پرانے طالب علم یامین خان صاحب ممبر اسمبلی کے بھائی اور مشہور "سوپ کمپنی" میرٹھ کے ایک رکن ہیں اور یہاں عرصہ سے مجسٹریٹ ہیں' جانا تھا' اس لیے معذرت کر کے چلا آیا۔ یہ کہنا بھول گیا کہ جونہی اسٹیم لانچ سے عدن طوائی کے ساحل پر اترا تھا' عرب صرافوں پولیس والوں قلیوں اور ٹیکسی والوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ "محمد علی شوکت علی" ہے۔ اور بعض نے بڑی محبت سے مصافحہ کیا اور ہاتھ چومنا چاہا۔ کاؤس جی ڈنشا کی دوکان سے ایک عرب لڑکے کی معیت میں ٹیکسی سے یاسین خاں کے دفتر گیا' مگر معلوم ہوا کہ وہ کام ختم کر کے گھر جا چکے ہیں۔ جب ۱۹۲۰ء میں یورپ سے واپس ہوا تھا تو حیات نے کہا تھا کہ چلو یاسین خاں سے چل کر مل آئیں' اور انہی کے ساتھ ان کے ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا تھا۔ اور عدن کے مشہور قدیم (Water Works) کی سیر کی تھی۔ اور شیخ الصدروس

---

[1] یورپ جاتے وقت مولانا "ہمدرد اخبار ان دونوں بزرگوں کے سپرد کر گئے تھے۔ جعفری صاحب ایڈیٹر تھے اور ماجد صاحب اور ظفر الملک صاحب نگران اور منصرم۔

www.taemeernews.com

رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر جاکر فاتحہ پڑھی تھی اور بازار جاکر یمن کی بنی ہوئی نہایت خوبصورت چپلیاں خریدی تھیں۔ اس بار دیکھا کہ انہوں نے ایک بنگلہ لے رکھا ہے اور جب ہم پہنچے تو کھانا کھا کر آم کھا رہے تھے۔ غریب کا اکیلا دم' دو مہمانوں کے لیے کھانا اس وقت کہاں' مگر کہا کہ ابھی انڈے وغیرہ تلوائے دیتا ہوں کھانا کھالو لیکن ہم دونوں نے کہا کہ اب جہاز ہی پر جاکر لنچ کھائیں گے۔ آموں کی دعوت سے انکار نہ کیا جاسکا۔ بمبئی کے عمدہ "الفانسو" (یا ہافز) پھر چکھنے میں آئے اور گھنٹہ دو گھنٹہ امام یحییٰ اور یسی کے خاندان شیخ سنوسی' سلطان ابن سعود اور جبہ اور جیزان پر زوالیان نجدو یمن کے قضیہ اور بعض قبائل یمن کی برطانوی حمایت وغیرہ کے حالات کے متعلق معلومات حاصل کر کے کوئی سوا بجے رخصت ہوا۔

جہاز کے بہت ہی کم مسافر عدن آئے تھے' سب گرمی کا خوف ظاہر کرتے تھے' لیکن یہاں دوپہر کو بھی وہ گرمی نہ تھی جو چلتے وقت دہلی میں صبح کے آٹھ بجے پڑنے لگی تھی۔ اس لیے مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ عدن کی ٹیکسی کلکتہ اور بمبئی کی طرح تو نہ تھی' لیکن دہلی کے ٹیکسیوں سے ہزار ہا درجہ اچھی تھی اور کلکتہ اور بمبئی کے نرخ سے چلتی تھی۔ چلانے والے عرب تھے اور بے تحاشا دوڑاتے تھے' اور باوجودیکہ ساحل طوائی سے عدن تک جانے کے راستہ میں ایک درہ نہایت تنگ پڑتا ہے اور سڑک بھی زیادہ چوڑی نہیں ہے ٹیکسی چلانے والے عرب شوفروں کو ایک دوسرے سے موٹر آگے نکالنے میں بڑا مزا آتا تھا۔ اور مجھے بار بار "اصبر اصبر شیخ" کہنا پڑتا تھا' ورنہ بظاہر یقیناً دو ایک بار تصادم ہو جاتا۔ یاسین خان کے پاس سے واپس آکر ساحل کے تار گھر سے گھر کو تار دیا کہ اب تک بحری سفر بہت اچھی طرح گزرا اور اب "تومان سون" کی جولانگاہ ہی ختم ہو چکی تھی اس لیے باقی سفر کے متعلق کم از کم بندر سعید تک تو اطمینان تھا۔ جہاز پر آکر لنچ کھایا'

www.taemeernews.com

روانگی کے لیے تین چار گھنٹے انتظار کیا اس لیے کہ ایک کواڑ جہاز میں کہیں ٹوٹ گیا تھا جسے مرمت کے لیے اسے ساحل پر بھیجا گیا تھا اور وہ چھ بجے کے قریب آیا تو لنگر اٹھایا گیا۔ اس عرصہ میں تاجر (زیادہ تر یہودی) فروخت کے لیے کشتیوں میں سامان لا کر بیچنے لگے حج و زیارت و مؤتمر سے واپسی کے وقت میری بیوی نے انہی لوگوں سے بہت سی جانمازیں خریدی تھیں اور مجھے ان کا تجربہ تھا کہ جو قیمت مانگتے ہیں اس سے نصف کم پر بالآخر اسے خوشی بخوشی فروخت کر دیتے ہیں۔ میں دس دس روپے میں تین تین مخملی جانمازیں خرید چکا تھا جو عام طور پر ہندوستان میں پانچ پانچ' ساڑھے چار چار روپیہ میں ملا کرتی ہیں۔ اس بار دسیوں مصلے خریدے تھے۔ جی چاہا کہ ایک خوشنما بڑا مصلے خرید لوں تاکہ اگر لندن یا پیرس میں اتنے نمازی مل جائیں کہ نماز باجماعت ہو سکے (جس کی زیادہ امید نہیں) تو بجائے چادر کے اسی مصلے پر نماز جماعت پڑھی جا سکے۔ ورنہ یوں تو قطب میاں صاحب کا عطا کیا ہوا ایک ادنی قالین کا مصلے میرے پاس تھا گو خود تو میں اسی مخملی مصلے پر نماز پڑھا کرتا ہوں جو میرے مرحوم ماموں صاحب اپنے لیے ۱۹۱۰ء میں حج سے لائے تھے اور جسے میں نے ان سے زبردستی چھین لیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میاں یہ چیز تمہارے کس کام کی یونہی پڑی رہے گی' جس سے مجھے سخت غیرت آئی تھی لیکن الحمد للہ کہ اسلامی ممالک کے مصائب نے مجھے نماز پڑھنا سکھا دیا۔ اور درحقیقت مسلمان بنا دیا۔ اسی مصلے پر نماز شروع ہوئی اور گو سجدہ کا نشان میری جبیں پر اب تک نہیں پڑا' لیکن میری ایڑیوں نے اس مصلے پر چھید کر دیے ہیں۔ یہودی نے اس بڑے مصلے کے تیس روپیہ مانگے تھے۔ میں نے تین دینا چاہے اور بالآخر تیرہ روپیہ آٹھ آنہ یعنی ایک پونڈ پر معاملہ طے ہو گیا۔ یہ بڑا مصلے چھوٹے چار مصلوں کے برابر ہے' اور محراب اور روشنی کا جھاڑ اور بیل وغیرہ نہایت خوشنما ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ سودا برا نہیں ہوا۔ بہرحال وقت خوب کٹ گیا

www.taemeernews.com

ورنہ عدن کو جو یقیناً جزیرۃ العرب میں شامل ہے' کفار کی زیر حکومت دیکھ کر قلب کی جو کیفیت ہوتی تھی وہ قابل بیان نہیں۔

دوسرے دن یعنی ۸ کو رات کے وقت معلوم ہوا کہ ٹامس کک کی کمپنی مسافروں کو سویز سے قاہرہ موٹروں میں لے جاتی ہے۔ دن بھر قاہرہ کی سیر کراتی ہے اور اہرام مصر اور اسفنکس[1] (ابوالہول) وغیرہ دکھاتی ہے اور شام کے چھ بجے کی گاڑی میں سوار کر کے دس ساڑھے دس بجے بندر سعید پر جہاز کی روانگی سے ایک دو گھنٹہ قبل پہنچا دیتی ہے۔ حالانکہ ۱۹۱۳ء میں جب سید وزیر حسن صاحب اور میں "مسجد کانپور اینڈ ریانوپل" اور کامریڈ کے مقدمہ کے سلسلے میں ولایت گئے ٹامس کک کی کمپنی اس قسم کے (*Excursion*) کا کوئی انتظام نہیں کیا کرتی تھی' تاہم ہم دونوں اور چند ہندوستانی سویز سے ریل پر قاہرہ گئے تھے اور بڑے مزے سے اہرام وغیرہ دیکھ کر آئے تھے۔

اس بار فراعنہ کی قبروں کے دیکھنے کا شوق ہرگز دامن گیر نہ تھا مگر مصری احباب سے ملنے کو دل تڑپ رہا تھا۔ میں دہلی سے ڈاکٹر احمد فواد[2] اور ڈاکٹر عبدالحمید سعید[3] بے کو خط لکھ چکا تھا جس میں نے تحریر کیا تھا کہ بہت جی چاہتا ہے کہ ہفتہ عشرہ مصر میں قیام کروں لیکن وہاں کا مطلع نہایت گرد آلود ہے اور ہائی کمشنر صاحب ہمارے جیلر لارڈ جارج[4] لائڈ صاحب ہیں' اس لیے مناسب نہیں

---

[1] قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر اہرام مصر کے پاس ہی ابوالہول کا بت ہے۔ اس کا دھڑ شیر کا اور چہرہ آدمی کا ہے۔ بت کیا ہے ایک پہاڑ کا پہاڑ ہے۔ قدیم مصری ابوالہول کی پرستش کرتے تھے۔

[2] ڈاکٹر احمد فواد مرحوم مصر کی حزب الوطن کے ایک سرکردہ رکن تھے' مرحوم نے قومی جدوجہد کے سلسلہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں جنگ بلقان اور جنگ عظیم میں ترکوں کے پہلو بہ پہلو شریک رہے' آخر میں مصر میں واپس آگئے تھے۔ مولانا مرحوم سے بہت محبت تھی اور مصر میں ہندوستان طلباء کی بھی بڑی مدد کرتے تھے۔

[3] حزب الوطن کے نائب صدر' یہ بھی ڈاکٹر احمد فواد کے ساتھیوں سے تھے۔ آخر میں آپ نے جمعیت شبان المسلمین کی بنا رکھی اور تا عمر اس کے صدر رہے۔ مرحوم کا بھی کچھ عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے۔

[4] بمبئی کے گورنر رہ چکے تھے۔

www.taemeernews.com

معلوم ہو تا کہ اس وقت اتروں اور مصری بھائیوں کی مشکلات میں کسی اضافہ کا سبب بنوں۔ البتہ اگر چند دوست تکلیف گوارا فرما سکیں تو بندر سعید پر آ کر مل لیں یا سویز سے ہمارے ہی جہاز پر سوار ہو کر بندر سعید تک ساتھ ساتھ چلے چلیں۔
جب ۱۹۲۶ میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ اقدس و موتمر عالم اسلام کی شرکت کے لیے بمبئی سے روانہ ہوا تھا تو انہی دونوں صاحبوں کو تار سے اطلاع دے کر جہاز آنے کی دعوت دی تھی۔ یہ غلطی سے سمجھے کہ ہم لوگ سویز کے راستہ سے جا رہے ہیں اس لیے ایک بڑی جماعت ہم سے ملنے کے لیے سویز آ کر مایوس واپس ہوئی تھی۔ میں نے لکھ دیا تھا کہ اس بار غلط فہمی نہ ہو گی انشاء اللہ ۲ جون کے جہاز میں سوار ہو کر غالباً ۱۱ر جون کو سویز پہنچوں گا۔ جب ۸ جون کو معلوم ہوا کہ میں دن بھر کے لیے سویز سے قاہرہ جا سکتا ہوں تو فوراً ان کو تار دیے اگر ممکن ہو تو اپنی ذاتی موٹریں لے کر سویز ہی آ جائیں اور تار سے فوراً اطلاع دیں۔ ورنہ کک کمپنی کی موٹروں میں قاہرہ پہنچ کر ان سے ملوں گا' ان کی موٹریں اس لیے منگائی تھیں کہ تین ساڑھے تین گھنٹہ جو موٹر میں کٹنے والے تھے وہ رائیگاں نہ جائیں۔ راستہ بھر اپنی داستان غم انہیں سناؤں اور ان کا درد دل ان سے سنوں۔ بحر احمر میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اور ہوا کم' پسینوں پر پسینے آیا کرتے ہیں الا ماشاء اللہ اس مرتبہ بھی "الا ماشاء اللہ" کا ثبوت ملا' اور نہایت خوشگوار ہوا سارے سفر میں چلتی رہی مگر چونکہ ۸ کے تار کا جواب نہ ۹ کو ملا نہ ۱۰ کو اس لیے سارا لطف گنڈھیر ہو گیا (نہ معلوم یہ لفظ اردو ہے یا پشتو رامپور میں ضرور استعمال ہوتا ہے اور مطلب کو خوب ادا کرتا ہے) ۹ کی رات کو جہاز والوں نے انتظار کر کے بالآخر کہہ دیا کہ اب ہم کو کک کو تار دینا ہے اس لیے فیصلہ کیجیے کہ ان کے ساتھ جائیے گا یا خود اپنا انتظام کیجیے گا۔ مجبور ہو کر کک ہی کے ذریعہ انتظام کر لیا۔ جب ۱۰ کو بھی تار کا جواب نہ آیا تو خیال کیا کہ اچھا ہوا کہ کک کے ذریعہ جانے کا انتظام کر لیا۔ لیکن اب

www.taemeernews.com

یہ تشویش شروع ہو گئی کہ کہیں مصر کی سیاسی صورت حالات بد سے بدتر نہیں ہو گئی اور کہیں ہمارے احاطہ بمبئی کے سابق گورنر صاحب نے جو میرے جیل سے لکھے ہوئے خطوط کو خود سنسر کیا کرتے تھے' میرے تار کو تو یہاں بھی سنسر نہیں کر لیا۔

جہاز پر ایک نہایت خوبصورت خوب سیرت چھوٹی سی لڑکی ہے جس کی والدہ کی کرسی میری کرسی کی قریب ڈیک پر رہتی ہے' اس سے کئی بار باتیں ہو چکی تھیں وہ نوشہرہ آٹھ برس رہ چکی تھی اور سال ڈیڑھ سال سے پشاور میں رہتی ہے۔ ایک دن اس کی زبان سے یکایک معلوم ہوا کہ اس کے والد افغان ہیں مجھے سخت حیرت ہوئی اور اس کی والدہ سے پوچھا۔ تب جا کر معلوم ہوا کہ وہی میم صاحبہ ہیں جن کا نام مسافروں کی فہرست میں پڑھ کر ہمیں خوب ہنسی آئی تھی۔ اس لیے کہ ان کا اسم گرامی' مسز صاحب" اس فہرست میں درج تھا۔ اب معلوم ہوا کہ ان کے شوہر کا نام "کپتان خاں صاحب" ہے اور وہ آئی۔ ایم۔ ایس (I.M.S) میں تھے۔ مگر انہوں نے ۱۹۲۱ء میں ترک تعاون کیا اور اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ اب تو حیرت کی انتہا نہ رہی' کیونکہ ایک ایسے شخص سے میرا ناواقف ہونا سخت تعجب کی بات تھی۔ کل جا کر معلوم ہوا کہ یہ ہمارے عزیز اور محترم دوست عبدالغفار خاں اورتمانزی کے بڑے بھائی تھے اور مریم (یہ اس لڑکی کا نام ہے) صرف انہی کی بھتیجی نہیں نکلی' بلکہ میری بھی بھتیجی نکلی۔ اس امید پر کہ میرے دوست موٹریں ضرور بھیجیں گے میں نے مریم کو بھی قاہرہ چلنے کی دعوت دی تھی مگر اس کی والدہ نے اس سے کہا کہ میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے کہ تجھے قاہرہ بھیجوں اگر تار کا جواب آگیا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ روپیہ مطلق صرف نہ ہوتا۔ صرف قاہرہ سے بندر سعید تک میں خود اسے نصف ٹکٹ خرید کر لے آتا مگر تار کا جواب نہیں آیا اور ریاست الور کے وزیر اعظم راؤ گردھاری لعل

www.taemeernews.com

صاحب نے ساتھ چلنے کا ارادہ فسخ کر دیا اور عقیل بلگرامی صاحب کی طبیعت بھی ناساز ہو گئی۔ اور دہلی کے لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج میں کیمرج کی گریجوایٹ کیمیا پڑھانے والی مس رام صاحبہ کے ساتھ جانے والی ڈاکٹر مس گلکرسٹ نے بھی اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ میرے سوا اب صرف مس رام صاحبہ جن کے والد انگلستان میں معالج ہیں اور جن کی والدہ بھی وہیں ہیں اور مشہور سالٹروں کی فرم "کپتان اور ویدَ کے وید صاحب اور قاسم علی منجی صاحب (جنہیں ہم مسلمانوں کا ڈاکٹر مونجے" کہتے ہیں) رہ گئے اور ہم سب نے کک کو روپیہ دے کر ٹکٹ خرید لیے' اس پر بھی متردد تھا کہ کہیں مصر کی سیاسی صورت حالات کے باعث میرے پاسپورٹ کا "ویزا" کرنا منظور نہ کیا جائے۔

اسی فکر میں ۱۰ کا دن جھی کاٹا اور بالآخر اپنا بکھرا ہوا سامان درست کیا۔ اس لیے کہ اب تک صرف میں ہی اس کمرے میں تھا۔ اب ہز ہائینس نواب صلعب پالن پور کے ہمرکاب دو صاحب پورٹ سعید سے سوار ہونے والے تھے اور کمرے میں ان کے سامان کے لیے جگہ نکالنی مشکل تھی کپڑوں کا ایک جوڑا ایک چھوٹے سے صندوق میں جس میں کاغذات بھرے تھے۔ کاغذات کو نکال کر رکھا اور سب کاموں سے فارغ ہو کر نماز عشاء میں مشغول ہوا۔ فرض پڑھ ہی چکا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سٹیورڈ (جہاز کا نوکر) ریڈیوگرام لا سلکی) لیے کھڑا تھا۔ ڈاکٹر احمد فواد کا تار تھا کہ میں موٹریں لے کر خود سویز آرہا ہوں' خدا کا شکر ادا کیا اور اس کے بعد اطمینان قلب کے ساتھ سونے کو لیٹا مگر بے اختیار جی چاہا کہ پاس ہی کمرے میں مریم کی والدہ ہیں انہیں جا کر جگاؤں اور دعوت دوں کہ مریم سمیت ہمارے ساتھ قاہرہ چلیں۔ بالآخر یہ تو نہیں کیا مگر راؤ گردھاری لعل صاحب کو جا دبوچا کہ بھائی اب تو دو موٹریں آرہی ہیں۔ اب تو چلو مگر انھیں صبح کے چار بجے اٹھنا ہرگز قبول نہ تھا۔ میں نے بہت ہی

www.taemeernews.com

اصرار کیا مگر وہ معذرت ہی کرتے رہے اور آخر کار ۱۱ بجے میں بھی جا کر سو رہا مگر صبح ہی کو اٹھنے کی فکر تھی' بیچاری مس رام صاحبہ خائف تھیں کہ کہیں سوتی ہی نہ رہ جائیں۔ اس لیے میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ کسی نہ کسی کو ان کے کمرے کی طرف بھیج کر ان کو علی الصبح اٹھوادوں گا۔ خدا ذیا بیطس کا بھلا کرے چار بجے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ مگر چونکہ اب تک جہاز لنگر انداز نہ ہوا تھا' اس لیے پلنگ پر لیٹ رہا۔ جب وہ لنگر انداز ہونے کے قریب معلوم ہونے لگا۔ تو حوائج ضروری سے فارغ ہو کر غسل کیا۔ کپڑے بدلے اور نماز فجر پڑھی۔ کچھ بمبئی سے لائے ہوئے آم بچ رہے تھے۔ عرفان صاحب نے اتنے زیادہ خرید دیے تھے اور بہار کے آغا صاحب نے اتنے مرحمت فرمادیے تھے کہ خود ختم نہ کر سکتا تھا۔ کچھ مسز برج محل نہرو کی ہمشیرہ صاحبہ کو جو راجہ نریندر ناتھ صاحب کی صاحبزادی ہیں اور اپنے شوہر کے ساتھ اپنے مریض صاحبزادہ کو دیکھنے ولایت جارہی ہیں اور کچھ سرہری سنگھ گور ایم ایل اے کی صاحبزادی مسزدت صاحبہ کو بھیج چکا تھا' کچھ نوکروں کو دیے تھے اور چونکہ ۱۱ کو یقیناً سٹر جاتے اس لیے ارادہ تھا کہ چلتے وقت انھیں بھی کسی کو دے دوں لیکن اب تو جی میں ٹھانی کہ انھیں قاہرہ والوں کو چل کر کھلاؤں' ڈیک پر آیا تو زینہ پر مس رام صاحبہ اپنے پراسول (چھتری) اور اٹیچی کیس' اور جیڈ بیگ سمیت ملیں اور جلد ہی اور ہندوستانی مرد اور عورتیں اور بچے سب آگئے پاسپورٹ پر "ویزا" کرنے والے مصری افسر بھی آگئے۔ کک کا آدمی بھی آگیا اور اس نے تاکید کی کہ جلد اسٹیم لانچ میں سوار ہو جاؤ' میں پاسپورٹوں پر ویزا کرا کے ابھی آتا ہوں اور ہم فوراً جلد چل دیں گے۔ جہاز والوں نے بھی کہہ دیا تھا کہ جہاز کے رکتے ہی طبی معائنہ کرنے والے آجائیں گے اور گھنٹہ بھر بعد جہاز چھوٹ جائے گا۔ ہمیں خود بھی جلدی تھی کہ جتنی جلد یہاں سے روانہ ہوں گے اتنی ہی جلد قاہرہ پہنچ جائیں گے اور اتنا ہی زیادہ وقت وہاں کے قیام کے لیے ملے

www.taemeernews.com

گا۔ ہم پانچ بجے ہی اسٹیم لانچ میں سوار ہو گئے مگر دیر تک ان مسافروں کا سامان لانچ میں سے اترتا رہا جو سویز سے جہاز پر سوار ہوئے تھے۔ جب یہ بھی ہو چکا تو کک کے خضر راہ کی تلاش شروع ہوئی' بڑی مشکل ہے ان کا پتہ چلا مگر وہ لانچ میں آتے ہی پھر جہاز پر چڑھ گئے۔ اس لیے کہ اب تک قاہرہ جانیوالے انگریزوں میں سے ایک بھی جہاز سے نہ اترا تھا اور جب اور بھی دیر لگی تو ہم نے قیاس کیا کہ یہ حضرات غالباً ناشتہ تناول فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ساتھ کی عورتوں اور بچوں تک نے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا میں نے کھانے کے کمرے کے اسٹیورڈ سے رات ہی کو کہہ دیا تھا کہ ہمیں کچھ انڈے اور کچھ روٹی مکھن صبح کی چائے کی ساتھ دے دینا۔ مگر نہ چائے کا پتہ تھا اور نہ روٹی مکھن کا نہ اسٹیورڈ کا۔ جی چاہا کہ جہاز پر چڑھ جائیں اور ہم بھی صاحب لوگوں کے ساتھ ناشتہ کر لیں۔ مگر خوف ہوا کہ کہیں کک کا خضر راہ نہ آجائے اور ہمیں جہاز ہی پر چھوڑ کر خود صاحب لوگوں کے ساتھ ساحل کی طرف روانہ نہ ہو جائے۔ جب سید وزیر حسن صاحب کے ہمرکاب میں ۱۹۱۳ء میں اسی طرح سویز سے قاہرہ گیا تو ایک صاحب بہادر کو جہاز کا لنچ اس قدر پسند آیا کہ انہوں نے ڈیڑھ دو بجے تک لانچ میں نزول اجلال فرمایا تھا' حالانکہ ہم بارہ بجے سے آئے ہوئے بھوکے بیٹھے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ہم ساحل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ریل گاڑی چھوٹ چکی "سیوائے ہوٹل" نام کے ایک ہوٹل یا ریسٹوران میں ہم کو موٹروں میں بیٹھ کر لنچ کھانے کے لیے کئی میل دور جانا پڑا تھا اور باوجودیکہ لنچ کی قیمت لندن کے مشہور "سیوائے ہوٹل" سے کم نہ تھی مگر کھانا اتنا کم اور اتنا خراب ملا تھا کہ خدا کی پناہ' جب اس سے فارغ ہوئے تھے تو تین گھنٹہ سویز کی گلیوں اور بازاروں میں گھومنا پڑا تھا۔ اس لیے کہ اب گاڑی چھ بجے شام سے پہلے چھوٹنے والی نہ تھی۔ بازار میں بیٹھ کر تربوز کھانے شربت پینے اور ترکی ٹوپیاں درست کرانے کے سوائے کوئی کام نہ تھا عبدالرحمٰن صدیقی

www.taemeernews.com

شعیب اور خلیق وغیرہ' چونکہ ڈاکٹر انصاری اور کامریڈ کے طبی وفد کے میجروں کی حیثیت سے دوران جنگ میں سخت مصروف تھے۔ اور ترکی کی مطلق سیر نہ کر سکے تھے۔ اس لیے جب ۴ر جولائی کو ڈاکٹر انصاری صاحب معہ دیگر اراکین وفد کے بمبئی واپس آئے تھے تو یہ اصحاب ثلاثہ ہمراہ نہیں آئے تھے سیر کرنے کے لیے ان کو کچھ دنوں کے لیے قسطنطنیہ ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ مگر اس عرصہ میں بلقانی اتحادیوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی' اور خود ان کے درمیان آتش جنگ مشتعل ہو گئی تھی' جس سے پورا نفع اٹھا کر انور پاشا رحمتہ اللہ علیہ[1] نے ایڈریانوپل فتح کر لیا تھا اور پہلی ہی ریل گاڑی میں یہ اصحاب ثلاثہ ادرنہ جا پہنچے ہوئے تھے۔ یہ ۴ر ستمبر کو واپس آگئے تھے۔ اور ہم ۶ر ستمبر کو بمبئی سے سوار ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ حمیدیہ سویز میں لنگر انداز ہے' وہیں رؤف بک[2] سے نیاز حاصل ہو جائے گا' اس لیے میں طبی وفد کی وردی پہنے جہاز سے اترا تھا تاکہ حمیدیہ والے اسے پہچان کر ہمیں جہاز پر آنے دیں' باقی تعارف حمیدیہ پر سوار ہونے کی بعد ہوتا رہے گا۔ سویز پہنچ کر معلوم ہوا کہ حمیدیہ تو روانہ ہو چکا مگر ایک Gun Boat سویز میں لنگر انداز ہے۔ ہم کشتی میں سوار ہو کر اس تک گئے تھے۔ اور وہاں سب ہندوستانیوں کا بڑے تپاک سے استقبال ہوا تھا۔ اور پہلی بار ہندوستانیوں نے ایک جنگی کشتی کی توپیں اور "تارپیڈو" اور گنیں وغیرہ دیکھی تھیں۔ چھ بجے ہماری گاڑی چھوٹی تھی' اور گیارہ بجے قاہرہ پہنچنے والی تھی۔

ہم نے ہندوستان پر سے قیاس کیا کہ بھلا آدھی رات کو قاہرہ میں سوائے اندھیرے کے اور کیا ہو گا۔ سب پڑے ہوئے سوتے خراٹے لیتے ہوں

---

[1] مشہور و معروف ترکی زعیم جنگ عظیم میں سلطنت ترکیہ کے وزیر جنگ تھے۔ آپ تحریک پان اسلامزم کے بڑے داعی تھے۔

[2] ترکی کے ایک نامور جرنیل مصطفیٰ کمال کے ساتھ یونانیوں سے لڑے' ایک بار جامعہ میں تشریف لائے اور "ترکی" پر چند تقریریں کیں۔

www.taemeernews.com

گے۔ مگر جب ہم اسٹیشن پر پہنچے تو چراغاں نظر آیا تھا اور بازاروں میں گیارہ بجے رات کے وہ رونق تھی جو کلکتہ اور بمبئی تک میں شام کو بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے شیپرڈ ہوٹل پہنچتے ہی ایک خضر راہ کو ساتھ لیا تھا اور قاہرہ کی نائیٹ سائڈ (Night Side) کی خوب ہی سیر کی تھی گو اس سلسلہ میں ہوٹل کے ترجمان صاحب کو "خضر راہ" کا لقب دینا ایک گناہ عظیم سے کم نہیں معلوم ہوتا۔ صبح کے تین بجے تک بازاروں میں چہل پہل رہی تھی اور ہم سیر کرتے پھرتے تھے۔ ایک جگہ محفل رقص و سرود گرم تھی، اور ایک لحیم شحیم خاتون جو بظاہر قاہرہ کی گوہر جان تھیں ناچ اور گا رہی تھیں۔ ہم نے آج تک عربی میں سوائے قرآن کے سنا ہی کیا تھا؟ جب ان خاتون کے تھرکنے پر بار بار سامعین اور ناظرین کے مجمع میں سے لوگوں نے " قتلتنی یا ستی "(جس کو اردو میں ہائے جانی مار ڈالا ہی کے جملے سے ادا کیا جا سکتا ہے کہنا شروع کیا) تو کم از کم مجھے تو سخت حیرت ہوئی تھی جب ہم تین بجے صبح کو ہوٹل پہنچے تو مجھے خیال ہوا کہ اگر اسی وقت موٹر مل جائے تو جیزہ[1] جا کر اہرام اور اسفنکس (ابوالہول) بھی دیکھ آئیں۔ اگر اس وقت سو گئے تو صبح کو اٹھنا محال ہے تو پھر کون چودہ میل جائے گا اور چودہ میل واپس آئے گا؟ چنانچہ اسی وقت موٹر لے کر ہم جیزہ گئے تھے اور واقعی اس سے بہتر وقت بھی اس کام کے لیے نہیں ہو سکتا تھا۔ جس وقت ہم نے اسفنکس کو دیکھا تو ایک طرف سورج نکل رہا تھا اور دوسری طرف چودھویں کا چاند ماند جلد ہی پڑنے والا تھا۔ جیزہ سے واپس آکر صرف غسل کرنے اور ناشتہ کرنے کا وقت باقی تھا اور شیپرڈ ہوٹل میں صبح نو بجے سے پہلے نہ ہوتی تھی۔ بڑی مشکل سے ساڑھے نو بجے تن تنہا حاضری کھا کر ہم "الشعب" اخبار کے دفتر کو روانہ ہوئے تھے (اللہ اس زمانے میں اس نام سے نکل رہا تھا) مساجد اور جامع الازہر کے دیکھنے تک کا وقت نہ تھا صرف الشعب کے

---

[1] دریائے نیل کے دوسرے کنارے قاہرہ کے مقابل میں یہ بستی آباد ہے۔

www.taemeernews.com

ایک انگریزی داں سب ایڈیٹر سے ملاقات ہو سکی تھی اور گیارہ بجے پورٹ سعید کی طرف جانے والی گاڑی میں سوار ہو کر روانہ ہونا پڑا تھا تاکہ ۴ بجے شام کے جہاز پر سوار ہو جائیں اور مغرب سے پہلے لنگر اٹھ جائے اور ہم یورپ کا رخ کریں۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا تھا کہ ایک صاحب بہادر کو جہاز کا لنچ بہت عزیز تھا۔ اس بار صاحب لوگوں کو جہاز کی چائے بہت عزیز معلوم ہوتی تھی۔ اور گھنٹہ بھر انتظار کرنے پر بھی ایک صاحب کا پتہ نہ لگتا تھا بار بار کک کے خضر ان راہ جہاز پر چڑھتے تھے اور پھر اتر کر لانچ پر آتے تھے۔ آخر بار اترے تو کہا ابھی ایک صاحب بہادر غسل فرما رہے ہیں۔ اب تو ہم سے نہ رہا گیا اور میں نے کچھ کھانے کا مطالبہ کیا۔ کھانے کے کمرے کا ہیڈ اسٹیورڈ بہت معقول آدمی ہے دوڑا ہوا گیا اور کچھ نارنگیاں اور کچھ سیب کچھ بسکٹ اور سب کے آخر میں کچھ گوشت کی "سینڈوچیس" بھی لے آیا۔ ان سب پر میں نے قبضہ کیا اور بالآخر چھ بجے ہم لوگ لانچ پر ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک کشتی پر ہر طرف رنگ برنگ کی جھنڈیاں آویزاں تھیں اور باجہ بج رہا تھا۔ ایک جہاز بھی اسی طرح آراستہ تھا۔ ساحل پر ایک طرف پولیس والے وردیاں پہنے کسی کے استقبال کے لیے صف بستہ کھڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ ہارون بے رئیس بلدیہ حج بیت اللہ سے اسی جہاز میں واپس آئے ہیں جو آراستہ کھڑا ہے اور آراستہ کشتی میں لوگ انہیں اس کو لینے آئے ہیں۔ اس سے پہلے ہمارے ساتھی مسٹر دید نے مذاقاً کہنا شروع کر دیا تھا کہ مولانا یہ سب آپ کا استقبال ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے یہاں کوئی نہیں جانتا لیکن چند ہی منٹ میں معلوم ہوا کہ نہیں کچھ لوگ یہاں بھی میرے خط و خال سے واقف ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے اسٹیم لانچ کے ایک مصری افسر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ شوکت علی محمد علی تو نہیں ہیں۔

اب میں اس طول طویل خط کو ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ مارسیلز سے جو خط ڈالا جائے گا اس میں ڈاکٹر احمد زادے سے ساحل سویز پر ملاقات اور ان کے

www.taemeernews.com

ساتھ قاہرہ تک سو سوا سو میل کے موٹر کے سفر اور قاہرہ میں سات گھنٹہ قیام مزار حضرت امام حسینؓ[1] پر جاکر فاتحہ پڑھنے جامع الازہر جانے اور وہاں کے مکتبہ اور درسگاہوں کی سیر کرنے رسل پاشا[2] کمشنر پولیس کی مجھے Continental Hotel میں میرے میزبان ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے کے ساتھ دیکھ کر اور پوچھنے پر کہ یہ کون ذات شریف ہیں اور یہ معلوم کرنے پر کہ "مولانا محمد علی" یکے از علی برادران حیرت زدہ رہ جانے کہ یہ شخص مجھے اطلاع ہوئے بغیر قاہرہ تک آپہنچا۔ عبدالحمید سعید بے کے مکان پر ایک پر تکلف دعوت کھانے اور مصری زعماء سے نیاز حاصل کرنے اپنے رفیق آکسفورڈ محمد پاشا محمود[3] وزیر مال سے ملاقات کرنے شیخ شادیش[4] سے گھنٹہ بھر تک دل کھول کر باتیں کرنے جمعیت شبان المسلمین کے مرکز میں جانے اور مصری نوجوانوں سے ملنے اور اپنے خیالات ان پر اسی طرح ظاہر کرنے' جس طرح زعمائے مصر کے سامنے ابوبکر پاشا جج بعدالت عالیہ کے ارشاد فرمانے پر عبدالحمید سعید بے کے مکان پر ظاہر کئے تھے' ہندوستانی طلبائے الازہر سے ملنے اور ان کے اور الازہر کے ایک بڑے عالم شیخ زنکلونی[5] کے مجھے اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لیے تشریف لانے اور شیخ قاضی ابوالعزائم[6] کے صاحبزادے اور اپنے رفیق سفر حج اور ہمارے معزز ترجمان کے ہمارے استقبال نیز ہماری مشائعیت کے لیے ان کے حکم سے

---

[1] جامع ازہر کے پاس ہی جامع حسینی ہے اس میں حضرت امام حسینؓ کا مزار بتایا جاتا ہے۔ مصر کے فاطمی خلفاء کے عہد میں تبرکاً یہ مزار بنادیا گیا۔

[2] مصر کی پولیس کے سب سے بڑے افسر یہ انگریز ہیں اور مصری حکومت نے ان کو پاشا کا خطاب دیا ہے۔

[3] مصر کی لبرل پارٹی کے لیڈر تھے' دو بار وزیر اعظم بھی بنے۔

[4] ڈاکٹر فواد' ڈاکٹر عبدالحمید سعید کے ساتھیوں میں سے تھے' عربی زبان کے بے مثل ادیب اور شعلہ بیاں مقرر تھے۔ انور پاشا کے دست راست کی حیثیت سے بڑے بڑے کام کئے۔ آخر عمر مصر میں واپس آگئے تھے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔

[5] آپ کا آزاد خیال علماء میں شمار ہوتا تھا۔ قرآن مجید پر بڑا عبور تھا۔ مرحوم شیخ عبدہ کے شاگرد تھے۔

[6] مصر کے ایک اہل طریقت بزرگ' خلافت کے احیاء کے بڑے داعی تھے۔

www.taemeernews.com

تشریف لانے گلاب کے پھولوں کے ایک خوشنما اور خوشبو دار گلدستہ کو ہندوستانی طلبہ کی طرف سے پانے اور بالآخر قاہرہ سے ایک عجیب کیفیت کی حالت میں رخصت ہونے کا حال انشاء اللہ جلد لکھا جائے گا' اس کا انتظار کیجیے اور اپنی صحت اور ہمدرد کی کامیابی کی دعا جو مانگ رہا ہوں پر آمین کہئے۔

پورٹ سعید آکر ہز ہائینس نواب صاحب پالن پور اور ان کے ساتھ ٹھاکر صاحب لیڈی کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی اور جب ایک بجے کے بعد جہاز میڈی ٹرینین (بحیرہ روم) میں اتنی دور چلا آیا کہ راہنما روشنیاں سب پیچھے رہ گئیں تو میں اپنے کمرے میں گیا اور نماز عشاء پڑھ کر ہندوستان کی آزادی اور تمام دنیا کی آزادی کی دعا کر کے سونے لیٹ گیا۔

سمندر میں کسی قدر جوش ہے مگر الحمد اللہ کہ سورج نکلا ہوا ہے۔ اور بارش نام کو نہیں ہے۔ موسم نہایت خوشگوار ہے۔ اب جہاز کے متعدد انگریز مسافر بھی نہایت تپاک سے ملتے ہیں بعض سے دیر تک سیاسی مسائل پر گفتگو بھی خوشگوار طریقہ پر ہوتی ہے۔ ایک صاحب نے جو پنجاب سول سروس میں تھے۔ اور اب بیکانیر میں ہیں اور جن کا نام مسٹر Rudkin ہے۔ مصنف Lost Dominion کی تازہ ترین تصنیف Garden of Adonis پڑھنے کو دی ہے جسے تقریباً ختم کر چکا ہوں۔

اب مالٹا کا ساحل قریب ہے خط بند کرتا ہوں پہلی بار P.O. کے جہاز Wealth سے سوار ہو کر جا رہا ہوں اس لیے خط کو یہیں سے ڈالنے کا موقعہ مل گیا۔ پرسوں انشاء اللہ مارسیلز پر جہاز لنگر انداز ہوگا۔ میں نے سوائے آپ دو حضرات کے یہاں سے کسی کو خط نہیں لکھا ہے۔ میرے گھر میں خیریت کہہ دیجیے گا اور نیز شوکت علی صاحب اور عرفان صاحب کو لکھ دیجیے گا۔

آپ کا دعاگو
محمد علی

www.taemeernews.com

(۶)

قاہرہ میں ایک دن

۵۱ کیونڈش روڈ کلیپھیم پارک لندن۔ایس۔ڈبلیو

۱۲۔ ۱۸جولائی

پیارے ماجد میاں و ظفر الملک و جعفری السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید کہ گذشتہ ہفتوں میں ..... بیگم صاحبہ اور مولانا عرفان کے نام کے خطوط سے آپ کو میرے متعلق کافی اطلاع مل گئی ہو گی۔ آج ایک ماہ اور ایک ہفتہ کے بعد ۱۱جون کی داستان جہاں اسے مالٹا کے قریب سے لکھتے ہوئے خط میں چھوڑا تھا' پھر شروع کرتا ہوں۔ ابھی ایک عزیز کرمفرما کا جنھیں بظاہر میری مصروفیتوں کا ابھی تک مطلق تجربہ نہیں' خط آیا ہے جس میں نہایت اصرار سے درخواست کی گئی ہے کہ جس طرح میں نے ماجد میاں و "شرکاء" کو بہت دلچسپ اور بہت طویل خط لکھا ہے اسی طرح ہفتہ میں کم از کم ایک خط انھیں بھی لکھا کروں۔ شاعری کی طرح دلچسپ اور طویل خط لکھنا کار بیکاران است۔ جہاز میں سوائے خط لکھنے و سونے کے اور مشغلہ ہی کیا تھا۔ لیکن اب ڈاکٹر سے ہفتہ میں تین بار ملاقات ہوتی ہے جو گھنٹہ بھر تک رہتی ہے۔ اس لیے یہاں سے تیار ہو کر جانا زمین دوز ریل یا "او منی بس" (بمعنی سب کے لیے یا میری اصطلاح میں غریب پرور) یا ٹریم کا سفر پھر چوراہہ پر بھیڑ کو چیر کر' موٹروں بسوں اور ٹریموں سے بچ کر ان کے مطب تک پیدل جانا' قدرے انتظار کرنا پھر اسی طرح واپس آنا۔ یہ مشغلہ بھی دو گھنٹہ سے کم کا نہیں پھر ورزش وغیرہ الگ رہی۔ اس کے علاوہ جب گھر سے نکل کر سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ان کو ملنے کے لیے جایا جائے تو یہ بھی مشکل ہے کہ

www.taemeernews.com

فوراہی واپس آیا جائے۔ کسی نہ کسی اور سے بھی ملنا ہو ہی جاتا ہے۔ یا سینما یا تھیٹر میں دل بہلایا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے نکلنے کے بعد پانچ چھ گھنٹہ سے کم میں واپسی نہیں ہوتی۔ پھر بالعموم خط لکھنے کے لیے جمعرات ہی کو جس دن ہفتہ کی ڈاک ہندوستان جاتی ہے بیٹھا جاتا ہے اور اکثر ناممکن ہوتا ہے کہ اس دن بھی کسی سے نہ ملا جائے یا کہیں جانا نہ پڑے۔ چند گھنٹوں میں بیوی کو بچیوں کو بھائیوں کو' دامادوں کو' مہاراجہ صاحب الور کو' آپ حضرات کو مولانا عرفان کو اور دوسرے' دوست احباب اور اعزہ کو بہت دلچسپ اور بہت طویل خطوں پر اصرار اور وہ بھی ہر ہفتہ کم از کم ایک خط کس طرح لکھا جائے۔

صاحبو! میں "ہمدرد" کی اڈیٹری ہی سے تنگ تھا گاڑی پچھاڑی تڑا کر یہاں بھاگ آیا۔ مگر اب یہ بہت دلچسپ اور بہت طویل خطوں پر اصرار اور وہ بھی ہر ہفتہ کم از کم ایک خط پر اصرار تو مجھے یہاں سے بھی مفرور ہونے پر مجبور کریگا۔ اور اھون البلیتن[1] کے طور پر "ہمدرد" کی اڈیٹری مجھ سے پھر کروا کر چھوڑے گا۔ جن نوجوان عقید تمند دوست نے جعفری سے میرا پتہ پوچھ کر اپنے محبت نامہ میں اس طرح اصرار فرمایا ہے' اور آپ لوگوں پر رشک کا اقبال جرم بھی کیا ہے وہ "ہمدرد" پڑھتے ہی نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ کچھ لکھا بھی کرتے ہیں اس لیے اگر آپ نے اس خط میں بھی "قارئین ہمدرد" کو شریک کر لیا۔ تو یہ معذرت ان کی نظر سے بھی گذرے گی اور امید ہے کہ وہ مجھے معاف فرمادیں گے۔ لطف یہ ہے کہ وہ محض ان خوش گپیوں ہی پر کفایت کرنا نہیں چاہتے جن سے اس قسم کے بہت دلچسپ اور بہت طویل خط بھرے ہوتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ مختلف موضوعات پر لکچروں کا ایک سلسلہ تیار کر کے بھیجا جائے جس میں پہلا موضوع فن صحافت ہو۔ میں اپنے جانشین موجودہ اڈیٹر "ہمدرد" کی طرح بار بار "ہمدرد"

---

[1] دو مصیبتوں میں سے کمتر۔

www.taemeernews.com

میں شکایت کر چکا ہوں کہ جو مسلمان حضرات (اور یہی حال ہندو حضرات کا بھی ہے) "ہمدرد" کی پالیسی کی اس وقت شکایت کیا کرتے ہیں جب خود ان سے اس کی اشاعت کی کمی کی شکایت کی جاتی ہے وہ حقیقتاً "ہمدرد" کو پڑھے بغیر ہی اس کی پالیسی پر ناک بھوں چڑھایا کرتے ہیں۔ جس طرح ہندو حضرات اسے متعصب ملی پرچہ کہتے ہیں اسی طرح مسلمان حضرات اسے ہندو پرست پرچہ کہتے ہیں اور

از مذہب من گبر و مسلمان گلہ دارد

لیکن یہ سب اسی وجہ سے کہ نہ ہندو اسے پڑھتے ہیں اور نہ مسلمان' اگر دونوں پڑھیں اور تعصب کی عینک اتار کر پڑھیں تو اسے ایک حق پرست' ملک دوست' ملت پرور پرچہ کہیں گے۔ اس طرح بے پڑھے اس کی شکایت کرنے کے لیے میں نے ایک لقب تجویز کیا تھا۔ جو "ہمدرد" کے ایک مقالہ افتتاحیہ کی سرخی تھا۔ اور وہ ایمان "بالغیب" کے جواب میں "کفر بالغیب" ہے! افسوس اپنے ان نوجوان دوست کے متعلق کیا کہوں جو "ہمدرد" کے اڈیٹر سے باصرار کہتے ہیں کہ "ہر ہفتہ کم از کم ایک خط" اور بہت دلچسپ اور بہت طویل خط لکھا کرو۔ اور فرمائش کرتے ہیں کہ فن صحافت پر ایک لیکچر سے اس سلسلہ کی ابتدا کرو۔ ارے بھائی "ہمدرد" کے کم از کم بیس مقالات افتتاحی اسی موضوع پر لیکچر تھے' مگر بظاہر دوستوں نے انہیں پڑھا نہیں' ان پر توجہ نہیں کی' اور دشمنوں نے جلد سے جلد بلا غسل و کفن و نماز جنازہ انھیں سپرد خاک کر دیا۔ اب پھر بعث بعد الموت پر کیوں اصرار ہے؟ ان عظام رمیم کا خیال ہی ترک کرو لخلق جدید کی طرف متوجہ ہو "شیطان" نکالو "حول" نکالو میرے دفتر پارینہ کو پڑھنا "داغہائے سینہ" کو تازہ رکھنا ہے۔ یہ کونسی ڈاکٹری اور کونسی جراحی ہے؟

خیر اب اجون کی داستان سنیے' غالباً میں نے یہاں تک تو مالٹا والے خط میں عرض کر دیا تھا کہ ہم سویز کی بندرگاہ پر اترے تو ڈاکٹر احمد فواد بے اور ان کے

www.taemeernews.com

ایک دوست دو موٹریں لیے موجود تھے۔ ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے کی زبردست اور بڑی موٹر میں تو میں نے مس رام' مسٹر وید اور مسٹر قاسم علی منجی کو (جنہیں ہم ڈاکٹر مونجے کہتے تھے) روانہ کیا اور خود میں اور ڈاکٹر احمد فواد بے اور ان کے دوست ڈاکٹر فواد کی بند موٹر میں روانہ ہوئے۔ راستہ ۹۰ میل سے زیادہ ہی ہوگا۔ اور عجیب بات ہے کہ سویز سے لے کر قاہرہ تک سوائے ریتلے میدان کے سارے راستہ میں کچھ نہیں۔ ایک بستی نظر نہیں آئی سوائے ان چند چوکیوں کے جو راستے میں پانچ جگہ بنادی گئی ہیں نہ کہیں انسان نظر آتا ہے نہ حیوانات نہ نباتات۔ ان چوکیوں میں البتہ ایک آدھ پیڑ اگتا نظر آیا اور ایک آدھ آدمی دکھائی دیا۔ میں نے اپنے دو مصری احباب کو صرف اسی لیے سویز بلایا تھا کے راستہ کے تین ساڑھے تین گھنٹے ضائع نہ جائیں۔ اپنا درد دل ان کو سنادوں' ان کے داستان غم ان سے سن لوں مگر راستہ کی ویرانی نے تو مدینہ منورہ کا سفر یاد دلایا۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

۱۹۲۰ء میں ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے وغیرہ سے روم میں رخصت ہوا تھا اس کے بعد کے تمام واقعات احمد فواد بے کو سنا دیئے تاکہ مصری احباب ہندوستان اور اس کے مسلمانوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔ اپنے یورپ بھیجے جانے کا بھی حال سنادیا جسے سن کر ڈاکٹر احمد فواد مہاراجہ صاحب الور کی فیاضی پر عش عش کرنے لگے۔ مصر کے بھی تمام حالات سنئے۔ میں ان دونوں حضرات کو جو تار دیا تھا اس میں لکھ دیا تھا کہ میرے آنے کی اطلاع میرے آکسفورڈ کے رفیق محمد پاشا محمود کو بھی کر دینا۔ وہ سعد پاشا زاغلول کے ساتھ جبرالٹر ہی میں اس وقت روک لیے گئے تھے جب کہ وفد ملز کمیشن کی (جو مصر کا سائمن کمیشن تھا) ناکامی و نامرادی کے بعد یورپ جارہا تھا اور جس طرح اس وقت

www.taemeernews.com

چھنڈواڑہ میں میں نظر بند تھا۔ وہ جبل الطارق میں نظر بند کر دیے گئے تھے۔ پھر جب ۱۹۲۱ء میں نظر بندی کے بعد وفد خلافت کو لے کر یورپ گیا تھا وہ سعد پاشا زاغلول اور ان کے شرکاء کے ساتھ یورپ کو گئے تھے۔ بالخصوص ان کو سعد پاشا نے گفت و شنید کے لیے انگلستان بھی جانے دیا تھا کیونکہ وہ انگریزی جانتے تھے انگریزوں میں مدتوں رہے تھے اور مقبول بھی تھے۔ سعد پاشا زاغلول کے متعلق عام طور پر ہندوستان میں یہ غلط فہمی ہے وہ تلک مہاراج کی طرح انگریزوں سے بد دل اور ان کی مصر میں مداخلت سے ہمیشہ سے بیزار تھے۔ لیکن حقیقتاً وہ مصر کے رومیش چندر دت یا سری کرشن گپتا سے زیادہ نہ تھے۔ لارڈ کرامر کے زمانہ میں محکمہ تعلیمات کے وزیر رہ چکے تھے وہ بڑے معتدل (ماڈریٹ) تھے ہرگز انتہا پسند (اکسٹریمسٹ) نہ تھے البتہ بڑے عہدہ مقرر ہونے کی وجہ سے انہوں نے وفد کے سرکردہ ہو کر وہ مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ جس نے بیچاری "حزب الوطن" (اکسٹریمسٹ نیشلسٹ پارٹی) کی اس ہر دلعزیزی کو مٹا دیا تھا حالانکہ وہی پارٹی مصر میں تلک مہاراج کی انقلابی پارٹی کا جواب تھی اور مرحوم مصطفےٰ کامل پاشا اور ان کے جانشین مرحوم فرید بے لوکمانیہ تلک کا مصر میں جواب تھے چونکہ محمد پاشا محمود انگریزوں میں سعد پاشا زاغلول سے بھی زیادہ مقبول تھے اور جب کانپور کے قضیہ کے بعد میں ۱۹۱۳ء میں ولایت آیا تھا۔ تو وہ پورٹ سعید کے گورنر تھے اور جہاں تک میرا خیال ہے لارڈ کچز سے ان کے تعلقات بھی بہت اچھے تھے اور وفد کی شرکت میں جبر الٹر میں نظر بند ہونے کی بعد غالباً ۱۹۲۲ء میں جب کہ مصر کی نام نہاد "آزادی" کے خلاف سعد پاشا زاغلول نے شورش کی تھی وہ وفد پارٹی سے الگ ہو گئے تھے۔ اس لیے میرا خیال تھا کہ موجودہ مشترکہ اتحادی حکومت میں جس میں وفد کی پارٹی ان کی پارٹی نے کولیشن کر لی تھی وہ گرم نہ ہوں گے بلکہ نرم ہوں گے۔ لیکن مجھے ڈاکٹر احمد فواد بے سے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ

www.taemeernews.com

وفد والوں سے کچھ زیادہ ان کی "گرمی" رہی در "حزب الوطن" کو آج کل ان پر اعتماد ہے۔ وفد والوں پر سعد پاشا زاغلول ہی کے زمانے "حزب الوطن" کو (جسے اب نو چینجر Nochanger کہیے) زیادہ اعتماد نہ تھا اور اب تو مصطفےٰ پاشا النحاس کی قبطی سرپرستی اور زیادہ تر محض زبانی جمع خرچ نے اس رہے سہے اعتماد کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔

قاہرہ سے چلتے وقت میں نے اسٹیشن پر سے چند عربی اخبارات خرید لیے تھے انہیں پڑھا تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصری مصطفےٰ پاشا وزیر اعظم (سابق) پر اعتراض کر رہے ہیں کہ کیوں لارڈ جارج لائڈ صاحب سے روز روز جا کر ملاقاتیں کیا کرتے ہیں اور قبطیوں کے سردار ولیم مکرم صاحب پر کیوں اس طرح لٹو ہیں کہ وہ جو چاہتے ہیں ان سے کرا لیتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ محکمہ مال میں سینکڑوں عہدہ داروں میں سوائے چند کے باقی سب قبطی یعنی عیسائی ہیں۔ ہمارے ہندو بھائی جو کسی مسلمان کے تقرر پر اس طرح ناک بھوں چڑھایا کرتے ہیں مصر آکر دیکھیں تو انھیں معلوم ہو کہ مسلمانوں کی اکثریت نے جو مصر میں اس قدر ہے جس قدر صوبہ سرحد میں ہے عیسائی اقلیت کے ساتھ کتنی رعایت کی ہے۔ میں نے حقیقی حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ قبطی عیسائی یوں تو مصری مسلمانوں کے ساتھ قوم پروری اور ملک دوستی اور حریت طلبی کا بڑے زور شور سے دعویٰ کیا کرتے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ انگریزوں سے بھی ملے ہوئے ہیں اور دونوں طرف سے خوب اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ اگر یہ حالات مجھے معلوم نہ ہوتے تو میں اپنے دوست محمد پاشا محمود کے متعلق بدگمانی سے کام لیتا وہ پہلے مواصلات Communications کے وزیر تھے اور اب وزیر مال تھے اور انہوں نے استعفا پیش کر کے وفد والوں کی حکومت کا خاتمہ کرا دیا۔ اگر میں چند گھنٹے کے لیے قاہرہ ۹ جون کو نہ گیا ہوتا تو ڈر تھا کہ یہ سمجھتا کہ محمد پاشا محمود لارڈ جارج لائڈ سے

www.taemeernews.com

مل گئے اور سعد پاشا زاغلول کی پارٹی کو حکومت سے خارج کرادیا۔ مگر حزب الوطن بھی اس معاملہ میں مصطفیٰ پاشا النحاس کے خلاف ہے اور ان کی وزارت کا اخراج مصر کے حقیقی وطن پروروں کی مرضی کے خلاف نہیں ہوا۔ میں قاہرہ میں محمد پاشا محمود کے مکان پر کارڈ چھوڑ آیا تھا۔ لیکن جب اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے حزب الوطنی کے گھر کھانا کھانے کے لیے واپس آیا تو ہمارے آکسفورڈ کے دوست "محمود" مجھ سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ افسوس ہے کہ ان کی ایک عزیزہ کا اسی دن انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے شرکت نماز جنازہ و تجہیز و تکفین کے لیے مجھ سے معذرت کر کے چلے گئے کھانے میں جس پر وہ بھی مدعو تھے شریک نہ ہو سکے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان کے متعلق مصر کے قوم پروروں کے خیالات بہت اچھے ہیں۔ جنگ کے دوران میں وہ ضرور ترکوں کے طرفدار نہ تھے لیکن وہ مصر کو انگریزوں کی غلامی میں رکھنے کے بھی قائل نہیں ہیں اور کبھی خود غرضی کے باعث انگریزوں کی خوشامد نہیں کرتے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ انگریزی استعمار کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ بھی کر سکیں گے یا نہیں۔ بظاہر ان کے پاس اس مقابلے کے لیے کوئی آلات نہیں۔ میرا خیال ہے کہ مصر کی حالت بھی ہندوستان ہی کی طرح ہے لفاظی بہت زیادہ ہے اور عمل کم اور خود غرضیاں تن آسانیاں بھی ہیں ۔جو لوگ خود غرض نہیں ہیں وہ بھی تن آسانیاں پسند کرتے ہیں۔ دونوں جگہ حسرت کے اس شعر کو دل نشیں کرانے کی ضرورت ہے

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوئیں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

سعد پاشا زاغلول کی لفاظی اور عمل میں "اعتدال پسندی" نے اسی طرح مصر والوں کو حزب الوطن سے توڑ لیا۔ جس طرح ہمارے سوراجیوں کی لفاظی نے ہندوستانیوں کو نو چینج No Change اور نان کو آپریشن پارٹی کی طرف کھینچ لیا

www.taemeernews.com

تھا۔ لیکن جس طرح اب سر نیو اس آئنگر جیسے ایماندار سوراجی اس کے قائل ہوتے جاتے ہیں کہ ان کی کونسل بازی بیکار بلکہ مضر شے ہے۔ اسی طرح مصر کے لوگ بھی اب وفد والوں کی لفاظی سے مایوس ہو رہے ہیں اور غالباً جلد حزب الوطن کی طرف رخ کریں۔ بظاہر ایک ہمت والے جوش والے اور کام کرنے والے قائد کی ضرورت ہے۔ میں حافظ بے رمضان سے جو حزب الوطن کے چار پانچ ارکان پارلیمنٹ کے صدر ہیں ملا۔ نہایت خوش رو شخص ہیں اور خوش گو بھی معلوم ہوتے ہیں، مگر مصطفےٰ کامل پاشا کی سی بات نہیں۔ حالانکہ ضرورت اسی کی ہے۔ عمر کوئی ۳۵ یا ۴۰ سال کی ہوگی۔ ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے جو غالباً اس پارٹی کے نائب صدر ہیں وہ نہایت قوی الجثہ اور بلند قامت ہیں اور انھیں میں مصری شوکت کہا کرتا ہوں۔ وہ نہایت پرجوش ہیں اور صاحب ثروت بھی ہیں اور مجھے روم Room ہی میں یہ سن کر تعجب ہوا تھا کہ ان کو قانون پر ایک تحقیقاتی مقالہ Thesis لکھنے میں پیرس کی یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی ڈگری دی تھی، نہایت پرجوش مقرر ہیں۔ جنگ کے زمانہ میں جب جمال پاشا کی فوج مصر پر حملہ کرنے کے بہانہ سے اس طرف بڑھی تھی کہ سر آئن ہملٹن Sir Ion Hamiltin کی فوج گیلی پولی یا بوخاز پر فوراً اس وقت حملہ نہ کر دے جب کہ ترک مدافعت کے لیے تیار نہ تھے۔ تو ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے ترکی فوج اور عرب رعایا کے درمیان واسطہ کے افسر Li-asson officer تھے تاکہ سیاسی مقامی حالات سے فوج کو واقف اور آگاہ رکھیں۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ حزب الوطن کے ایک پرانے روح رواں سے ان سے حال میں کسی قدر ناچاقی ہو گئی ہے۔ مگر میں اس کا زیادہ ذکر نہیں کرتا اس لیے امید ہے کہ یہ جلد دور ہو جائے گی الحمد اللہ کہ یہ اور ان کے ساتھی باوجود اس کے کہ ان کی پارٹی کا نام حزب الوطن ہے وطنیت کی بت پرستی میں گرفتار نہیں۔ شاید آپ نے سنا نہ ہو میں نے عربی میں Epigrammas بنانا[1] شروع کر دیے ہیں۔ چنانچہ

---

[1] ظرافت آمیز جملے

www.taemeernews.com

نے سنانہ ہو میں نے عربی میں Epigrammas بنانا [1] شروع کر دیے ہیں۔ چنانچہ دو سال ہوئے میں نے حجاز میں ارباب موتمر کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ "الوطنیت هی الوثینت" (وطنیت وثیت یعنی بت پرستی ہے) جب ڈاکٹر عبدالحمید بے سے روم میں ملا تھا تو اس شوکت مصر کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا بھی رہا کرتا تھا جس کی موٹھ سونے کی تھی جس پر اہرام مصر کی تصویر اور یہ الفاظ کندہ تھے المصر للمصرئین (مصر، مصر والوں کے لیے ہے) میں اس زمانہ میں اس پر اعتراض کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس پر کرہ ارض کی تصویر ہونی چاہیے۔ اور یہ الفاظ کندہ ہونے چاہیں "المخلوقات للخالق" یا دوسرے الفاظ میں "العالم الاسلام" الحمد اللہ کہ ڈاکٹر صاحب نے جو جمعیت شبان المسلمین عیسائیوں کے Y.M.C.A کے جواب پر قائم کی ہے اس کے نوجوان ارکان کو وطن پرور اور حریت پسندی کے ساتھ ساتھ اسلام یا باصطلاح یورپ (Panislamism) کا بھی سبق سکھایا جاتا ہے اور اسٹیشن جاتے جاتے واپسی پر میں جمعیت شبان المسلمین کی دعوت پر ان کے نئے صدر مقام کی زیارت بھی کر آیا ہوں۔ وہاں جمناسٹک، ٹینس اور بلیرڈز اور موسیقی کے علاوہ نماز باجماعت کا بھی انتظام ہے اور وضو کرنے کی تمام سہولتیں ہیں۔

مجھے رخصت کرنے پر ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے نے ایک زبردست تقریر میں کہا مسلمانان ہندوستان کے لیڈروں کو اسلامی ممالک بھی جانا چاہیے صرف یورپ کی سیر ان کے لیے کافی نہیں۔ جس کے جواب میں میں نے اسی وقت عرض کر دیا کہ باوجودیکہ ہندوستان اس قدر مفلس اور مصر نسبتاً اس قدر متمول ہے۔ ہم لوگ اسلامی ممالک میں جاتے رہتے ہیں اور وہاں کے حالات سے باخبر ہیں۔ لیکن مصر کے قائدین ہندوستان نہیں آتے نہ ہمارے حالات سے با خبر نہ ہماری اس قدر مدد کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کرتے کہ خود آتے ہیں بلکہ اپنے تجربہ کار گورنروں کو آپ کی خدمت کے لیے بھیج دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ

www.taemeernews.com

ہمارے مجلس کے افسر اعلیٰ لارڈ جارج لائڈاب آپ کے مجلس کے افسر اعلیٰ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ابھی اور ممالک اسلامی کسی قدر سو رہے ہیں اور اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے میں ان کا عالم بیداری شروع نہیں ہوا۔ یہ اس لیے نہیں کہ وہ ہم سے کم سمجھ دار ہیں بلکہ ان کو خدا کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ ان کی بیداری میں دیر ہو گی۔ اس لیے کہ وہ خواب غفلت میں بھی بہت دیر میں گرفتار ہوئے تھے بچے صبح ہوتے ہی بیدار ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کے بزرگ دیر میں سو کر اٹھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے بچوں کو سلا بھی جلدی دیا جاتا ہے۔ ہم سب ہندوستان والے بد بختی سے سب سے اول سونے ہوئے تھے۔ حکومت سب سے پہلے ہم نے کھوئی ہے اس لیے ہم مصریوں اور ترکوں اور ایرانیوں اور شامیوں وغیرہ سے پہلے گرفتار ہو گئے۔ آپ کی حکومت کو گئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے اور الحمد اللہ ترکوں اور ایرانیوں کی حکومت جاتے جاتے بچ گئی۔ یورپ کی وطنیت کا فیشن اب وہاں چل چلاؤ پر ہے لیکن اسلامی ممالک اب جا کر اس کو اختیار کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی اس بت پرستی سے باز آجائیں گے اور اس خدا پرستی کی طرف پھر آئیں گے جس کا نام اسلام یا پین اسلامزم ہے میں نے اقبال کی فارسی نظم جو طارق پر انہوں نے کہی تھی۔ ترجمہ کر کے سنائی اور ان سے بھی اس لازوال اصول کی داد تحسین حاصل کی۔

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

اسی سلسلہ میں اشارتاً اور کنایتاً میں نے طٰہٰ حسین[1] کی فیشن الحاد اور عبدالرازق[2] کے "فیشن تفریق بین ایساست والدین" کی خوب ہنسی اڑائی اور

---

[1] مصر کا مشہور اندھا ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین' آپ جامعہ مصریہ کے کلیہ ادب کے پرنسپل ہیں اور اپنی آزاد خیالی کی وجہ سے بہت بدنام ہیں۔

[2] شیخ عبدالرزاق محکمہ اوقاف کے وزیر تھے۔ اسلام کے نظام سیاست پر ایک کتاب لکھنے کے جرم میں معتوب ہوئے۔ وزارت سے برطرف کر دیئے گئے اور ازہر کی ڈگری چھین لی گئی۔ آپ سیاست اور مذہب میں تفریق کے بڑے داعی تھے۔

www.taemeernews.com

غرض کیا ہمارے بعض ترکی شامی مصری بھائی کہتے ہیں کہ آج متمدن دنیا کے رہنے والے اس طرز معاشرت پر لکیر کے فقیر کی طرح کیسے جمے رہ سکتے ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے ایک بدوی عرب نے عرب کے ریگستان میں اختیار کیا تھا۔ لیکن ان حضرات سے پہلے کوئی پوچھے کہ آج آپ کا اس سورج کی روشنی پر کیوں انحصار ہے جو تیرہ ہزار برس سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح وہ قوانین قدرت جن کو ہم نظام شمسی میں صدیوں سے رائج دیکھتے ہیں۔ آج بھی نافذ دیکھتے ہیں اسی طرح اخلاقی قوانین بھی ہمیشہ سے نافذ ہیں اور آج بھی انھیں رائج ہونا چاہیے اور انھیں کا نام نظام اسلام ہے۔ اسلام کسے کہتے ہیں یہ تیرہ سو برس سے نافذ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے نافذ ہے اور ہمیشہ نافذ رہے گا "فطرة الله التی فطر الناس علیهالاتبدیل لخلق الله" اس سارے مجمع میں کیا دو شخصوں کی بھی شکل ایک ہی سی ہے اور اسی مجمع پر کیا منحصر ہے کیا سارے عالم میں دو شخص یکساں صورت کے ہیں۔ لیکن بدصورت سے بدصورت انسان کو بھی انسان سمجھا جاتا ہے کوئی اس پر جانور ہونے کا شبہ نہیں کرتا۔ مختلف اقطاع عالم کے انسانوں کی صورتیں بھی مختلف ہوتی ہیں لیکن مراکشی ہو یا چینی قطب شمالی کی قریب کا رہنے والا ہو یا قطب جنوبی کا کسی کی شکل ایسی نہیں کہ ہم اس کو جنس انسان سے خارج سمجھیں۔ خیالات اور افکار کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن یکسانیت بھی یکساں ہے' اور جس طرح فرق مکانی کے باوجود یکسانیت ہے اسی طرح فرق زمانی کے باوجود بھی صورتوں اور افکار میں یکسانیت ہے لاتبدیل لخلق الله پھر اس تمام مخلوقات کے خالق سے زیادہ صحیح ہدایات ہمارے طرز معاشرت کے لیے ہمیں کون دے سکتا ہے انھیں ہدایات کا نام اسلام ہے۔ اور قرآن کریم ہی تمام افکار عالم اور تمام زمانہ کے انسانوں کے لیے نظام نامہ ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ ہی کی زندگی ہر مکان اور ہر زمان کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ اس استدلال سے تمام جمعیت شبان المسلمین بے حد محظوظ ہوئی۔ اور انہوں نے بڑے زور سے تالیاں بجائیں۔

www.taemeernews.com

خیر یہ تو رخصت کے وقت کے حالات ہیں۔ میں نے آمد کا ذکر ابھی شروع بھی نہیں کیا ہے چنانچہ اب اس پر آتا ہوں۔ ہماری موٹر سڑک کے ایک پتھر سے چوٹ کھا کر کچھ بگڑ سی گئی اور اس کی اصلاح میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا بیڑی ٹوٹ گئی اور اگر پیچھے سے ٹامس کک کی دو موٹریں نہ آئی ہوتیں تو مشکل ہو جاتی۔ ان میں ایک کے پاس سے بالآخر ایک بیڑی حاصل کی اور پونے گیارہ بجے عبدالحمید سعید بے کے گھر آکر اترے۔ سب سے پہلے برطانوی استعمار کا نظارہ کیا یعنی افواج برائے قبضہ (Occupation Army) کا ہوائی اسٹیشن Aerodrome جہاں ہیلیو پولس Heliopolis کے قریب برطانوی ہوائی جہاز نظر آیا اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مصر کو اب تک ایک ہوائی جہاز بھی میسر نہیں آیا۔ مگر برطانوی طیاروں کا مرکز موجود ہے۔ ہیلو پولس Heliopolis کو قاہرہ کی نئی دہلی سمجھیے مگر نہایت ہی خوبصورت ہے اس لیے کہ تعمیر مراکشی ہے۔ ایک ہندو مندر بھی نظر آیا مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ایک فرانسیسی کا سکونتی مکان ہے۔ شاہی محل کے قریب فوجی بارکیں بھی دیکھیں اور معلوم ہوا کہ ہر مصری رجمنٹ کے ساتھ ایک ایک برطانوی رجمنٹ بھی قیام فرما ہے۔ عبدالحمید سعید بے کے مکان پر پہنچتے ہی قاضی ابوالعزائم[1] کی طرف سے ایک وفد استقبال کے لیے آیا ان کا نوازش نامہ بھی ملا اور تار بھی۔ اس وفد میں ان کے صاحبزادے اور ہمارے مکہ معظمہ کے سب سے پہلے ترجمان بھی تھے جو یہاں وکیل ہیں۔ ان کے بعد موتمر کے آخری اجلاسوں کے قائم مقام سیکرٹری جنہوں نے توفیق شریف[2] کی کاہلی اور سازش نوازی کے لازمی نتیجہ سے بچا کر موتمر کی روداد کا ایک مکمل خلاصہ

---

[1] مصر کے ایک صاحب طریقت بزرگ تھے۔ خلافت اسلامیہ کے احیاء کے بڑے متمنی تھے۔ ہندوستان کے حالات سے بڑی دلچسپی تھی۔

[2] ایک شامی نوجوان تھے۔ ہندوستان بھی آئے تھے۔ سلطان ابن سعود کے حامیوں میں سے تھے۔ بعد میں ان سے بھی اختلاف ہو گیا۔

www.taemeernews.com

آخری جلسہ ہوتے وقت ہمیں سنایا تھا۔ اور جو سعود ابن عبدالعزیز ولی عہد نجدی کے جہاز میں مصر جاتے وقت ہمیں ینوع میں ملے تھے۔ یہ علی حسن "الاخبار" کی طرف سے انٹرویو لینے آئے اخبار "ایساستہ" میں کراچی کے محمد خاں کا تار چھپا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ابن سعود کے قتل کے لیے شوکت صاحب امام یحیٰ کے ساتھ سازش کر رہے ہیں اور اس کے متعلق ایک شخص کے پاس سے ابن سعود کو خطوط ملے ہیں۔ جن میں شوکت صاحب کا بھی ایک خط ہے۔ "ہمدرد" اور "خلافت" میں اس سازش کے انکشاف کی اچھی طرح دھجیاں اڑا دی گئی ہیں اور میں جانتا تھا کہ آپ لوگ اس کام کو اچھی طرح انجام دیں گے۔ لیکن میں خوش ہوا کہ "اس سازش اور اس کے انکشاف" نے مجھے ابن سعود کی ملکیت اور اس کے مرکز اسلام میں مذہبی جبر و اکراہ کے خلاف اپنے خیالات ظاہر کرنے کا اچھا موقعہ مل گیا اور میں نے ایک مربوط مدلل اور مبسوط بیان میں ان خیالات کا اچھی طرح اظہار کر دیا جس سے آپ لوگ اور قارئین "ہمدرد" اچھی طرح واقف ہیں۔ نہ معلوم علی حسن صاحب نے "الاخبار" کی کچھ کاپیاں آپ کو اور "خلافت" کو بھیجیں یا نہیں، میں ان سے کہہ آیا تھا کہ ایک درجن کاپیاں میرے نام ٹامس کک کے پتہ سے لندن بھیج دیجیے گا مگر افسوس یا تو انہوں نے بھیجی نہیں یا وہ پہنچی نہیں۔ صرف ایک کاپی ایک ہندوستانی بھائی کی بھیجی ہوئی جن کی کنیت ابوالنصر[1] ہے مجھے ٹامس کک کی معرفت ملی۔ اور میں نے ملتے ہی اس کے ابتدائی حصہ پر ایک سرسری نظر ڈال لی۔ مگر افسوس اس کے دوبارہ مطالعہ سے پہلے ہی ضائع ہو گئی اور یہ میری سستی کا نتیجہ ہے کہ اب تک میں نے مصر سے اور کوئی کاپی نہیں منگائی۔ انشاء اللہ آج مصر لکھوں گا کہ اس پرچہ کی چند کاپیاں مجھے اور

---

[1] بھوپال کے ایک طالب علم جو کافی عرصہ سے مصر میں مقیم ہیں۔ موصوف عربی زبان میں بڑا ملکہ رکھتے ہیں۔ اور اکثر مصری اخبارات اور رسائل میں مضامین لکھتے رہتے ہیں۔

www.taemeernews.com

آپ کو ارسال کر دی جائیں اور ''الاخبار'' کے لیے ''خلافت'' اور ''ہمدرد'' اگر جاری نہیں ہیں تو جاری کر دیئے جائیں۔

اس تمام ملاقات میں ڈاکٹر احمد فواد بے میرے ترجمان تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ عجاج [1] سے بھی بہتر ترجمان ہونگے۔

جامعہ ازہر کی زیارت کی۔ سینکڑوں طلباء مسجد میں کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے تھے' کچھ کھانا کھا رہے تھے' کچھ کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ کتب خانہ دیکھا چند نادر کتابیں دیکھیں چند علماء کے مزارات پر فاتحہ پڑھی اور مسجد میں داخل ہونے کا تحیتہ دو رکعات نماز پڑھی۔ طالب علم ساری دنیائے اسلام سے آئے ہوئے ہیں اور تقریباً سب کے سب غریب اور مفلس معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے خدا سے دعا مانگی کہ ان کو علماء سو کے پنجے سے نکال کر اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمادے اور ان کو سچا مسلمان بنادے تاکہ پہلے مسلمان ہو جائیں اور پھر صحیح اسلام کے نور کا جھنڈا چار دانگ عالم میں پھیلائیں۔ ان کے بعد اتنا وقت نہ تھا کہ امام شافعی کے مزار تک جاتا اس لیے کہ وہ دور تھا۔ محمد علی پاشا کی مسجد کی سیر کی۔ واپسی میں محمد پاشا محمود کے گھر جا کر کارڈ چھوڑا اور پھر ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے کے گھر واپس آیا۔ یہاں مصر کے بہت سے زعماء جن میں سیاسین' شعراء' جریدہ نگار' مورخ اور چند بڑے عہدہ دار شامل تھے جمع تھے۔ سب سے ملاقات کی اور اس کے بعد کھانے کے کمرہ میں گیا کھانا دو لمبی میزوں پر چنا ہوا تھا جو معمولی میزوں سے زیادہ اونچی اور ''بوفے'' (Buffet) کی میزوں کی طرح تھیں جہاں کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی کھڑے ہو کر کھانا کھایا' کھانا مصری تھا جو تقریباً یورپین کہا جا سکتا ہے مگر اس کی مقدار بالکل ایشیائی تھی اس لیے کہ تیس آدمیوں کے خوب پیٹ بھر کر کھانے کے بعد کوئی ڈیڑھ سو

---

[1] فلسطین کے ایک نوجوان ادیب انگریزی زبان پر بڑا عبور ہے' عربی کے مشہور انشاپرداز ہیں' آپ نے امریکی مصنف کی ''جدید دنیائے اسلام'' کا عربی میں ترجمہ کیا اور عربی سے اردو میں ترجمہ ہوا ہے۔

www.taemeernews.com

کے لیے کافی کھانا بچا تھا۔ گوشت کے ٹکڑوں کو اس خوبصورت طریقہ سے جمع کیا گیا تھا کہ بالکل ایک باشتیہ اونٹ معلوم ہوتا تھا۔ عمر بھر میں شاید ڈٹ کر میں نے کبھی کھانا کھایا ہوگا اور میری کیفیت بالکل ان بزرگ کی سی تھی جو کسی دعوت میں جاتے تھے تو پہلے تو خوب کھل کھلا کر ہنستے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ ہنسی بند ہو جاتی تھی اور بالکل خاموش ہو جاتے تھے اور آخر میں رو پڑتے تھے یہاں تک کہ چیخیں مارنے لگتے اور جب پوچھا جاتا تھا کہ حضرت یہ کیا ماجرا ہے تو فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جب اتنا لذیز اور کثیر المقدار کھانا دیکھتا ہوں تو خوشی کو ضبط نہیں کر سکتا۔ پھر جب کھاتے کھاتے پیٹ بھرنے لگتا ہے تو اس فکر میں مبتلا ہو جاتا ہوں کہ جو کچھ دستر خوان پر ہے اس کو کسی طرح ختم کروں اور جب ناممکن ہو جاتا ہے کہ ایک نوالہ بھی اور کھاؤں تو باقی کھانے کو دستر خوان پر دیکھ کر آنسو نکل پڑتے ہیں اور میں عالم حسرت میں چیخیں مار کر نہ روؤں تو کیا کروں۔

کھانے کے بعد جب قہوہ اور آئس کریم کا دور چلا تو چند عمائد مصری سے مختصر سی گفتگو ہوئی اور بالآخر ایک بزرگ نے اصرار فرمایا کہ میں عالم اسلام کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کروں اور بتاؤں کہ مسلمانوں کی اصلاح کی میرے نزدیک کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا کہ جس طرح آج ہمارے بعض ترک بھائی سمجھتے ہیں اسی طرح مجھے خوف تھا کہ میں بھی سمجھنے لگوں کہ جو شکست ہم کو یورپ نے دی اس کا سبب یہی ہے کہ ہم اسلام کے غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ اور یورپ کی تقلید نہیں کرتے۔ مگر الحمد اللہ کہ میں اس غلطی میں مبتلا ہونے سے بال بال بچ گیا۔ افسوس ہے کہ میں اسلام سے تو زیادہ واقف نہ تھا مگر یورپ سے خاصی طرح واقف ہو گیا تھا اور اس کے تہذیب و تمدن کے فریب میں مبتلا نہ ہو سکا۔ اسلام سے میں جس قدر واقف ہوا۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ ہماری تباہی کا سبب یہ نہیں ہے کہ ہم اسلام کے سچے پیرو ہیں اور

www.taemeernews.com

یورپ کا اتباع نہیں کرتے بلکہ اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ ہم حقیقی اسلام سے دور جا پڑے ہیں اور اس پر عامل نہیں ہیں اور یورپ پھر بھی بعض چیزوں میں اسلام کا اتباع کر رہا ہے۔ جوں جوں میں اسلام کی حقیقت سے اور زیادہ واقف ہوتا گیا میرا یہ گمان درجہ یقین تک پہنچتا گیا اور اب تو میں اپنی زندگی کو اس مشن کی لیے وقف کر چکا ہوں کہ پہلے خود مسلمان بنوں پھر اور مسلمانوں کو مسلمان بناؤں اور بالآخر چار دانگ عالم میں نور اسلام پھیلاؤں۔ ہم مسلمان وہی غلطی کر رہے ہیں جس کے باعث کفار تباہ حال ہوئے یعنی ہم نے انسانی زندگی کے دو ٹکڑے کر ڈالے اور جسم کو روح سے اور روح کو جسم سے الگ کر کے اپنے اوپر موت کی سی کیفیت طاری کر دی۔ ہم نے دین اور دنیا میں تفریق کر دی حالانکہ دین دنیا کے صحیح طور پر برتنے ہی کا نام ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ رسول اللہ صلعم کے سارے مشن کا خلاصہ اقبال کے اس ایک مصرعہ میں ہے کہ

از کلید دین در دنیا کشاد

اور اسلام سارے عالم کو اس کی دعوت دے رہا ہے کہ

سر عیش جاوداں خواہی بیا
ہم زمیں ہم آسماں خواہی بیا

افسوس ہے کہ ہم نے ارض کو سماء سے علیحدہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ وہی اجارہ داری ہے جس نے کفار کو غلام بنا کر چھوڑا۔ کچھ لوگ دنیا کے اجارہ دار بن بیٹھے اور بادشاہ کہلائے۔ کچھ لوگ دین کے اجارہ دار بن بیٹھے اور برہمن اور بطریق اور پاپائے اعظم اور خواجہ 'صوفی اور مولوی اور ملا کہلائے۔ حالانکہ اسلام نے نہ بادشاہت کو جائز سمجھا' نہ برہمنیت کو' اور ہر آزاد شخص کو بادشاہ کا لقب دیا اور ہر انسان کو عالم بنانا چاہا۔ ہمارے علماء نے اپنے اور بادشاہوں کے لیے اجارہ داریوں کو قبول کر کے ہم کو حقیقی اسلام سے بہت دور پھینک دیا ہے اور Empire &

www.taemeernews.com

Papacy (بادشاہت اور پاپائیت) کے دو بت جو ھبل اور لات و عزیٰ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں ساری دنیا میں معہ دنیائے اسلام کے آج بھی پوجے جارہے ہیں۔ ان بتوں کا توڑنا ہمارا پہلا فرض ہے اور ہمارے دنیاداروں کو دین دار اور دین داروں کو دنیادار بننا پڑے گا لیکن حقیقی طور پر دنیادار اور دین دار اس لیے کہ مصنوعی طور پر تو اکثر دنیادار دین دار بنتے ہیں اور اکثر دین دار بدترین قسم کے دنیا دار ہوتے ہیں۔

اس تقریر کے بعد بہت سی تصویریں کھینچی گئیں اور بالآخر مجھ کو فرصت ملی کہ گھنٹہ بھر کے لیے اس شخص سے بھی جاکر مل آؤں جو برسوں سے میرا محبوب ہے اور جو غالباً آج دنیا کا سب سے بہتر مسلم عالم ہے۔ چنانچہ میں ڈاکٹر احمد فواد کے ہمراہ شیخ شادیش کے مکان پر گیا اور ایک گھنٹہ ان کی صحبت میں گذارا اور ان کی امامت میں عصر کی نماز پڑھی اور ان کے بچوں کے ساتھ کھیلتا رہا اور برسوں کے رنج و غم اور کلفت کو دور کرتا رہا۔ شیخ شادیش انگریزی خوب بولتے تھے اور میں دل کھول کر ان سے باتیں کر سکا۔ یہی وہ شخص تھا جو ترکان اتحاد و ترقی کی روح رواں اور مصر کی حزب الوطن کی جان تھا اور جو آج مصطفےٰ کمال پاشا اور سعد پاشا زاغلول دونوں کے اسلام سے تغافل بلکہ اس کی مخالفت سے مایوس ہو کر ایک گوشہ میں اپنی زندگی کے دن گذار رہا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھیے کہ وہ کاہل ہے وہ بھی ہماری طرح یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ پہلا کام صحیح تعلیم کے ذریعہ سے افکار اور ذہنیتوں کی اصلاح کرنا ہے۔ چنانچہ وہ محکمہ تعلیم میں مصر کی ابتدائی تعلیم اور ان پڑھ عمر رسیدہ لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کر رہا ہے اور دن بدن اچھے تعلیم یافتہ بچوں اور نوجوانوں اور بوڑھوں کی تعداد بڑھا رہا ہے۔ مجھے اس سچے اور پکے مسلمان عالم کے گھر میں بہت سی تصویریں نظر آئیں اور باجہ بھی نظر آیا اور میرا

www.taemeernews.com

جی چاہا کہ اپنے بعض علماء کو یہاں لاتا تاکہ وہ بجائے میرے اس عالم دین سے بحث کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں ممنوع ہیں یا نہیں۔ ایک تصویر تو بہت کچھ عریاں تھی اور شہر پیرس کی ایک رقاصہ کی تھی جو ان کے بھتیجے یا بھانجے کی کھینچی ہوئی تھی مگر یہ اس لیے نہیں کھینچی گئی تھی کہ اسے عریاں رقاصہ سے عشق تھا بلکہ حقیقتاً یورپ کی تہذیب عریاں کا مذاق اڑانا مقصود تھا۔ افسوس کہ یورپ کی یہ تہذیب وفد والوں کی سیاست کی طرح مصر میں بھی بہت زور پکڑ چلی ہے اور مصری عورتوں کے لباس یوں کہئے کہ بے لباسی میں نمایاں ہے۔ جسم عریاں کے ہمرنگ جرابیں اور گھاگرہ کی طرح اونچا سایہ Skirt یہاں بھی استعمال ہو رہا ہے اور جو عورتیں اب تک برقعہ پوش ہیں ان کی نقاب بھی اتنی باریک ہے اور اس کے جالی کے پھندے اتنے دور ہیں کہ سارا چہرہ نظر آتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ اور جالی کے پھندے عشاق کو گرفتار کرنے میں اچھی طرح کام دے سکتے ہیں۔ میں ابھی اس کا قائل نہیں ہوں کہ اسلام نے چہرے کو بے نقاب کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مجھے حدیث شریف پر عبور نہیں لیکن قرآن کریم میں جو کچھ پردہ کے بارہ میں ہے اسے دیکھ کر میرا یہ خیال ہے کہ جس طرح پرانے فیشن کی ہندو عورتیں صوبجات متحدہ میں سفید چادر اوڑھ کر اور گھونگٹ کاڑھ کر عزیز و اقارب کے یہاں جانے کے لیے سڑکوں پر سے گذرتی ہیں وہ صحیح اسلامی حجاب ہے اور اس سے زیادہ افراط و تفریط ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ یورپ کا سیلاب بے حیائی میں ہمیں غرق کر دے بہتر ہو کہ علماء اور زعماء ایک بار خود بیٹھیں اور قرآن کریم اور حدیث شریف کو سامنے رکھیں اور اس کا فیصلہ کریں کہ اسلامی پردہ ہے کیا اور اس کو کس طرح قائم رکھا جاوے۔ اگر یہ نہیں کیا گیا اور شرفاء کی عورتوں کو چار دیواری کے اندر محبوس رکھنے پر اصرار کیا

www.taemeernews.com

گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ پردہ اور حجاب ہی رخصت نہیں ہوگا بلکہ شرم و حیا کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ ترکوں کے ارباب حکومت کی بے دینی ایک بڑی حد تک ترکی علماء کی تنگ دلی اور تنگ عملی کے خلاف رد عمل ہے۔ ڈر ہے کہ ہمارے رسمی پردہ کی سختی کا رد عمل بے حیائی کی صورت میں نمودار نہ ہو۔

میں ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے کے ہمراہ کنٹینٹل ہوٹل Continental گیا تھا تاکہ وہاں سے اپنا ایک بیگ جس میں کچھ کپڑے تھے اور آموں کا پارسل لے آؤں جو ان کی موٹر میں مس رام' مس دید اور مسٹر منجی کے ہمراہ آیا تھا اور اس ہوٹل میں غلطی سے اندر لے گیا تھا وہاں اور لوگوں کی طرح ایک انگریز افسر کی جو ترکی ٹوپی اوڑھے کھڑے تھے میرے عجیب و غریب کھدر کے لباس اور ہلال احمر والی ٹوپی پر نظر پڑی تو انہوں نے عبدالحمید سعید سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہندوستان کے زعیم مولانا محمد علی ہیں جو ابھی مجھ سے ملنے تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر افسر سخت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عجیب بات ہے اب تک میرے محکمہ نے مجھے ان کے آنے کی اطلاع نہیں دی۔ افسر مسٹر رسل Russel نامی ایک انگریز ہیں جو یہاں کے محکمہ پولیس کے افسر اعلیٰ ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ یہ آدمی بے حد شریف ہیں اور اعلیٰ خاندان کے ہیں۔

رخصت کے وقت اسٹیشن پر بہت سے ہندوستانی جن سے اپنے میزبان کے مکان پر اور الازہر میں ملا تھا اور جن میں سے چند کے ساتھ تصویر بھی کھچوائی گئی تھیں اور مصری احباب اور عالم الازہر شیخ زنکلونی اور شیخ شادیش وغیرہ تشریف لائے تھے۔ ہندوستانی طلباء نے ایک نہایت خوبصورت اور بڑا گلدستہ عطا کیا جسے میں نے اسی وقت مس رام کو دے دیا۔ یہ دہلی کے زنانہ طبیہ کالج میں کیمیا پڑھاتی ہیں۔ رات کے ساڑھے دس بجے ہم بندرگاہ سعید پہنچے جہاز پر نواب صاحب پالن

www.taemeernews.com

پور سے نیاز حاصل ہوا۔ آپ ہم سے ایک ہفتہ پیشتر بمبئی سے روانہ ہوئے تھے۔ مصر میں اتر پڑے اور آج ہی مصر سے ہمارے جہاز میں روانہ ہو رہے تھے آپ کے سیکرٹری اور آپ کے مہمان ٹھاکر صاحب لیڈی کے صاحبزادہ میری ہی کیبن میں سفر کر رہے تھے اور نواب صاحب کے پاس وہ کمرا Cabin تھا جسے مہاراجہ اور نے احتیاطاً چند ماہ پیشتر ہی اپنے لیے مخصوص Reserve کرالیا تھا کہ کہیں اسی سال ٹبلر کیش کے لیے ولایت نہ جانا پڑے۔ اس کے بعد ایک بوزنہ صورت صاحب جو ہمارے ہم سفر تھے مگر جن سے آج تک کبھی علیک سلیک کی بھی تو نوبت نہیں آئی تھی یکایک ہم کلام ہوئے فرمایا کہو قاہرہ دیکھ آئے اہرام کیسے ہیں میں نے کہا میں اہرام مصر دیکھنے نہیں گیا تھا۔ انھیں اس سے پیشتر دیکھ چکا ہوں۔ فرمایا کسی بزنس (کاروبار) کے لیے گئے تھے (یہ سب کچھ نہایت ظریفانہ انداز کے ساتھ) میں نے کہا کہ نہیں! میں چند احباب سے ملنے گیا تھا۔ اس پر فرمایا کہ کہو مصر کی سیاسی صورت حال کیسی ہے ہماری تم پر ہر وقت نظر رہی ہے۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ مصر کی سیاسی صورت حالات کیسی ہے۔ میرا کام تو اسی قدر ہے کہ ہندوستان کی سیاسی صورت حالات جتنا ہو سکے آپ لوگوں کے لیے خراب کرتا رہوں۔ بحمد اللہ مصر میں بھی بہت سے لوگ موجود ہیں جو یہاں کی صورت حالات کو بھی آپ کے لیے خراب کر رہے ہیں۔ اس پر بہت جھینپے مگر بھلا یہ کیوں بند ہونے لگے۔ کہیئے کہ تم صرف اپنے ملک کا انتظام کرتے ہو۔ ہماری سارے ملکوں پر نظر رہتی ہے۔ میں نے کہا آپ اسی قوم کے تو ہیں جس کے متعلق لارڈ سالسبری نے فرمایا تھا کہ ان کا ہمیشہ اصرار ہوتا ہے کہ فوراً چاند کو فتح کر لیا جائے اور اس کے لیے دلیل پیش فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے اسے اپنے سامراج میں ملحق نہ کر لیا تو مریخ والے اسے

www.taemeernews.com

ملحق نہ کرلیں۔ آخر اس پر شرما کر خاموش ہو گئے اور اس کے بعد پھر مارسیلز پہنچنے تک بھی کبھی مجھ سے ہم کلام نہیں ہوئے۔

اچھا اب اس ۱۸ جولائی کے خط کو ۱۹ جولائی کے دوپہر کے روز ۱۱ جون کو پورٹ سعید سے روانگی پر ختم کرتا ہوں اور اگلے خط میں انشاء اللہ لندن پہنچ کر کوئینس کلب اور پھر دمبلڈن میں ٹینس کے ٹورنامنٹ دیکھنے کے حالات سناؤں گا۔ نیز ہینڈن جاکر فوجی طیاروں کی نمائش اور امرا کی فیلڈ میں آکسفورڈ کیمبرج کے کرکٹ میچ وغیرہ بھی' یہاں کے سینماؤں اور ایک تھیٹر کی اپنی پرانی معشوقہ اور اس کے خاوند سے ملاقات اور ان کے گھر جاکر چائے پینے اور کھانا کھانے کی اور دیگر اشخاص سے ملاقاتوں کے اور نیز اس پر لطف اور مشکل جستجو کے کہ نماز ظہر کلب دمبلڈن اور لارڈس میں کہاں پڑھی جاوے اور نماز عصر و مغرب سینما اور تھیٹر میں کس جگہ ادا کی جائے وغیرہ وغیرہ اپنے پہلے فاقہ کے حالات بیگم صاحبہ کے خط میں لکھوں گا جو ان سے لے کر پڑھ لیجئے گا بلکہ اس حصہ کو اور مریضوں کے لیے شائع بھی کر دیجیے گا۔

گذشتہ ہفتہ میں میری ایک تصویر لارڈس Lords کے میدان کے دروازہ پر ایک مصور نے کھینچ کر شائع کر دی تھی۔ مگر آکسفورڈ کی جگہ لکسر[1] لکھ گیا تھا۔ (محمد علی پاشا[2] اور لکسر میں تعلق بھی قریبی ہے) محمد علی اور آکسفورڈ میں اب تو تعلق بھی بعید ہو گیا۔ اب "آکسن" کو کون تار بابو "بیل والا" سمجھے گا) اس بار السٹر ٹیڈ ڈرامٹیک نیوز Illustared Dramatic news کا ایک پرچہ ارسال کرتا ہوں۔ پرچہ ارسال کرنے کا اب وقت نکل گیا صرف چند اوراق اسی خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں جس میں ایک مصور نے میری تصویر دمبلڈن میں لے کر شائع کر دی تھی۔ جامعہ ملیہ کے سابق طالب علم مقبول علی[3] صاحب

---

[1] مصر کا ایک شہر الاقصر۔
[2] مصر کے موجودہ شاہی خاندان کا جد اعلیٰ۔
[3] جامعہ کے پرانے طالب علم عرصہ دراز سے انگلستان میں قیام فرما ہیں۔

www.taemeernews.com

نے اسے دیکھ کر جانا کہ ان کا شفیق اور بوڑھا استاد انگلستان پہنچ گیا اور جب وہ ملے تو اس کا ذکر مجھ سے کیا۔ کل اخبار والوں نے اس کا بلاک بھی مجھے بھیج دیا۔ اجازت لے کر انشاء اللہ آئندہ آپ کو ارسال کروں گا تاکہ "ہمدرد" اور "خلافت" میں بھی نذر قارئین کرام کیا جا سکے۔ چونکہ مفت کا مال ہے اس لیے حلال ہے ورنہ مجھے اپنی تصویر شائع کرانا حرام معلوم ہوتا ہے۔ بیگم صاحبہ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کو میرا عدن کا تار نہیں ملا۔ براہ کرم تار والوں سے دریافت کیجیے میں بھی عدن طوائی والوں سے دریافت کروں گا۔ عجیب بات ہے کہ اتنے دام دے کر تار دوں اور آپ کو نہ ملے۔ تار کا پتہ "کامریڈ دھلی" لکھا تھا جس پتہ سے اب تک تار ملتے آئے ہیں۔

آج ہی صبح ۱۹ سے ۳۰/ جون تک کے "ہمدرد" اور "خلافت" کے پرچے ملے تعجب ہے کہ سوئزے ارسال کیا ہوا آپ کے نام کا خط کسی میں شائع نہیں ہوا۔ اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ شوکت صاحب کو ابھی میرا عدن کا خط نہیں ملا۔ اس وقت سکلات والا کی دعوت پر دارالعوام میں چائے نوشی کے لیے جا رہا ہوں ان کی زوجہ محترمہ نے چند مسلمان خواتین کو چائے پر وہاں بلایا ہے۔ ممکن ہوا تو کل جا کر پولیس کی اس تحقیقات پر مباحثہ سنوں گا جو مس سیوج اور سر لیو منی[1] کے مقدمہ کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ جس طرح مس سیوج سے بیان حاصل کرنے پر پولیس پر لعن طعن کی بوچھاڑ پڑی ہے اور سب نے اس کا اعتراف کیا کہ پولیس کسی کو مجبور نہیں کر سکتی کہ کسی سوال کا جواب دے۔ اس کے بعد تو میرا بھی جی چاہا کہ جب ڈوور Dover میں مجھ سے سوالات بار بار کیے گئے کہ

---

[1] مس صاحب اور ان کے ساتھی ہائیڈ پارک میں مشتبہ حالت میں دیکھے گئے' سکاٹ لینڈ یارڈ (لندن پولیس) نے سوال و جواب کے دوران میں تختی کی' اس پر پارلیمنٹ میں پولیس پر بڑی لے دے ہوئی اور ملک میں اس پر بڑا شور شر ہوا۔

www.taemeernews.com

کیا آپ پارلیمنٹری کانفرنس میں شریک ہوں گے آپ کس لیے آئے ہیں یہاں کہاں قیام فرمائیں گے وغیرہ وغیرہ' اور محاصل بحری وصول کرنے کے بہانے میرے سامان کو ہر طرف سے الٹ پلٹ کر اور بالخصوص میرے کاغذات اور جب Duti able Articles (قابل محصول اشیاء) کا ان اشیاء کی فہرست دیکھ کر جن پر محصول واجب الادا تھا میں نے عرض کیا کہ ان میں صرف Saccharin (مصنوعی شکر) کی پندرہ بیس چھوٹی چھوٹی گولیاں میرے پاس ہیں اور کچھ نہیں۔ ایک افسر نے کہا کہ وہ دکھاؤ کہاں ہیں اور دوسرے نے جھڑک کر کہا سیکریں کو جانے بھی دو اسے کیا دیکھنا یعنی دیکھنا دراصل Dutiable Articles کا نہ تھا بلکہ میرے کاغذات دیکھنا تھے۔ میرا بے اختیار جی چاہا کہ کہدوں کہ مس سیوج اور سر لیومنی کے مقدمہ کے بعد بھی مجھ سے سوالات کرنے کا آپ کو حق ہے۔

I am more savage Than she, but I have no money with me.
savidge money

جب بار بار پارلیمنٹری کانفرس میں شرکت کے متعلق سوال کیا تو میں نے کہا کہ (مجھے آپ کی پارلیمنٹ کی کانفرنس کی شرکت سے گھن آتی ہے) ریمزے میکڈانلڈ صاحب ایک نام نہاد Common Wealth Conference منعقد فرمارہے تھے۔ جس سے چمن لال اور اینڈریوز وغیرہ بالآخر ان کے اسبتداد سے تنگ آکر چلے آئے۔ جب اس پر اظہار تعجب فرمایا گیا تو میں نے اتنا اور بڑھادیا Because I datest your Parliments کیونکہ مجھے آپ کی پارلیمنٹ سے گھن آتی ہے میں نے ان کے اور سوالات کے جواب میں کہا کہ آپ میرے پاسپورٹ کو دو تین بار دیکھ چکے ہیں کیا وہ کافی نہیں ہے۔ وہ تو آپ ہی کی گورنمنٹ کا عطا فرمودہ ہے۔ اس کا کچھ جواب نہ ملا پھر فرمایا کہ آپ کہاں رہتے ہیں کلکتہ میں' تب تو میں نے عرض کیا کہ کم از کم انگلستان کی خفیہ پولیس کو اس کی تو اطلاع ہونی چاہیے کہ علی برادران کہاں رہتے

www.taemeernews.com

ہیں۔ کہا کہ ہاں' آپ لوگ تو ہندوستان میں بہت مشہور ہیں میں نے کہا کہ آپ نے ناحق میرا اتنا وقت ضائع کیا۔ اب چل کر ریل میں جگہ دلوایئے تو شرما کر فرمایا آپ کو ضرور جگہ مل جائیگی خدا خدا کر کے جگہ ملی اور مقررہ وقت سے کوئی آدھ گھنٹہ بلکہ پون گھنٹہ بعد ہم ڈوور سے روانہ ہوئے۔ اچھا اب واقعی رخصت۔

خیر طلب اور آپ کا دور افتادہ دعاگو اور آپ کی دعا کا طلبگار

محمد علی

www.taemeernews.com

(۶)

مالٹا

لندن یکم اگست ۱۹۲۸ء

پیارے ماجد میاں و ظفر الملک صاحب و جعفری

میں اپنے گذشتہ خط میں جو آج سے دو ہفتہ پیشتر لکھا تھا اپنی ۱۱ جون کی تمام کار گزاری لکھ چکا ہوں جو قاہرہ میں واقع ہوئی تھی۔ اور اس ڈاک سے مصری اخبارات "الاخبار" اور "الفتح" کے وہ پرچے بھی بھیج رہا ہوں جس میں محمد علی حسن صاحب نمائندہ "الاخبار" سے میری گفتگو شائع ہوئی ہے۔ اور جمعیۃ شبان المسلمین میں جو تقریر میں نے کی تھی اس کی تائید میں ایک مضمون ہے۔ یہ پرچے آج سے ایک مہینہ پیشتر ہی بھیج دیے گئے ہوتے۔ مگر غلطی سے میرے ایک پرانے شاگرد جو یہاں میرے رفیق اور ایڈی کانگ اور اس وقت میرے کاتب بھی ہیں بھولے سے انھیں ریاست الور کے وزیر اعظم صاحب کے کمرہ میں ہائڈ پارک ہوٹل میں چھوڑ آئے تھے۔ اور سارے کمرے میں تلاش ہو رہی تھی اور نہ ملنے پر تعجب تھا۔ دو دن ہوئے کہ راؤ گردھاری لعل نے فرمایا کہ تم کچھ کاغذات میرے یہاں چھوڑ گئے ہو۔ اور مجھے خیال ہوا کہ وہی پرچے ہوں گے جن کی میں اور میرے رفیق اس سرگرمی سے تلاش کر رہے تھے۔ براہ کرم ان پرچوں کو مولانا عرفان کے نام دفتر "خلافت" میں بھی بھیج دیجیے گا تاکہ وہ بھی پڑھ لیں اور اخبار "خلافت" میں بھی یہ چیزیں شائع ہو جائیں۔

آج ہی صبح ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء کو "ہمدرد" کے پرچے ملے جس سے معلوم ہوا کہ دمشق میں سلطان ابن سعود کے نمائندہ نے اس سازش کی پوری تردید فرمادی جسے کراچی والے محمد خاں صاحب نے بظاہر گھڑا تھا۔ نہ معلوم بارش

www.taemeernews.com

میں بھی پنجاب کے پانچ دریاؤں میں اتنا پانی ہو گا کہ مہر صاحب اس میں ڈوب مریں۔ پہلے میں نے عزیز پاشا مصری جنرل سے ابن سعود کے قتل کی سازش کی تھی۔ شاید اب آپ کے ذوالفقار بھائی کی باری آئے گی۔ اب تو بیچاری بہن بھی نہیں رہی کہ ذوالفقار صاحب کے بعد اس کا نمبر آئے۔ لیکن کیا مردوں میں کئی انقلاب نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی سازش کریں تاکہ اس بار میرے دو مرحوم بھائیوں اور ایک بہن اور والدین کا نمبر بھی آجائے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ "ہمدرد" ہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک صاحب کو اس کی شکایت ہے کہ "ہمدرد" نے اس بارے میں کیوں قلم اٹھایا بالکل صحیح فرمایا غالباً غالب کے اصلی دیوان میں ان کا مشہور شعر اس طرح تھا کہ۔

لکھنے پر وہ ہاتھ کرتے ہیں قلم
وہ لکھیں اور پڑھا کرے کوئی

مجھے یہاں آئے ہوئے اب چالیس دن ہو گئے اور وقت آگیا ہے کہ کچھ یہاں کے حالات بھی آپ کو لکھ بھیجوں۔ لیکن ابھی میرے سفر کا ایک ٹکڑہ باقی ہے اور وہ ۱۴ جون کی تاریخ ۱۱ بجے دن کے مالٹا پہنچنا ہے۔ اس سے پیشتر مارسلیز سے پیرس کے ۴، ۵ دن کے قیام اور پیرس سے لندن تک کے سفر کے حالات گذشتہ خط میں آپ کو لکھ چکا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ میری چھوٹی بچی گلنار نہایت شوق سے اپنے بوڑھے باپ کے حالات اخبارات میں پڑھا کرتی ہے اس کے پچھلے خط میں درج تھا کہ اخبارات سے معلوم ہوا کہ آپ کا سامان ڈوور میں خوب الٹ پلٹ کر دیکھا لیکن چونکہ آپ کے خط میں اس کا کچھ ذکر نہ تھا اس لیے غالباً خبر غلط ہو گئی۔ کل پرسوں غالباً آپ کو میرا پچھلا خط مل جائے گا اور گلنار کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ خبر صحیح تھی۔ چونکہ اس تجسس اور تفتیش کی پہلے ہی سے توقع تھی اس لیے مجھ پر اس کا مطلق اثر نہیں ہوا تھا اور اگر یہاں کے ایک

www.taemeernews.com

ہندوستانی نامہ نگار نے اس کے متعلق ہندوستان کو تار نہ دیا تو میں اس کا ذکر ہی نہ کرتا۔ گلنار بھی ۱۹۱۹ء میں بہت ہی چھوٹی تھیں ان کو اب کیا یاد رہا ہوگا کہ نو برس پیشتر رمضان المبارک میں ۸ جون ۱۹۱۹ء کی صبح کو سحری کے بعد ہمارے چھنڈواڑہ کے بنگلہ کا جب محاصرہ کیا جا چکا اور ہم کو گرفتار کر کے مسلح پولیس کی معیت میں موٹروں میں بیتول جیل روانہ کیا جا چکا تو کرنل پلاوڈن صاحب ڈپٹی کمشنر کے حکم اور حکومت کی منظوری سے ہمارے گھر کی تلاشی لی گئی تھی لیکن باوجود سخت جستجو کے جس میں احاطہ کی زمین تک کھودی گئی تھی اور باورچی خانہ کی راکھ کی ہنڈیاں تک الٹ کر باوجود غالب کے پہلے ہی سے کہہ دینے کے کہ

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

بہت سی راکھ کریدی گئی تھی۔ بیچاروں کو کچھ نہ ملا تھا البتہ خود گلنار بیگم کی گڑیاں میں ایک خالی کارتوس مل گیا تھا۔ جسے وہ مالک مکان کے سکونتی مکان سے اٹھا کر لائی تھیں۔ جہاں چار عیسائی والنٹیر جو بڑے پکے شکاری تھے۔ اور شیر اور ہرن مار کر لایا کرتے تھے رہا کرتے تھے۔ اس چھوٹے ہوئے کارتوس کو ان غریبوں نے نہایت احتیاط سے محفوظ کر کے اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی تھی۔ لیکن وہ جیبی (ہوؤٹیر Howitzer) گن جن کے ملنے کی امید تھی کسی جگہ دستیاب نہ ہو سکی تھیں۔ حالانکہ یقین کیجیے کہ ہم پورا سامان حرب تیار کر چکے تھے۔ اس واقعہ کے متعلق میں نے نواب یوسف علی خاں مرحوم المتخلص بہ ناظم کا ایک شعر بیتول سے اپنے خط میں سنر صاحب کو دکھا کر کسی دوست کو لکھ بھیجا تھا۔ اور ڈوڈر کی تلاش و جستجو کے بھی اس شعر کو دھراتا ہوں

لی محتسب نے خانہ تلاشی تو کیا ہوا
نکلا سبوئے کہنہ نہیں سرکہ بھرا ہوا

www.taemeernews.com

خیر اب چلتے چلاتے مالٹا پہنچنے کا حال بھی سن لیجئے۔ ۱۴ر جون کو ۱۱ بجے ہمارا جہاز مالٹا پہنچا تھا اور یہ پی اینڈ کو کمپنی کا غالباً پہلا جہاز تھا جو جنگ کی بعد سے وہاں گیا تھا۔ ہمارے استقبال کے لیے ہر طرف سے ہوائی جہاز اڑ اڑ کر آرہے تھے۔ اور چیلوں کی طرح یا یوں کہیے کہ سی گلز Seagulls کی طرح جو سمندر کے لیے زیادہ موزوں پرند کا نام ہے۔ جہاز کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ بعض طیاروں نے تو خوب ہی کرتب دکھائے اور جو لطف ہینڈن کی طیارہ گاہ جا کر ۲۰ جون کو حاصل ہوا تھا وہ جہاز پر ایک حد تک ۱۴ جون کو حاصل ہو گیا۔ جہازوں پر سے بھی گولہ باری کی مشق ہو رہی تھی اور اسی طرح ہماری سلامی دی جا رہی تھی۔ مالٹا بالکل ویران سا اور تقریباً غیر آباد جزیرہ ہے۔ لیکن اربوں بلکہ کھربوں روپیہ اس پر صرف کیا جا چکا ہے اور ایک ایک جہاز کروڑوں کی لاگت کا وہاں لنگر انداز رہتا ہے۔ توپیں اور فوج بھی اور طیارے بھی پانی میں سرنگیں بھی ضرور لگی ہو نگی' ذرہ بکتر سے بھی قلعہ محفوظ ہو گا۔ مال وزر محنت دماغی قابلیت اور ہر طرح کی قربانیاں کونسی چیز ہے جو اس ویران جزیرہ پر نثار نہیں کی جا چکی۔ لیکن کس لیے ؟ نہ اس لیے کہ انسانوں کو زندہ رکھا جائے یا ان کی مادی یا روحانی اصلاح کی جائے بلکہ صرف اس لیے کہ انسانوں کو انسان زیادہ تیزی کے ساتھ ہلاک کر سکے۔ سائنس کی تازہ سے تازہ انکشافات اسی ایک مہلک مقصد کی نذر ہوتے رہتے ہیں اور اس کا نام تہذیب دامن ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا میرے دل پر کتنا اثر ہوا اور نہ صرف دو گھنٹے جو ہم نے مالٹا کے ساحل کے پاس گذارے بلکہ وہ سارا دن اور دراصل کم سے کم مارسیلز پہنچنے تک سارا وقت اسی میں گذرا کہ کیا اسی کا نام ارتقاء ہے اور کیا ساری دنیا کو ایسی تہذیب کی تقلید کرنا ہو گی۔ اس کے بعد بار بار اقبال کے وہ شعر یاد آتے تھے کہ۔

www.taemeernews.com

اے سوار اشہب دوراں بیا　　اے فروغ دیدہ امکاں بیا
رونق ہنگامہ ایجاد شو　　در سواد دیدہ ہا آباد شو
شورش اقوام را خاموش کن　　نغمہ خود را بہشت گوش کن
خیز د قانون اخوت ساز دہ　　جام صہبائے محبت بازدہ
بازدر عالم بیار ایام صلح　　جنگجویاں رابدہ پیغام صلح
نوع انساں مزرع و تو حاصلی　　کارواں زندگی را منزلی
ریخت از جور خزاں برگ و شجر　　چوں بہاراں برریاض ماگذر
سجدہ ہائے طفلک و برناؤ پیر　　از جبیں شرمسار ماںگیر
از وجود تو سر افرازیم ما　　پس بہ سوز ایں جہاں سازیم ما

دیکھیے سبل السلام تک دنیا کب اور کس طرح پہنچتی ہے۔ ابھی تو "ہمدرد" میں جواہر لعل نہرو کے اس مضمون کا ترجمہ پڑھا ہے جو کانگریس کے آنے والے اجلاس کے صدر (خدا نہ کرے کہ صدر کے بیٹے) نے شاہ امان اللہ خان کے کابل پہنچنے پر لکھا ہے اور جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی سرحد پر جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ دو تین روز ہوئے کہ میں نے ایک نہایت عمدہ ناٹک دیکھا جس کا نام The Enemy یا غنیم تھا۔ جس میں گذشتہ جنگ چھڑنے جاری رہنے صلح ہونے کے بعد کے حالات کا نقشہ دکھایا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ جنگ حقیقتاً کیسی غیر فیصلہ کن چیز ہے اور فاتح اور مفتوح دونوں کو کس طرح تباہ کرتی ہے۔ اور غنیم حقیقتاً کوئی دوسری قوم یا ملک نہیں ہوتا بلکہ خود ہمارا بغض 'کینہ' حسد 'ضد اور ہٹ دھرمی ہی ہر جنگ میں غنیم ہوا کرتی ہے۔ سب سے آخری سین باوجود گذشتہ جنگ کے اس سبق کے یہ تھا کہ جن خاندانوں کے بڑے گذشتہ جنگ میں مارے گئے 'یا بے دست و پا ہو کر یا مخبوط الحواس بن کر پھر گھر آئے اور نان شبینہ تک کے لیے محتاج ہوئے۔ انہی کے بچے سپاہیوں کی وردی پہنے

www.taemeernews.com

کھلونوں کے ہتھیار سے مسلح فوجی بگل اور ڈرم بجاتے کھیلتے پھرتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا اس جنگ کے سبق کو بھی بہت جلد بھول گئی اور اسے بار بار آموختہ پڑھنے کی صورت ہے۔

ایک اور خیال مالٹا کو دیکھ کر دل میں بار بار آتا تھا اور وہ شیخ الہند مرحوم کی قید کا خیال تھا۔ جس کے دوران میں وہ اپنی صحت اسی جزیرہ میں کھو چکے تھے۔ اب سفر کے آخری دن تھے۔ فرانس کے ساحل پر اکثر مسافروں کو اترنا تھا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ رفتہ رفتہ بہت سے انگریزوں سے مجھ سے علیک سلیک کے مراسم پیدا ہو چکے تھے۔ اور چند مجھ سے تفصیل کے ساتھ گفتگو اور دوستانہ طریقہ پر سیاست کے متعلق بحث بھی کر چکے تھے۔ اسی دن ایک معقول فوجی افسر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ جو یہ خلافت کا تھیلہ گلے میں ڈالے ہوئے ہیں یہ کس لیے ہے اب خلافت کیسی۔ اب تو ترک اس کو منسوخ کر چکے۔ چونکہ وہ میرے خیالات سننا چاہتے تھے اس لیے میں نے انی جاعل فی الارض خلیفه کی تفصیل کے ساتھ اس کی تفسیر سنائی اور بتلایا کہ اسلام کن عقائد کا نام ہے۔ جو سارے عالم میں پھیلانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور خلافت کس طرح ان عقائد کے استحکام و تبلیغ کے لیے ایک ادارہ ہے۔ ان کو ان خیالات کو سن کر سخت حیرت ہوئی اور کہنے لگے کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ آپ دونوں بھائی صرف انگریز کے خون کے پیاسے ہو اور ہندوستان میں قتل و غارت کے متمنی۔ مگر جس فلسفہ کی آپ نے تشریح کی وہ تو لااکراہ فی الدین پر مبنی ہے اور دنیا میں اتحاد و اخوت پھیلانے کا فلسفہ ہے۔ گو میں نہیں کہہ سکتا کہ قابل عمل ہے یا نہیں اور بانی اسلام نے اس کی تعلیم دی تھی یا نہیں' اس کے بعد پوچھا کہ یہ لباس جو آپ پہنے ہوئے ہیں یہ بھی مذہبی لباس ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ مذہب کو لباس کے فیشن سے کیا واسطہ وہ کوئی Rituals مناسک کی Old curiosity shop ازمنہ ماضیہ میں رائج انوکھی اشیاء کی دکان تو ہے

www.taemeernews.com

نہیں' وہ تو اس دنیا کو صحیح طور پر برتنے کے طریقے کا نام ہے اور اس میں صرف وہی اصول بتائے گئے ہیں جو ازلی اور ابدی ہیں۔ اور پھر میں نے ہنس کر کہا کہ البتہ میرا مذہب مجھے اس کا ضرور حکم دیتا ہے کہ میں بھی ناف سے گھٹنے تک اپنے جسم کو چھپائے رکھوں۔ اور یہ مردوں کے لیے بھی ستر عورت ہے' اس لیے میں وہ لباس نہیں پہن سکتا جو چند میمیں ہر روز صبح کو پہن کر کرچ کے اس حوض میں تیرا کرتی تھیں جس میں نیچے کے کھلے تنق پر ہر صبح پانی بھر دیا جاتا تھا اور جہاں وہ بلا تکلف رانیں کھول کر مردوں کے ساتھ تیرا کرتی تھیں۔ ارے بھائی!

"ہمدرد" میں دیکھتا ہوں کہ ملکہ ثریا کے واپس آنے پر شرعی پردہ کی بحث چھڑی ہوئی ہے۔ قرآن کریم کی آیات کی تفسیریں کی جارہی ہیں۔ میں اپنے مہذب نئے فقہا سے پوچھتا ہوں کہ پیرس اور لندن کی سڑکوں پر غض بصر کس طرح کروں اگر آنکھیں نیچی کرتا ہوں تو دس بار عورتوں اور مردوں سے سڑک پر تصادم ہوتا ہے۔ اور سڑک کے اس پار جانا چاہتا ہوں تو موٹروں ٹرینوں اور بسوں کے نیچے کچلا جاتا ہوں اور نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد اینجا است

ایک ہمارے دل فگار شاعر نے لکھا تھا کہ

تن ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم

اس غریب کو کیا خبر تھی کہ دل فگار کرنے والی حسینیں اس سے زیادہ مشکل میں مبتلا ہوں گی۔ اگرچہ تن پر ایک داغ بھی نہ ہوگا اور تن عریاں چھپانے میں مشکل پیش آئے گی کہ پنبہ کجا کجا نہم۔ مارسیلز سے چلتے وقت میں نے ریل میں پڑھنے کے لیے جہاں بہت سے انگریزی اخبار لیے تھے۔ وہاں فرانسیسی سیکھنے کی غرض سے ایک فرانسیسی کا مصور رسالہ بھی اٹھا لیا تھا ریل میں بیٹھ کر دیکھا تو

www.taemeernews.com

مشہور و معروف La vie Parisienna (پیرس کی زندگی) ہے' اس کے بیچ کے دو صفحوں پر ایک تصویر تھی جس کا عنوان "پیرس کے اسٹیشن پر ۱۱ بجے گاڑی" تھا۔ اس وقت غالباً تمام دوکانوں کی ملازمائیں اور خرید کرنے والیاں ادھر ادھر سے آتی ہوں گی لیکن تصویر میں تھا کیا' خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کوئی کئی برہنہ نما ٹانگیں تھیں۔ برہنہ نما اس لیے کہ حقیقتاً موزوں سے مستور تھیں۔ لیکن موزوں کی رنگت ساق سیمیں کی رنگت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ برہنہ نہیں۔ برہنہ نما ہوتی ہیں۔ غالب صاحب تو فرما چکے ہیں کہ

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

لیکن آپ ہی بتایئے کہ یورپ کے "اہل نظر" ان برہنہ نما ٹانگوں کو برہنہ نہیں سمجھتے تو کیا۔ اگر برہنہ نہیں تصور کرتے تو پھر عورتیں ہی کیوں اس رنگ کی جرابیں پہنتی ہیں اور مرد کیوں سیاہ اور آسمانی اور اور رنگ کے موزوں اور بالعموم کہیں زیادہ دبیز دبیز موزوں سے اپنے پیروں کو ڈھانکتے ہیں اور اس پر بھی اس گرمی کے زمانہ میں جب کہ بقول اخبارات کے گرمی کی شدت سے امسال گھاس کے پولوں تک میں آگ لگ گئی (یہ پولے بھی گورے پولے ہیں ورنہ ہندوستان کے کالے پولے میں کبھی آج تک آگ نہیں لگی) فلالین اور کشمیرہ کی پتلونیں چڑھائے ہوتے ہیں۔

اب میرے سفر کو بھول جایئے اور سمجھ لیجئے کہ لندن آگیا اور میرے شاگرد رشید جنہیں جامعہ چھوڑ کر نام نہاد مسلم یونیورسٹی چلے جانے کے بعد سے مرتد کہا کرتا ہوں (یاد رکھیئے میرے مذہب میں قتل مرتد جائز نہیں صرف قتل مفسد جائز ہے) اشرف صاحب اور ظفر عمر صاحب (نیلی چھتری) کے صاحبزادہ شوکت عمر صاحب اور جوناگڑھ کے سابق جج اور علی گڑھ کالج کے اولڈ بوائے

www.taemeernews.com

امین فقیہہ صاحب کے صاحبزادہ خالد اور عبدالغنی صاحب سیشن جج کے صاحبزادہ اور حیات صاحب کے "سالار جنگ" ٹلی صاحب مجھے لینے وکٹوریہ اسٹیشن پر آگئے ہیں اور معہ میرے سامان کے ٹلی صاحب کی موٹر میں لا چکے ہیں اور عبدالرحمٰن صاحب صدیقی کے رفیق کار حیدر اور سعید الدین احمد صاحب پرتاب گڑھ کے وکیل جو اپنے صاحبزادہ فیاض صاحب کو دیکھنے آئے ہیں جو یقیناً یخرج الحی من المیت کی مثال ہے، کئی گھنٹہ کی Artificial Respiration اب ڈاکٹر سعید احمد صاحب اس کا ترجمہ کریں۔ (میری رائے میں استعفاس ہونا چاہیے کے ذریعے نبض ساقط ہونے کے کئی گھنٹے بعد مر کر جیے تھے) کے ساتھ اس کے پیچھے ٹیکسی میں تشریف لا رہے ہیں۔ اشرف اور شوکت صاحب کی دعوت پر انہیں کے گھر قیام کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے دن ڈاکٹر سے پوچھ کر اسی مکان کو اپنی فرودگاہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن باوجودیکہ گھڑی رات کے ساڑھے نو بجا رہی ہے یہاں ابھی مغرب کا وقت بھی نہیں ہوا ہے۔ یاد رکھیے کہ وسط اپریل سے یورپ میں Summer Time ہے۔ گھڑیاں سورج سے ایک گھنٹہ آگے ہیں اور درحقیقت یہاں ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ اس لیے اسی وقت فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ویسٹ اینڈ (مغربی حصہ) جو یہاں کے متمول طبقہ کے رہنے اور خرید و فروخت اور عیش و عشرت و تفریح وغیرہ کا مرکز ہے چل کر شفیع نامی Restaurant ریسٹوران میں ہندوستانی کھانا اڑایا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ زندگی کے یہ آخری لمحے ہیں۔ کل بارہ بجے ڈاکٹر سے ملاقات ہوں اور ۲۱ دن کا فاقہ شروع ہو جائے گا۔ جتنی بدپرہیزی ہو سکے آج ہی کرلی جائے۔ چنانچہ پلاؤ کوفتے مچھلی قلیہ شامی اور سیخ کے کباب پراٹھوں سمیت اور گلاب جامن اور رس گلے اور جلیبی اور ربڑی سب زہر مار کی جاتی ہے اور اس سے فارغ ہو کر تقریباً رات کے بارہ بجے ہوٹل Cecil سیسل جا کر بے چارے سرینو اس آئنگر کو سونے سے جگا کر خود اپنے آنے کی اطلاع دی جاتی ہے۔ لیکن بالآخر

www.taemeernews.com

ان پر رحم کھا کر گھر واپس آیا جاتا ہے۔ دوسرے دن بارہ بجے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کا وقت حیدر صاحب مقرر کر چکے ہیں اس لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میری علالت کی ساری سرگذشت سنی میرا وزن کیا' میری کمر ناپی اور ایک آلے میں مجھے پھنکوا کر میری سانس تک کی پیائش کی' اور دوسرے دن میرے قاردرہ کا امتحان کرایا پھر اس طریقہ علاج کی تشریح کی جس کو Naturo Theropeny کہتے ہیں اور جس کے متعلق میں اس سے پیشتر جعفری صاحب کے ذریعہ ڈاکٹر سعید صاحب کو اپنے معالج کرنل اسٹن R.A.M.C (رائل آرمی میڈیکل کور) کی تحریر و تقریر کی ایک مطبوعہ نقل "ہمدرد" میں شائع کرانے کے لیے بھیج چکا ہوں۔ آج ہی میں نے بیگم صاحبہ کو پوری تفصیل کے ساتھ اس طریقہ کی تشریح لکھ بھیجی ہے۔ جس کے مطابق میرا علاج ہو رہا ہے اور اب تک جو حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے ہیں ان کی بھی تصریح کر دی گئی ہے۔ اس لیے یہاں میں کچھ زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔

ڈاکٹر صاحب سے کھانے اور ورزش کے متعلق ہدایات لے کر میں الور کے وزیر اعظم راؤ گردھاری لعل صاحب سے ملنے ہائڈ پارک ہوٹل گیا۔ اور انھیں کے ساتھ کوئنس کلب میں جا کر امریکہ کے ٹینس کھیلنے والوں ٹلڈن ہنٹر اور بچہ کوہین Cohein اور جرمنی کی بچی فراالائن آسم Frauline Assim کو ٹینس کھیلتے اور جیتتے دیکھا۔ چونکہ اس کے بعد ومبلڈن کا مشہور ٹورنامنٹ بھی ہوا جسے دیکھنے میں کئی بار گیا' اس لیے اس کے کھیل کی تعریف میں اسی کے سلسلہ میں کروں گا۔ یہاں اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ میں نے ٹلڈن کو دیکھ کر ہی جانا کہ ٹینس کے بلے سے کیا کیا سحر کاری کی جا سکتی ہے۔ شب کو گردھاری لعل صاحب نے دعوت دی کہ چلو آج تاج محل Restaurant ریسٹوران چل کر (جو ہماری دلی ہی کے ایک ہندوستانی بھائی کی دوکان ہے) ہندوستانی کھانا کھالو۔ وہاں گیا اور یہ پہلا

www.taemeernews.com

کھانا تھا کہ جس میں روٹی بالکل ترک کر دی گئی اور میں نے اس سبق پر عمل شروع کیا جو گیہوں کھانے کے بعد جنت سے نکالے جانے کے بعد مورث اعلیٰ نے سیکھا تھا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن' روٹی ایک بار نصیب نہیں ہوئی اور بار بار جی چاہتا ہے کہ میں بھی یہاں کے متشرع عیسائیوں کی طرح ہر روز دعا مانگوں کہ Give Us This Day Our Daily Bread (آج ہمیں ہماری ہر روز کی روٹی دلوا) روزی کی دعا نہیں بلکہ روزانہ روٹی کی مانگی جاتی ہے۔ اس ریسٹوران میں ہمارے دہلی کے تعلیمیافتہ تاجر بدر السلام صاحب کے بھائی مصباح الاسلام ملے۔ اور انہوں نے بھی ہمارے ہی ساتھ کھانا کھایا۔ دوسرے دن سے صرف دو وقت کا کھانا ملا اور اس میں سے کم سے کم ایک وقت صرف پھل کھانے کو ملے۔ اور گذشتہ چالیس دن میں سے ۸ دن فاقہ کرنا پڑا۔ اس میں سے بھی ایک میں صرف پھل کھانے کو ملیں گے' گو اس کا ضرور شکر گذار تھا کہ ڈاکٹر نے چھوٹتے ہی ۲۱ دن کے فاقہ کا حکم نہیں دیا' مگر اب جبکہ دو بار فاقے کر چکا ہوں ایک بار مسلسل تین دن اور دوسری بار پانچ دن اور اس وقت پانچ دن گذر جانے پر ہٹا کٹا اطمینان سے بیٹھا ہوا ہوں اور رات کے بارہ بج چکے ہیں' لیکن پھر بھی مطلق تھکا نہیں ہوں پورے اطمینان کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ اگر یہی حال رہا تو ساری عمر نہایت خوشی سے دن رات میں صرف ایک ہی وقت کھانا کھا کر گذار دوں گا۔ اور وہ بھی اکثر محض پھلوں پر مشتمل ہوگا اس کے بعد سے بجائے اپنے روزنامچہ کے (شبانہ مچہ' دوپہر نامچہ' سہ پہر نامچہ وغیرہ کا اب بھی ذکر نہیں ہے) ان خاص مواقعات کے حالات دوں گا۔ جو مجھ کو یہاں کے قیام میں پیش آئے ہیں یا آیا کریں گے۔ لیکن چونکہ یہ خط اب بھی لمبا ہو گیا ہے اس لیے ومبلڈن کی ٹینس میچوں Lords لارڈز کی کرکٹ میچ Henden کی طیاروں کے کرتب اور ایک دو چھوٹی میٹنگ کا'

www.taemeernews.com

کہ جن میں بحیثیت ایک وزیٹر (مہمان) کے شریک ہوا۔ آج کے خط میں ذکر نہیں کروں گا۔ نہ پارلیمنٹ کے اس مباحثہ کا جس میں مس سیوج کے ساتھ پولیس کے برتاؤ کی تحقیقاتی کمیشن کی دونوں رپورٹوں پر بحث ہوئی تھی اور جس میں شرکت کے لیے دارالعوام کے اسپیکر صاحب نے مجھے ممتاز اجنبیوں Strang-ers کی گیلری میں بیٹھنے کا ٹکٹ دیا تھا' یہ سب چیزیں علیٰحدہ علیٰحدہ خط چاہتی ہیں۔ اور انشاء اللہ کبھی نہ کبھی آئندہ خط میں ان تمام حالات کو پیش کر دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ جن تھیٹروں یا سینماؤں میں میں گیا ہوں ان کا ذکر بھی علیحدہ خط ہی میں مناسب ہے۔ اور ایک خاص خط تو انشاء اللہ اس موضوع پر لکھا جائے گا کہ میں نے کن کن جگھوں میں اور کس مشکل سے ظہر و عصر و مغرب کی نمازیں ادا کی ہیں جن صاحب نے نہایت بلند آہنگی سے فرمایا تھا کہ :

اذاں دی کعبہ میں ناقوس دیر میں پھونکا
کہاں کہاں ترا عاشق' تجھے پکار آیا

ان کی ساری شیخی کرکری ہو جائے گی۔ جب میں بتاؤں گا کہ میں نے کہاں کہاں چھپ چھپ کر نمازیں ادا کی ہیں۔

برادران من' مہذب ممالک کا اصول ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک جگہ ہوتی ہے ان کے نزدیک میل کچیل اور غلاظت کی تعریف صرف یہ ہے کہ مادہ اپنی مناسب جگہ کے علاوہ کہیں اور ہو۔ عمدہ سے عمدہ کھانا اگر وہ باورچی خانے یا کھانے کی میز پر نہ ہو گا یا کڑہائی دیگچی یا پلیٹ پیالہ کے باہر ہو گا مثلاً آرام کرسی اور سوفا Sofa پر قالین پر تو وہ میل کچیل یا غلاظت ہے۔ اور میں بھی اس مختصر تعریف Dirt is matter Out of Place کا قائل ہوں۔ اب سنئیے کہ اس ملک کے لوگوں نے خوب اچھی طرح سوچ کر ایک جگہ بنادی ہے اور اگر وہ چیز اس جگہ کے علاوہ

www.taemeernews.com

تھوڑی دیر کے لیے بھی کہیں اور نظر آجاتی ہے تو وہ چلا اٹھتے ہیں کہ یہ کیا گندگی پھیلا رکھی ہے۔ چنانچہ یقین کیجئے کہ مجھے اپنے گھر کے غسل خانہ میں بھی کھڑے ہو کر غسل یا وضو کرنے میں اس کی سخت احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ پانی کی ایک بوند بھی ٹب یا منہ دھونے کے باہر جا کر لکڑی کے فرش پر نہ گرنے پائے۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ اس غور و فکر کرنے والی قوم نے بھی پہلے سے سوچ کر کوئی جگہ ایسی نہیں نکالی جہاں ایک اللہ کا بندہ نماز پڑھ سکے۔ چنانچہ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ کھدر کا لباس پہن کر انگلستان جیسے ملک میں باہر نکلنا۔ جہاں آج تک لوگوں کے اس پر استعجاب و حیرت کا خاتمہ نہیں ہوا کہ دنیا میں سفید رنگت کے علاوہ بھی لوگ ہوا کرتے ہیں' اور ہر ملک میں ایک ہی لباس رائج نہیں ہے۔ اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ سارے ملک میں اپنی خوابگاہ کے باہر کہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ لیکن میں اس نئی دنیا کا کو لمبس ہوں اور جس طرح کھدر اور عباقبا کا یہاں کے لوگوں کی نظروں کو عادی بنا رہا ہوں اسی طرح رکوع و سجود کے منظر کا بھی' اور اگر بیگم صاحبہ اور بچیاں بھی یہاں آجائیں تو شاید ان کی آنکھیں برقعہ دیکھنے کی بھی عادی ہو جائیں۔

میرا ارادہ تھا کہ میں اس خط میں آپ کو کم سے کم اس جلسہ کے حالات لکھ بھیجتا جو ۲۴ جولائی کو کیکسٹن ہال میں ہوا تھا۔ اور جس میں مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے ہندوستانی ریاستوں اور حکومت ہند کے تعلقات پر ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کے جلسہ میں اپنا لیکچر پڑھ کر سنایا تھا' اور اس پر حیدر آباد کے دو ریذیڈنٹوں' پنجاب کے دو گورنروں نے ایک وفادار اور دو باغی ہندوستانیوں نے تقریر کی تھی' اور ایک سکھ نے ایک ہندوستانی اخبار پڑھ کر سنایا تھا اور لارڈ کرزن کے ایک سابق پرائیویٹ سیکرٹری نے صدارت فرمائی تھی۔ لیکن یہ موضوع

www.taemeernews.com

بھی وسعت طلب ہے اس لیے آج اس پر بھی قلم نہیں اٹھاتا اور اس کے متعلق ان اخبارات کے اقتباسات ہی بھیجتا ہوں جو گذشتہ جمعرات ہی کو میں نے نکال لیے تھے۔ اس لیے کہ اس جلسہ میں شرکت کے لیے حاضر ہونے کے بعد ہی ایک بنگالی طالب علم سے میرے ٹیکسی والے کی لڑائی ہو گئی اور بنگالی نے بالآخر ٹیکسی والے کی ناک پر ایسا گھونسہ جمایا کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اور اس جرم میں انہیں پولیس کنسٹیبل' ویسٹ منسٹر کے تھانہ میں لے گیا اور وہ حاضری کے لیے مچلکے دے کر چھوٹے۔ اور دوسرے دن مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے گئے۔ اور گو سزا پانے سے بچ گئے مگر ٹیکسی والے کو دو پونڈ خرچہ دینا پڑا اور مجھے جا کر گواہی دینی پڑی اور ان کے عوض بیرسٹر اور سالسٹر کو ۵۷ پونڈ ۷ شلنگ ۶ پنس دینا پڑے۔ امید ہے کہ میرے ان پرجوش بنگالی بھائی کو ایک سبق حاصل ہو گیا ہو گا لیکن یقیناً ٹیکسی والے کو اس کی گستاخی اور پاجی پن کا کچھ بھی ثمرہ نہ ملا اور بجائے ۶ پینس جبریہ انعام کے وہ ایک گھونسہ اور ۲ پونڈ لے مرا۔ چونکہ یہ داستان پر لطف بھی ہے اور لمبی بھی اس لیے اس کو بھی اگلے خط کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔ اگرچہ اس کے سنانے کا گذشتہ جمعرات ہی کو ارادہ تھا۔ آج چھٹا دن ہے کہ نارنگی اور انگور کے عرق کے سوا حلق کے نیچے کچھ نہیں اترا ہے۔ اس لیے آج اسی پر اکتفا کروں تو شاید مضائقہ نہ ہو گا یا یقین کیجیے کہ مجھے آج بھی مطلق بھوک نہیں معلوم ہوتی اور اس وقت ساڑھے گیارہ بجے چھٹے دن میں یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں نے رات کھانا نہیں کھایا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حسب معمول رات کھانا کھا کر سویا ہوں اور دیر میں اٹھا ہوں اس لیے اب تک منہ جھوکر ناشتہ نہیں کیا ہے۔ یقین جانیے کہ میں آپ کے قلاش اور مفلس ملک کے لیے دولت کمانے کا ایک نیا نسخہ لے کر آرہا ہوں۔ وہ یہی ہو گا کہ ہر مریض سے

www.taemeernews.com

فاقہ کرایا جاوے۔ اور کون ہے جو اس ملک میں مریض نہیں' پھلوں کا عرق پینا ہی کئی دن کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ اور ہندوستان میں انگور نہ سہی مگر نارنگیاں اور گنے تو سستے ہیں۔ اچھا اب رخصت فی امان اللہ۔ میں نے بیگم صاحبہ کے خط میں اپنے علاج اور اپنی صحت میں ترقی کی پوری تفصیل دے دی ہے وہ خط ان سے منگا کر پڑھ لیجیے گا۔

والسلام

آپ کا بھائی

محمد علی

www.taemeernews.com

(۸)

پیرس میں چند دن

ہو تیل داگران

ژاردین دے تولیری پیرس

پیارے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دیکھو تقدیر بلا تدبیر کہاں کھینچ لاتی ہے میں ۱۶ کی شب کو پیرس پہنچا' چونکہ لندن میں جب ڈاکٹر سے فارغ ہو جاؤں گا تو ارادہ ہے کہ فرانس میں کسی اچھی جگہ جہاں تنہائی نصیب ہو جائے رہوں۔ اس لیے دو تین دن یہاں رہنے کا قصد کیا تاکہ ڈاکٹر بہجت وہبی دووالدام[1]' شوکت اللہ شاہ (ڈاکٹر انصاری صاحب کے بھانجے) اور یوسف حسین خان ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کے چھوٹے بھائی وغیرہ سے مل کر طے کرلوں کہ کہاں یہ سب چیزیں اس طرح مل سکتی ہیں کہ گرانی سے بھی بچ سکوں۔ مارسیلز صبح کو جہاز پہنچا تھا جلد اگاڑی پچھاڑی تڑاکر اسٹیشن پہنچا اور ساڑھے نو بجے دن کے پیرس کو جانیوالی تیز گاڑی میں روانہ ہوا۔ چلنے سے پیشتر ایک تار "رالقوم" یعنی "راحت لقوم" ڈاکٹر بہجت وہبی کے نام دیا اور دوسرا "نسترن" یعنی افتخار کی دکان "ہندوستان" کے نام جہاں دووالدام دو گھنٹہ روزانہ کام کیا کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ وہبی نے اپنے کارخانہ کا تار کا پتہ کچھ عرصہ سے بدل دیا ہے اور خود بھی اب سان کلور (St-Cloud) میں جو وارسائی (Ver-sailles) کے راستے میں بوادی بولان Boiode Bouloene سے نکل کر پڑتا ہے اور

[1] نام ژاک دووالدام۔ ایک ترکی پاشا کے صاجزادے تھے' ماں آسٹرین تھی' پیرس کے چھوٹے بڑے حلقوں میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ مولانا سے ۱۹۲۰ء کے سفر میں تعارف ہوا تھا۔ صاحب موصوف بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور پیرس کی زندگی کے نشیب و فراز کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔

www.taemeernews.com

جہاں ان کا کارخانہ راحت القوم تیار کرنے کا ہے' نہیں رہتے۔ بلکہ پیرس کے ایک ہوٹل میں مقیم ہیں اس لیے تار نہ ملا افتخار کی دوکان پر تار اس دن کسی کو نہ ملا۔ ہفتہ تھا شاید بند ہو گئی ہو ایک پولش (پولینڈ کی رہنے والی) لیڈی اس کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ ان کو دوسرے دن صبح کو ملا' دو والدام ہفتہ اور "اتوار" ایک دوست کے ساتھ جن کے پیرس کے مکان میں وہ نولی Neuilly میں رہتے ہیں۔ دو ویل Deauville کے ساحل پر گذارا کرتے ہیں۔ وہ بھی نہ تھے۔ میں نے تار میں لکھ دیا تھا کہ انصاری کے بھانجے شوکت اللہ شاہ کو اطلاع کر دینا' وہ بزرگ دہلی سے شروع مئی میں رخصت ہوئے تھے۔ ہم سب کو اسٹیشن پر جا کر رخصت کر آئے تھے۔ مگر یہ لطف دیکھیے کہ پرسوں شب خود میں نے جا کر ان کا ہندوستان سے ان کی مراجعت پر اسٹیشن پر استقبال کیا۔ حیدر آباد بھائی اصغر سے ملنے گئے تھے۔ وہاں سے اوٹی چلے گئے دہلی میں بھابی اور غالب تک کو خبر تک نہ تھی کہ ولایت چل دیے کہ نہیں۔ انصاری تھے نہیں ورنہ چونکہ ان کو خط لکھا تھا اس لیے ان سے معلوم ہو جاتا۔ اب جب کہ پیرس کے اسٹیشن پر کوئی نہ ملا تو ارادہ کیا کہ ہوٹل واگراں Hotel Wacran ہی چلا جاؤں' آرام بھی ملے گا اور سب سے سستا بھی ہے۔ چنانچہ سب سے سستا سونے کا کمرہ مانگا۔ ایک مختصر سا سونے کا کمرہ اور اس کے متصل بیٹھنے کا بھی مختصر ہی سا کمرہ خالی تھا۔ وہ سو فرانک روز پر مل گیا یعنی دس روپیہ روز پر۔ ایک بار اسی قسم کے کمروں میں چند روز کے لیے رہے بھی تھے مگر نیچے کی منزلوں میں غالباً ۱۵۹۔۱۵۸ میں۔ یہ چوتھی منزل پر ہیں۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی شوکت اللہ شاہ ہی کے گھر کا رخ کیا۔ اس خوف سے کہ زبان نہ جاننے سے کہیں بھٹکنا نہ پڑے۔ بس یا میٹرو کی جگہ ٹیکسی لے کر گیا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں شوکت صاحب پیرس کے باہر نواح میں رہتے ہیں یا رہتے تھے۔ ورنہ یوسف حسین کے پاس چلا جاتا جو پیرس ہی میں مقیم ہے اور بہت سے فرینک بچاتا

www.taemeernews.com

قدم قدم پر ۴۵ سان Cent بڑھتے تھے اور دم خشک ہو رہا تھا۔ مگر حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ صرف ۵ پائی بڑھ رہی ہیں' اس لیے کہ فرینک بیچارہ خود پونے دو آنہ سے زیادہ نہیں۔ تب جا کر قلب کو کہیں اطمینان ہوا۔

بورگ لارین حدود پیرس کے باہر ہے۔ شوکت اللہ صاحب جس مکان میں رہتے تھے اس کے مالک سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہیں۔ پوچھا رہتے تو یہیں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہیں رہتے تھے۔ پوچھا کہیں باہر گئے ہیں تو ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جواب ملا کہ وہ تو آئے نہیں ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں سے تو معلوم ہوا کہ ہندوستان جنت نشان سے۔ پوچھا کب آئیں گے۔ کہا کوئی اطلاع نہیں مگر ان کے نام کے خط آنا شروع ہو گئے۔ غالباً جلد آجائیں گے۔ چنانچہ ان کی ڈاک میں اپنا خط بھی نظر آیا جو میں نے اپنے جہاز کی ڈاک سے ایک ہفتہ پیشتر ان بزرگ کے نام ڈالا تھا کہ میرے لیے ایک سستا سا کمرہ دو والدام یا ڈاکٹر بہجت وہبی کے قریب ہی لے رکھنا۔ وہاں سے سخت پریشان ہو کر پیرس واپس آیا۔ اتفاق سے میاں باسط نے یوسف حسین سے ایک پونڈ قرض لیا تھا۔ ایک لفافے میں اس کا ڈرافٹ بند کر کے مجھے دیدیا تھا کہ اسے مارسیلز سے ڈاک میں ڈال دیجیے گا۔ لطف یہ ہے کہ اس کا ذکر ہی نہیں کیا تھا کہ اس میں ڈرافٹ بند ہے اور ممکن تھا کہ میں اسے کھودوں احتیاطاً وہ خط بھی اٹاچی کیس سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس پر یوسف کا پتہ درج تھا۔ عبدالرحمٰن نے بھی بیلر ڈپائر پر چند پتے لکھ دیے تھے' ان میں بھی درج تھا اور وہ گلے میں لٹکے ہوئے "خلافت" کے تھیلے میں تھے۔ چنانچہ اب اسی پتہ پر سار بون Sorbone کے پاس پہنچا۔ مکان ملا' گھنٹی بجائی ایک عورت نے دروازہ کھولا۔ یوسف کا نام لیا تو اس نے فرانسیسی میں کچھ کہا اور سر اس طرح ہلایا کہ دل خوش ہو گیا۔ پھر اس نے بتایا کہ پانچویں منزل پر ہیں اور ابھی گھر ہی میں ہیں۔ حالانکہ کوئی گیارہ بج چکے تھے۔ پوچھنے پر معلوم

www.taemeernews.com

ہوا کہ لفٹ (اوپر جانے کے لیے برقی جھولا) نہیں ہے مگر خوش خوش چڑھتا چلا گیا حالانکہ سانس مجھ سے بھی پہلے چڑھ گیا۔ کمرہ کھٹکھٹایا اور بلا اجازت کا انتظار کئے ہوئے کھولا تو میاں یوسف کا خوبصورت چہرہ نظر آیا ابھی سو کر اٹھے تھے۔ لباس خواب پہنے ہوئے تھے۔ مجھ کھدر پوش کو دیکھ کر عذر کیا کہ کھدر کے کپڑے پھٹ گئے ہیں۔ ابھی لباس خواب Nightdress خریدا ہے۔ میں نے کہا چلو مجھے سب سے ملواؤ اور جس کام کے لیے میں پیرس میں رک گیا ہوں اسے پورا کراؤ۔ فوراً داڑھی بنائی جلدی میں گلا تک کاٹ لیا اور پھر منہ ہاتھ دھو کر سوٹ اور بوٹ پہن کر میرے ساتھ نیچے اترے۔ مگر اسی دن اور اسی وقت ٹیلیفون کی ڈائرکٹری میں یوسف حسین کی نظر سے شاہد سہروردی صاحب کے مکان کا نمبر گذرا جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی ٹیلفون پر ہیں۔ اس لیے گھنٹی بجا کر بات کی۔ جب جواب میں سنا کہ میں ابھی ہندوستان سے آیا ہوں تو قسمیں دلا کے اسی وقت (وثیر ونیر) پر بلایا اور خود پکانے کا اہتمام کرنا شروع کیا۔ وہ بھی پیرس کے باہر Boisde Boul ogne یواری بولان کی طرف رہتے ہیں۔ ایک روسی کسان کی شکستہ حال بیوہ جس کا شوہر شاید مارا گیا اور جس کی زمین چھین لی گئی' ان کا کھانا پکاتی ہے۔ ایک روسی کتا جو صرف روسی سمجھتا ہے' ساتھ ہے۔ راستہ میں ہم موسیو گاستان گیلر M.Gas-ton Gaillarod کے گھر ہوتے گئے۔ یوسف کہتا تھا کہ وہ ہمارے اب تک بڑے مداح ہیں وہ بیچارے شب خوابی کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور شاید ابھی خط نہیں بنایا تھا۔ اس لیے نیچے سڑک پر نہ آسکے اور مجھے بھی اوپر آنے کی تکلیف نہ دی۔ مگر چار بجے ہوٹل آنے کا وعدہ کیا اور جب ہوٹل میں ملے تو ہمارے ساتھ چائے پی اور ایک ارمنی ریسٹوران میں ترکی کھانے کی دعوت بھی دی۔

خیر اس وقت تو ہم ان کو دیکھے بغیر شاہد سہروردی کے ہاں گئے۔ خوب مزیدار کھانا خوب پیٹ بھر کر کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ جہاز سے اترے اور اس

www.taemeernews.com

کے ڈھیروں مگر بدمزہ کھانوں سے نجات ملی۔ کھانے کے بعد امریکہ سے آئے ہوئے دھن گوپال مکرجی ملے۔ جنہوں نے معتدد عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں اور جن میں My Brothers Face کی میں نے ہندوستان میں ایک انگریز سے تعریف سنی تھی اور شاہد سے بھی' انگلستان کے شاہی شاعر ڈاکٹر برجز نے بہت تعریف کی تھی۔ بالکل جوان آدمی ہیں۔ مجھے بھی امریکہ آنے اور لیکچر دینے کی دعوت دے رہے ہیں۔ شاہد کے ساتھ مزے مزے کی باتیں ہوئیں۔ بیچارہ بہت ہی قلیل تنخواہ پر بہت محنت اور بڑی قابلیت سے جمعیت اقوام کی بین الاقوامی ادبی ادارہ وغیرہ کا کام کر رہا ہے۔ واپسی پر گاستان گیار صاحب ہوٹل میں ملے وہیں سے ڈاکٹر وہبی کا پتہ لگا کر ان کو ٹیلیفون کیا اور وہ آکر ملے اور کھانا بھی ہمارے ہی ساتھ ارمنی ریسٹوران "حاجیاں" میں کھایا۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ دیوان چمن لال ایم ایل اے پیرس آئے ہوئے ہیں۔ ایک بجے وہ خود ہی میرے آنے کا سن کر ہوٹل آئے۔ شاہد سہروردی اور گیار کے ساتھ واگران ہی میں لنچ کھا کر سفارت افغانی میں گیا اور سردار اعلیٰ غلام نبی خاں سے بھی ملاقات کی۔ جب آپ پیرس تشریف لیے جا رہے تھے تاکہ جنرل نادر خاں صاحب سے جو علیل تھے اور کسی قدر اب تک علیل ہیں چارج لیں تو میں نے آپ کو دہلی میں شام کے کھانے پر مدعو کیا تھا اور حکیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے۔ آپ کے بھائی غلام جیلانی صاحب تو حج بیت اللہ میں اور موتمر عالم اسلام میں ۱۹۲۶ء میں ہمارے رفیق تھے اور ساتھ ہی طواف کیا کرتے تھے۔ وہ انگورہ میں سفیر تھے اور ہیں۔ غلام صدیق خان صاحب برلن میں تھے اور بمبئی میں بھی اعلیحضرت شاہ امان اللہ خاں صاحب کے ہمرکاب تھے اور یورپ میں بھی غالباً اس تمام سفر میں ہمرکاب رہے آپ نہایت محبت سے پیش آئے واپسی میں باصرار سخت نیچے تک پہنچانے آئے اور اپنی ہی موٹر میں روانہ کیا اور دوسرے دن لنچ کی دعوت دی رات

www.taemeernews.com

کو وہی نے بھی ارمنی دوکان میں یوسف کو اور مجھے ترکی کھانا کھلایا۔

یوسف بیچارہ ۱۷ کی صبح ہی سے ساتھ ہے اور ہر وقت ساتھ رہتا ہے اور میری ترجمانی کا کام کرتا ہے۔ مگر جہاں میری دعوت ہوتی ہمراہ نہیں جاتا اور سمجھتا ہے' کہ مغربی طریقہ پر صرف میں ہی مدعو ہوں' حالانکہ ہر جگہ میزبان نے پوچھا کہ یوسف کہاں ہیں۔ وہ بھی تو مدعو تھے یہی افغانی سفارت خانہ میں دوسرے دن ہوا اور یہی رات ہمارے پرانے دوست شریف پاشا کے ہاں ہوا۔ مگر وہبی ان کو بھی ساتھ ہی لے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے تئیں طفیلی نہیں سمجھا۔ خداوند کریم پوری کامیابی عطا فرمائے۔ لڑکا نہایت پیارا اور نہایت صالح اور سعادت مند ہے اور بڑی محنت سے تحقیقات میں مشغول ہے۔ فرانسیسی اب خوب بولنے لگا ہے گو میاں شوکت اللہ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ان کی فرانسیسی میں ابھی ہندوستانیت باقی ہے۔ ارمنی دوکان حاجیاں میں ترکی کھانا دوبار کھایا ترکاریاں سادہ زیتون کے تیل میں پکی ہوئی اچھی تھیں۔ مگر "مصالح" کا نام نہ تھا۔ بھائی کھانا تو ہندوستان میں بھی خوب پکتا ہے اور وہاں کے خراب گوشت تک کی اصلاح یہ مصالح کر دیا کرتے ہیں۔ رام پور سے جلاوطنی اب تک جاری ہے۔ مگر پھر وطن ہے سچ تو یہ ہے کہ شاید اب دنیا بھر میں سرکار کے دسترخوان سے بہتر کھانا کہیں نہیں پکتا۔ اور اگرچہ اس بارے میں نے سخت پرہیز کیا تھا اور خالص انگریزی غذا اور اس میں بھی چربی کے باعث صرف مچھلی اور مرغی کھائی تھی لیکن ایک دن نہیں رہا گیا۔ تھوڑا سا شکر دار جما ہوا دہی کھالیا۔ اس کا مزہ اب تک آرہا ہے۔ تمہارے پنجاب سے دودھ دہی کہاں اچھا ملے گا مگر غضنفر علی خان ایم۔ ایل۔ اے کو چکھایا فوراً قائل ہو گئے۔ دوبار اس ارمنی دوکان میں اور تیسری بار افغانی سفارتخانہ میں ترکی "لینورٹ" بھی کھایا جس کے بغیر ترکی نہیں سمجھتے کہ کھانا کھایا ہے۔ مگر رامپور کے شکر دار دہی کی اور ہی بات ہے ۱۹ کی

www.taemeernews.com

صبح کو یوسف کو ساتھ لے کر ایرانی سفارت خانہ گیا۔ اور مرزا حسین خاں علائی (یا اعلیٰ) سے نیاز حاصل کیا۔ میں ٹوٹی پھوٹی فارسی کوئی آدھ گھنٹہ بولتا رہا۔ یوسف نے فرانسیسی سے کام لیا' اور معلوم کیا کہ بیحد خوب بولتے ہیں اور مدتوں سے یورپ میں رہتے آئے ہیں۔ کیوں نہ بولیں گے۔ ایک بار وہ کچھ ہماری دونوں کی انگریزی سن کر انگریزی میں ایک فقرہ بول گئے تھے تب جاکر معلوم ہوا کہ انگریزی بھی خوب بولتے ہیں اور پھر تو کوئی گھنٹہ بھر انگریزی ہی میں باتیں ہوتی رہیں۔ نہایت اصرار سے فرمایا کہ آپ ضرور ایران ہو کر واپس جائیں۔ دیکھو صحت کیسی رہتی ہے۔ روپیہ کتنا خرچ ہوتا ہے۔ اگر جلد اچھا ہو گیا اور روپیہ بھی کچھ بچ گیا تو شاید ادھر ہی ہو کر بغداد شریف کی زیارت بھی کر آؤں کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف اور کاظمین شریفین کی عتبات عالیات کی زیارت کا بھی شرف مل جائے۔ اور ایران اور عراق ہوتا ہوا کراچی پہنچ جاؤں۔

سفیر صاحب ایران سے مل کر جب لوٹا تو اترسوں اور پرسوں کی مایوسی کے بعد کہ ٹیلیفون پر ٹیلیفون کیا اور افتخار کی دوکان "ہندوستان" کی منتظمہ پولش لیڈی صاحبہ کی طرف سے جواب نہ ملا۔ پھر ایک بار قسمت آزمائی کی اور دو والدام سے ملنے خود گیا' پرسوں بھی گیا تھا مگر دکان پر کوئی نہ تھا بند تھی آج بھی ایسا معلوم ہوتا تھا' مگر یوسف نے دروازہ کا ہینڈل گھمایا تو کھل گیا اور اندر جاکر دیکھا تو تن تنہا دو والدام براج رہے ہیں۔ سنتے ہی غریب دیوانہ وار نکل آیا اور پیرس کے بازار میں ساری خلقت نے یہ تماشا دیکھا کہ ایک دڈھریل بوڑھا عربی عبا اور ہندوستانی کھدر پہنے ایک فرانسیسی (بظاہر) جوان کے، گالوں کو اور منہ کو بوسے دے رہا ہے اور وہ جوان اس کی ڈاڑھی کو چوم رہا ہے جب مصافحہ معانقہ اور بوس و کنار کا سلسلہ ختم ہوا تو انھیں لے کر ہوٹل آیا دوپہر کو سفارت خانہ افغانستان جا ہی رہا تھا کہ یہاں کے ایک مشہور ترین ڈاکٹر صاحب کا ٹیلیفون آیا کہ بجائے کل صبح

www.taemeernews.com

ساڑھے آٹھ بجے کے آج ۲ بجے آؤ۔ ان سے ڈاکٹر وہبی کے ذریعہ سے وقت مقرر کرایا تھا اور پیشتر اس کے کہ تین ہفتہ کا فاقہ کروں مناسب سمجھا تھا کہ ان کو بھی اپنا حال سنادوں اور ان سے بھی مشورہ لے لوں ان کا نام Prof. Marcel Labbé ہے اور یہاں طب کے شعبہ میں جو چار مشہور ڈاکٹر ہیں ان سے ایک یہ بھی ہیں اور ذیابیطس کے علاج کے ماہر ہیں۔ میں نے عذر کیا کہ مجھے سفارت خانہ میں لنچ کو جانا ہے کہا کہ دو بجے نہ سہی سوا دو بجے تک آجاؤ مگر چونکہ سفیر صاحب خود سفارت خانہ ڈیڑھ بجے کے قریب تشریف لائے۔ اس لیے ڈھائی بجے سے پیشتر وہاں سے نہ نکل سکا تین بجے ڈاکٹر صاحب کی ہاں پہنچا اور انہوں نے دوسرے دن شام کے سات بجے وقت دیا اس سے پیشتر بالکل وقت نہ دے سکے۔ مجبوراً انہی کے وجہ سے آج تک ٹھہرنا پڑا۔ اب پونے دس بجے ہیں ساڑھے چار بجے فجر کی نماز پڑھی۔ آخری وقت تھا دراصل ساڑھے تین بجے تھے کیونکہ آجکل موسم سرما کا دن ہے گھڑی ایک گھنٹہ زیادہ بجاتی ہے۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی خط لکھنا شروع کیا تھا اور دو چار ملاقاتی آگئے ان سے گفتگو ہوئی۔ ایک ایرانی اخبارات کے نمائندے طباطبائی صاحب اور ان کے ساتھی تھے۔ ایک مختصر انٹرویو ایرانی اخبارات کے لیے دیا اور اب اس خط کو ختم کر کے مسٹر کک کے یہاں جاؤں گا۔ کچھ روپیہ نکلوا کر ہوٹل کے بل ادا کروں گا اور ۱۳ بج کر ۵ منٹ کی ٹرین میں (حسب دستور ۱۹۲۰ء) لندن جاؤں گا ڈاکٹر کے ہاں سے واپس آکر شریف پاشا کے ہاں گیا ڈاکٹر وہبی وہیں تھے اور رشید سعدی بے جن سے روم میں ملاقات ہوئی تھی اور جو انگریزی خوب بولتے تھے وہ بھی ملے۔ کل رات شریف پاشا کے ہاں کھانا بھی ان دونوں کے ساتھ کھایا۔ شریف پاشا کے ہاں سے پرسوں شام کو واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قاضی عبدالولی خاں معہ دو صاحبزادیوں کے جو نہایت حسینہ اور جمیلہ تھیں اور جن میں سے ایک اب مسلمان ہے اور دوسری کو وہ نیم مسلمان

www.taemeernews.com

اور نیم کافر کہتے ہیں مگر جو شاعروں کی اصطلاح میں دونوں کی دونوں کافرہ ہیں اور فقہا کی اصطلاح میں "عین جنات" ہیں تشریف لائے ہیں۔ ایک امریکن ہے دوسری آسٹرین جرمن۔ یہاں سے چلتی گاڑی میں لکھ رہا ہوں۔ ۵۔۱۲ پر چل کر دکٹوریہ ۳۰۔۱۹ تک پہنچادے گی۔ مگر ہندوستان کی گاڑی نہیں ہے۔ فرانس کی گاڑی ہے جس میں انقلابی حرکت اب زوروں پر نہیں ہے۔ دونوں تعلیم بھی پار ہی ہیں اور آرٹ بھی سیکھتی ہیں۔ جرمن نے کل شام کو کوئی گھنٹہ بھر میں کوئلہ یعنی چاک سے میری تصویر بھی پنسل کر عنایت فرمائی ہے۔

خیر یہ تو ہوا مگر رات کو وہبی والدام اور امریکہ کے لکھ پتی نے میرے ساتھ ہوٹل میں کھانا کھایا۔ یوسف گھر گئے تھے۔ شوکت کا تار آیا تھا کہ آرہے ہیں مگر ان کے گھر کی مالکہ یا خادمہ انگریزی میں تار ہونے کے باعث صحیح طور سے نہ سمجھ سکیں کہ کس وقت سوار ہوں گے اور کس وقت پہنچیں گے۔ کھانا ختم نہ ہوا تھا کہ وہ آگئے اور جیسا میں نے قیاس کیا تھا وہ بھی اسی گاڑی میں آرہے تھے جس میں میں آیا تھا۔ ہم سب نے جاکر ان کا استقبال کیا اور یوسف انھیں اپنے گھر لے گئے۔ میرا خیال ہے کہ اب تک بھی شاید اس بندہ خدا نے اپنے گھر یعنی بور لائن Bour-gla Veine میں کسی کو اپنے آنے کی خبر نہیں کی ہے ان کو چھوڑ کر ہم نے وہبی کو ان کے ہوٹل کے قریب چھوڑا۔ پھر پیرس سے باہر نولی Nevilly میں چونکہ ان کی صحبت سے طبیعت سیر نہ ہوئی تھی۔ اس لیے پھر وہ مجھے واگراں ہوٹل تک چھوڑنے آئے اور آخری میٹرو میں واپس ہوئے۔

صبح ہوتے ہی عبدالولی خاں حسب وعدہ آگئے اور پھر دونوں "بچا چیچ" یوسف اور شوکت بھی آگئے اور ہم اپنی آئندہ قیام گاہ دیکھنے کے لیے گئے۔ پہلی رائے فونٹین بلان Fontain Blan کی تھی مگر وہ بہت دور ہے دوسری رائے ہوئی کہ سان کلو یا بوادی بولان پیرس کے قریب یا سان ژرمین Stgermains میں

www.taemeernews.com

کمرے یا پھوس کے بنگلے کی تلاش کریں۔ اسی لیے آخر الذکر کو دیکھنے گئے۔ نہایت عمدہ اور دلفریب جگہ ہے۔ پہاڑی ہے جنگل ہے دریائے سین کا کنارہ ہے مگر ان عمدہ منظر کو دیکھ کر بیوی بچے اور بھائی بہن یاد آگئے اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

جب چلنے لگے تو یاد آیا کہ مہاراجہ ہلکر بھی تو یہیں ہیں۔ چنانچہ ان کا پتہ دریافت کرنے کے لیے یوسف کو پاس کے ہوٹل میں بھیجا۔ وہ چند ہی قدم چلے ہوں گے اور ہم ٹیکسی والے سے پوچھ ہی رہے تھے کہ ایک راج نے جو پاس کے گھر کی دیوار درست کر رہا تھا اور جس نے غالباً مہاراجہ صاحب کے مکان میں بھی کچھ کام کیا ہو گا بول اٹھا کہ مجھے معلوم ہے اور ٹیکسی والے کو پورا پتہ بتا دیا۔ واقعی نہایت ہی خوبصورت Chateau (شاتو) Country House (شہر کے باہر والا مکان خریدا ہے) ہمیں معلوم نہ تھا کہ مہاراجہ بھی یہیں ہیں میں سمجھ رہا تھا کہ وہ نئی مہارانی کے وطن امریکہ تشریف لے گئے اور ہم بے دھڑک اندر چلے گئے۔ دربان کا مکان بند تھا گھنٹی بجائی کوئی نہ بولا تب تو ہم اور بھی بے تکلف ہو کر ٹیکسی لے کر اندر چلے گئے اور مکان کو دیکھا اندر کوئی نہیں معلوم ہوتا تھا تاہم دروازہ پر جا کر ہم نے گھنٹی بجائی۔ اب تو اندر سے ایک زبردست کتا دروازہ تک آیا اور تھوڑی دیر بعد ایک ہندوستانی صاحب جو غالباً کپتان بڑودے (ایڈیکانگ) تھے آئے اور دروازہ کھول کر مجھے پہچانا کہ ہو نہ ہو علی برادران میں سے ایک دیوانے کھدر پوش ہوں گے۔ اب کیا تھا ہم نے پوچھا کہ رشید ہیں تو معلوم ہوا کہ کل ہی لندن گئے ہیں۔ اور ہمارے آنے کا سنتے ہی یا شاید ہم کو اوپر سے آتے دیکھ کر رشید کی لڑکی نے مٹھی بھر الائچیاں بھیجیں اور کہا کہ کیا کروں یہاں پان نہیں ورنہ پان بھیجتی۔ ہم نے شکریہ ادا کیا اور میں نے کہا کہ نہیں کہہ سکتا کہ سلام کہلا بھیجنا زیادہ مناسب اور موزوں ہو گا یا دعا کہلا بھیجنا یا پیار' ڈرتے ڈرتے مہاراجہ صاحب

www.taemeernews.com

کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ تشریف رکھتے ہیں مگر زکام کے باعث ابھی خوابگاہ سے بر آمد نہیں ہوئے۔ تاہم ایڈیکانگ صاحب نے خود ہی فرمایا کہ میں اطلاع کئے دیتا ہوں اور جو ارشاد ہوگا اس سے آپ کو مطلع کروں گا بڑی دیر تک انتظار کرنا پڑا یہاں تک کہ میاں شوکت کہنے لگے کہ میری تو آنتیں قل ہواللہ پڑھنے لگیں اور قاضی صاحب نے کہا کہ مجھے ۲ بجے سے پہلے نیم مسلمہ نیم کافرہ کے پاس جانا ہے۔ اگر تم زیادہ رکے تو میں روانہ ہاشم تنی میں ڈاکٹر کو سپادی صاحب آئے اور فرمایا کہ مہاراجہ صاحب کو زکام ہے اس لیے میں نے آج دیر میں خوابگاہ سے نکلنے کا مشورہ دیا ہے لیکن اب وقت ہو گیا ہے اور مہاراجہ صاحب نیچے تشریف لا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے پوچھا کہ چائے پیجئے گا۔ تو بچا چیچ تکلف کرنے لگے میرے بہنوئی میرے سسر میرے سمدھی اور اب میرے سالے بھی نمکخوار ریاست رہ چکے ہیں۔ اس لیے میں نے کہا کہ میں تو نہیں پیوں گا (حالانکہ لڑکے کہنے لگے تھے کہ صرف آپ پی لیجئے) البتہ یہ بچے بہت بھوکے ہیں چنانچہ باوجود ان کے جھوٹے انکار کے ہم سب کھانے کے کمرے میں گئے اور ایک بچہ نے اور قاضی صاحب نے چائے پی۔ ابھی یہ شغل جاری تھا کہ مہاراجہ صاحب نیچے تشریف لے آئے اور مجھے بلایا مہاراج کی صحت بھی خراب ہے دل کی بیماری ہے مگر Organic نہیں ہے ڈیڑھ مہینہ بعد سوئٹزرلینڈ جائیں گے۔ سان ژرمین سے واپس آکر ہم سب نے کھانا کھایا اور اس کے بعد مس میریا ہنیش Miss Maria Heinish نے میری تصویر کھینچی۔ یہاں کے ہندوستانی تاجر موتی مسٹر رانا جن غریب کو مفت میں دوران جنگ میں سان مارٹنک St. Martinique میں فرانسیسی حکومت نے نظر بند کر رکھا تھا اور جن سے میں وٹھل بھائی پٹیل صدر اسمبلی کے ساتھ ایک رات کو ملنے گیا تھا اور جو پرسوں بھی تشریف لائے تھے اور کل بھی تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے ان کے ساتھ ڈاکٹر وہبی کے

www.taemeernews.com

ساتھ مارسل لابی ڈاکٹر کے پاس گیا۔

خوب دیکھا بھالا مگر تین ہفتہ کے فاقہ کو پسند نہیں کیا گیا۔ گو اعتراف کیا کہ کبھی ہمیشہ کے لیے اس سے مرض کی جڑ بھی کٹ جاتی ہے مگر ان کا بھی انصاری کی طرح یہی خیال ہے کہ مرض باقی رہتا ہے اور پھر پرہیز علاج جاری رکھنا پڑتا ہے اور فاقے کے باعث کمزوری کا بھی اندیشہ ہے تاہم کوئی خطرہ اس میں نہیں بتایا بشرطیکہ ڈاکٹر احتیاط برتتا رہے۔ خود ایک غذا نامہ بھی تیار کر دیا اور دو نسخے بھی لکھ دیے اور پیشاب کا خاص امتحان کیا اور ایویان Evian میں جہاں کا پانی ہم لوگ ہوٹل رجینا Hotel Regina میں پیا کرتے تھے' جا کر ایک ڈاکٹر کے ہاتھ کے نیچے علاج کرانے کی بھی ہدایت کر دی۔

یہ تمام داستان ہے میرے آٹھ سال بعد پیرس آنے اور ہوٹل واگراں میں ٹھہرنے کی۔ تم بہت یاد آتے ہو۔ خدا کرے کہ تمہارے آقائے ولی نعمت تمہیں ضرور ہمراہ لائیں جتنا آرام تمہاری ذات سے انھیں پہنچے گا اور انھیں ہرگز نہ پہنچا سکے گا۔ خدا کرے ہمارے دیگر احباب بھی آئیں۔ رات کو شریف پاشا کے ہاں کھانے کے بعد دیر تک ارکان اسلام اور تنظیم مسلمانان اور اس کے لیے ایک نئے ٹائپ کے علماء پیدا کرنے اور تاسیس خلافت منہاج خلافت راشدہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ کل اس قدر تھک گیا تھا کہ عشاء کی نماز بھی رہ گئی بستر میں داخل ہوئے بغیر ہی اخبار پڑھتا پڑھتا بطخ کے بچہ کے پر کی رضائی پر پڑا پڑا سو گیا۔ مگر الحمد اللہ ۴:۱۵ بجے صبح کے یعنی دراصل ۳:۱۵ بجے اٹھ بیٹھا اور نماز فجر اس بار یورپ میں پہلی بار نصیب ہوگئی "بچا چیچ" اور دو والدام ٹامس کک کا نوکر اور قاضی آگئے اور سامان بندھوا لیا گیا اور سب سے آخری میں حسب دستور سابق ٹامس کک کے ہاں جا کر بیس پونڈ نکلوائے تاکہ ہوٹل کے بل کے پندرہ پونڈ ادا کیے جائیں اور "انعام" بالجبر بخشا جائے اور لندن کے لیے کچھ روپیہ رکھ لیا جائے۔ شوکت اللہ کو

www.taemeernews.com

یونہی ساتھ لے لیا اور احتیاطاً کہہ دیا تم جاکر دیکھ لو کسی کا خط کا ہے کو آیا ہو گا۔ مگر ممکن ہے مہاراجہ الور نے میرے مبارکباد کے تار کا جو ۱۶ کو عین ان کی سالگرہ کے دن مارسیلز سے روانہ کر دیا تھا جواب آیا ہو۔ معلوم ہوا کہ دو خط لندن سے آئے ہوئے ہیں وہ تو شوکت لے آیا مگر ایک تار بھی ہے جس کے لیے رسید پر مجھے خود دستخط کرنا ہوں گے۔ چانچہ اوپر گیا اور نہایت اطمینان کے ساتھ دستخط کئے مگر بجائے ایک تار کے دو تار ملے۔ ایک شوکت عمر کا تھا جس کا اور اشرف کا خط بھی آیا تھا۔ ایک کو کھولا تو اس میں بھیجنے والے کا نام شوکت ہی تھا مگر بمبئی کا چلا ہوا تھا اور آخری لفظ Courage نظر آیا۔ پڑھا تو پہلے الفاظ تھے Sister Dead آنکھوں کے تلے اندھیرا چھا گیا اور سکتہ کا عالم سا ہو گیا شوکت اللہ کو دکھایا اور دوسری بار پھر پڑھا اور چپ کھڑا کا کھڑا رہ گیا مگر بحمد اللہ پھر خدا یاد آیا اور انا اللہ وانا الیہ راجعون بار بار پڑھا اور ہوٹل روانہ ہوا۔ سب کھڑے تھے۔ وہیں بھی آگئے تھے۔ پہلے انھیں سے ملاقات ہوئی اور تار کا ان سے ذکر کیا پھر بل ادا کیا۔ اور ایک بہتر فرانک کی بل پر جس کی کہ شراب پی تھی اور جو اسی رات لنڈھائی گئی تھی جس رات کو میں پیرس ساڑھے دس بجے پہنچا تھا منجر سے تکرار کی رات ہی ڈنر پر شریف پاشا کے ہاں نہاد رشاد[1] کے نام کے تار کے اس فقرے پر کہ (حرام شراب نہیں دے سکتا) خوب ہنسی اڑ رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں خوب آج سب کو شمپین وغیرہ پلاؤں گا۔ پھر جب خود کھانے پر دوا پی تو کہنے لگے کہ اسے حرام شراب نہ سمجھنا Bactria ہیں جو بطور دوا کے پی رہا ہوں۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ایک مد Item رٹیکا ہوٹل میں اس قسم کے بل میں پہلے ہی بار آگیا تھا اور کٹولیا گیا تھا۔ اس بار شریک پنجاب کے ایک بزرگ کی عنایت سے جو اسٹیشن پر ملے تھے اور خود ہی ساتھ ہو

---

[1] آپ ترک ہیں ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت کے ساتھ پیرس میں کام کرتے تھے۔

www.taemeernews.com

گئے تھے اور جب میں نے ہوٹل پہنچتے ہی orangeade فشردہ نارنج منگوایا تھا تو ان ذات شریف نے ہوٹل کے خدمت گار کے کان میں کچھ کہا تھا چونکہ منہ میں پہلے ہی بو آرہی تھی میں سمجھ گیا تھا کہ کیا کیا کہا ہوگا اور جب وسکی آئی اور معذرت کی اور کہا کہ میں اپنے والد بزرگوار کے سامنے بھی پیتا ہوں۔ دوسروں کی طرح ریاکار نہیں ہوں اور پھر کہا کہ دونوں چیزوں کی قیمت میں خود ادا کردوں گا۔ میں نے کہا نہیں میں اپنا خرچ دوسروں پر نہیں ڈال سکتا۔ میں افشردہ نارنج کی قیمت خود ادا کردوں گا۔ تو فرمایا کہ مگر اس کی (وسکی کی طرف اشارہ کر کے) قیمت تو آپ نہیں دیں گے جس کا میں نے اعتراف کیا بڑی مشکل سے میں نے ان ذات شریف کو پونے بارہ بجے رخصت کیا پھر وضو کر کے نماز ادا کی اور سونے لیٹا ساڑھے بارہ کے بعد دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا میں اندر سے بند کر چکا تھا اس لیے Entree (اندر نہ آؤ) کا تختہ تھا خود جا کر دروازہ کھولنا پڑا کھول کر دیکھتا ہوں تو یہی ذات شریف کھڑے ہیں اور ہوٹل کا پورٹر Porter کہہ رہا ہے کہ دو پونڈ کے عوض مجھ سے دو سو بیس فرانک انہوں نے مانگے اور نیچے دو انگریزوں کے ساتھ شراب پی اب پونڈ نہیں دیتے ان سے پوچھا گیا تو نشے میں چور تھے جواب دینا اور بھی مشکل ہو گیا سب کا قیاس ہے کہ ان کے مانگنے پر اس شخص نے انہیں وسکی پلائی ہوگی اور یہ مفت کی پی لینے کے بعد فاقہ مستی رنگ لا رہی تھی۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا یہ شخص میرا دوست نہیں اور نہ اسے میں پہنچانتا ہوں۔ یہ کہتا ہے کہ میں ہوٹل ہوس امان لودرا Hausman Loudra میں رہتا ہوں غالباً بولیوار د ہوش امان Boulevarde Hausman میں ہوٹل لودرے Hotel Loudre ہے۔ اسے وہاں پہنچا دو اور دام وصول کر لو۔ پورٹر نے کہا یہ تو کہتے ہیں کہ میں اسی ہوٹل میں آج رات کو سوؤنگا میں نے کہا یہ جھوٹ ہے بہر حال مجھ سے کوئی واسطہ نہیں تم جانو اور یہ جانیں اس کے بعد دروازہ بند کر کے میں پھر سو گیا صبح کو پورٹر سے معلوم ہوا کہ وہاں نہیں

www.taemeernews.com

رہتے پھر انہوں نے کہا(Dela Pia Cafe) کافے دلا پے چلو۔ وہاں جا کر اسے تو دروازہ پر چھوڑا اور خود دوسرے دروازے سے نکل کر رفو چکر ہو گئے۔ یہ شخص جو ان طالب علم کی طرح ہے۔ انگلستان رہ چکا ہے بہت خراب انگریزی بولتا ہے اور ذرا ذرا فرانسیسی بھی اور کہتا ہے کہ روس بھی جا چکا ہے اور جرمنی بھی نام غالباً غلام احمد بتلایا تھا اور کہتا تھا کہ غلام صادق صاحب میرے عزیز ہیں واللہ اعلم بالصواب بہر حال معلوم نہیں کہ پورٹر کی کہانی کی کیا اصلیت ہے مگر میں بھی ۲۷ فرانک کی شراب کے دام ادا کرنے کا گنہگار ہو چکا ہوں۔ اب کیلے قریب آگیا رخصت ہوتا ہوں یہ خط بیگم صاحبہ کو بھیجے دیتا ہوں اس لیے کہ ان کو نہیں لکھ سکا جعفری بھی دیکھ لے گا اور پھر تمہیں بھجوا دے گا۔ تمہارے ملٹری ممبر صاحب کی میم صاحبہ جہاز ہی پر تھیں مگر نام کے متعلق کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ کئی روز میرے پاس ہی بیٹھے رہے اور ایک بریگیڈیر صاحب کے ساتھ گفتگو کرتے رہنے کے بعد خود ہی مجھ سے خطاب کر کے بتلایا کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آرہے ہیں اور تم لوگ انھیں سٹیشن تک رخصت کرنے آئے تھے۔ اس کے بعد بھی دو چار بار تمہارے شہر کے متعلق تھوڑی تھوڑی دیر گفتگو رہی۔ بریگیڈیر صاحب ہم سے بہت شرافت کے ساتھ ملتے رہے اور ان سے خوب کھل کھل کر باتیں ہوا کیں مگر ان سے ہماری زیادہ باتیں نہیں ہوئیں۔ بریگیڈیر صاحب سے البتہ ان کی خوب باتیں ہوتی رہیں غالباً ان کے شوہر کے دوست ہوں گے اچھا اب کیلے آگیا۔

رخصت

تمہارا محمد علی

www.taemeernews.com

(۹)

ورود لندن

اب میری داستان سنو حیات والا خط جو تم کو اس لیے بھیجا تھا کہ اس وقت تک کے تمام حالات سے مطلع ہو جاؤ تمہیں ملا ہو گا اور کیلے (ساحل فرانس) تک کے سفر کے حالات سے مفصل اطلاع تم کو مل گئی ہو گی۔ یہاں ۲۱ر کو رات کے آٹھ بجے (دراصل ۷ بجے شام کے جب یہاں عصر کا وقت اچھی طرح باقی تھا) وکٹوریہ اسٹیشن پہنچا۔ حیات کا سالا حمید موٹر لیے موجود تھا۔ حیات کے چچا اور سسر بھی آئے ہوئے ہیں گو اس وقت چند دن کے لیے وہ جینوا اور پیرس گئے ہوئے ہیں۔ حیات کی سالی نادرہ معہ بچہ کے یہاں ہی ہے۔ رچمنڈ میں نہایت خوبصورت چار پانچ کمروں والا نیا بنا ہوا مختصر سا مکان خرید لیا ہے اور قیمت صرف یہ ہے کہ چھ گنی کرایہ ہر مہینہ ادا کر دیا کرے (یعنی کل اسی روپیہ ماہوار) چند برسوں میں وہ مکان خود اس کا ہو جائے گا۔ سامان خود خرید لیا ہے اور حقیقتاً وہ بھی ماہواری کرایہ پر اسی طرح مل سکتا ہے۔ اس کو دیکھ کر تو میں اور بھی بیتاب ہو گیا۔ علی جان والوں کے مکان کا کرایہ اس سے کچھ ہی کم ہے اور مکان ہمیشہ ان کا رہے گا۔ تم آجاؤ تو کھانے اور نوکر کا خرچ بھی ہم سب کے لیے معہ شاکر اور طارق کے اگر طارق کو ان کے بھائی چھوڑ دیں تیس گنی یعنی چار سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ ہو گا۔ بہت ہوا تو پانچ سو روپیہ ماہوار ہو گا۔ اور باقی اوپر کے لیے میرے پاس کافی بچ رہے گا۔

حمید کے علاوہ عبدالرحمٰن اور شعیب کے دوست حیدر تھے جن کو راستہ سے میں نے خط بھی لکھ دیا تھا اور تار بھی دے دیا تھا ظفر عمر نے مجھے دہلی لکھ بھیجا

www.taemeernews.com

تھا کہ ان کا لڑکا شوکت عمر (دوسرے بھائی کا نام محمد عمر ہے اور یہ دونوں نام سعید محمد خاں کے لڑکے شوکت محمد خاں اور حسن محمد حیات کے بچہ شوکت محمد حیات کی طرح ہم دونوں بھائیوں ہی کے نام پر رکھے گئے ہیں) یہاں پڑھتا ہے اس کو لکھ دینا تو ضرور تم سے ملے گا۔ میں نے خیال کیا کہ اس لڑکے کو کیوں نہ لکھ دوں کہ میرے لیے مکان کی تلاش کرے۔ چنانچہ اسی وقت دہلی سے خط لکھ دیا تھا جہاز پر سے پھر لکھا پیرس سے چلتے وقت اس کے اور جامعہ کے میرے پرانے شاگرد اشرف کے خطوط ملے اور ایک تار ملا کہ آپ کے جہاز کے خط کے مطابق اسی محلہ میں کمرے تلاش کر لیے گئے ہیں۔ جہاں آپ کا ڈاکٹر مطب کرتا ہے وہ میرے بیحد گراں تھے۔ سب سے سستے کمروں کا کرایہ کوئی ۷ گنی (۱۰۰ روپیہ سے کچھ کم) فی ہفتہ (یعنی نادرہ بی کے مکان کے کرایہ سے بھی ان کمروں کا کرایہ بچ گنے سے زیادہ ہے)۔ انہوں نے لکھا کہ آپ ہمارے پاس ہی کیوں نہیں رہتے؟ بہر حال دونوں اسٹیشن پر موجود تھے اور سب کی رائے یہ ہوئی کہ آج رات کو وہیں قیام کیا جائے۔ پھر ڈاکٹر سے کل دوپہر کو مل کر پوچھ لینا اگر وہ کہے کہ ۲۱ دن کے فاقے میں تم اس قدر کمزور ہو جاؤ گے کہ تم سے یہاں تک نہ آیا جائے گا تو اس کے قریب کمرے لے لینا۔ خیر انہی کے ساتھ ان کے گھر حمید کے موٹر میں گیا حمید کا امتحان جلد ختم ہونیوالا ہے پھر وہی اپنی موٹر میں ہر طرف گھمانے لے جایا کرے گا۔ رات کو ہندوستانی کھانا کھانے ایک ہندوستانی کی دوکان میں گئے اور جھینگے اور مرغی اور ماش کی دال اور پراٹھے خوب اڑے۔ (مگر چار آدمیوں کا ایک وقت ہی کھانا تیرہ روپیہ میں کھایا گیا) یہ مکان بہت اچھا ہے ایک بڑے کمرے میں جو حمید کے کمرے کے برابر ہی میں سوتا ہوں۔ اس سے ذرا بڑے کمرے میں یہ دونوں لڑکے سوتے ہیں اور وہیں لکھا پڑھا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بڑا وسیع کمرہ ہمارے بڑے کمروں کی برابر کھانا کھانے کا ہے اور خوب سجا ہوا وسیع کمرہ ملاقات

www.taemeernews.com

کے لیے ہے۔ مکان کے مالک ایک ادھیڑ عمر کے آدمی ہیں اور یہی عمران کی بیوی کی ہے۔ ان کی بیوی ایک قریب کی عزیز ہے اوہیڑ عمر کی عورت گھر کا تمام انتظام کرتی ہے۔ مالک مکان کے بوڑھے والد (مگر مستعد کار گزار آدمی جو اپنی روٹی خود کماتے ہیں) ساتھ ہی رہتے ہیں۔ بچے یا جوان اولاد بالکل نہیں دو مامائیں ہیں۔ آج کل ایک گئی ہوئی ہے اور ایک آدھی عقل کا آدمی کام میں مدد دیتا ہے۔ میں کمروں کا کرایہ دیا کروں گا اور جو کچھ کھانے میں خرچ ہو گا وہ ادا کیا کروں گا۔ پہلے ہفتہ کا بل آئے گا تو معلوم ہو گا کہ کتنا خرچ ہوا کرے گا۔

یہ لڑکے معہ کھانے کے دو دو گنی فی ہفتہ دیا کرتے ہیں۔ میرا خرچ فی ہفتہ ساڑھے تین گنی ہو جایا کرے گا (یعنی کوئی دو سو روپیہ ماہوار) وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے حکم دیا ہے کہ ابھی صرف دو وقت کھانا کھایا کرو۔ اس لیے ایک بجے کے قریب تین چار ناشپاتیاں نرم کوئی پاؤ بھر اسٹرابیری (بالائی کے ساتھ) کچھ چیری جو بیروں کی طرح ہوتی ہے اور ایک دو نارنگیاں کھا لیتا ہوں۔ شام کو ۱۵ : ۷ بجے تھوڑا سا گوشت اور بہت سی ترکاریاں اور سلاد (کچا کاہو) کھانے کو ملتا ہے۔ اجازت ہے کہ اگر جی چاہے تو صبح اور سہ پہر کو کافی (قہوہ) بالائی کے ساتھ پی لوں یا بہت ہی ہلکی چائے روٹی کھانے کی اجازت نہیں ہے لیکن آئندہ بھوسی کی روٹی بھی تھوڑی سی ملا کرے گی لطف یہ ہے کہ شکر کی مطلق اجازت نہیں ہے مگر شہد کی اجازت ہے اس لیے قہوہ اور چائے میں شہد ڈال سکتا ہوں مگر پھلوں کے ساتھ گوشت نہیں اور گوشت کے ساتھ پھل نہیں کھائے جا سکتے۔ کھانے کے ساتھ پانی کی اجازت نہیں ہے البتہ دو کھانوں کے درمیان پانی پی سکتا ہوں۔ اس ڈاکٹر کا خیال ہے کہ کھانے کی چیزیں غلط طور پر ملائی جاتی ہیں۔ اس لیے ہاضمہ میں خرابی ہوتی ہے دوسرے قدرتی چیزیں اللہ کی بنی ہوئی کم کھائی جاتی ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی چیزیں زیادہ کھائی جاتیں ہیں۔ جن سے ہاضمہ خراب ہوتا ہے' امراض پیدا ہوتے

www.taemeernews.com

رہتے ہیں اور علاج بھی مشکل ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ شہد کھاؤ۔ خدا نے بنایا ہے کہ شکر مت کھاؤ اسے انسان نے خراب کر دیا ہے۔ گنا کھاؤ تو مضائقہ نہیں۔ روٹی انسان کی بنائی ہوئی ہے اگر کھا دیں تو کم اور بھوسی سمیت زیادہ گوشت اچھا نہیں ترکاریاں اچھی ہیں لیکن سلاد (جو کچا کا ہو ہوتا ہے) بہتر ہے دوا کا وہ بالکل قائل نہیں۔ شکر کی گولیاں (یعنی سکرین کی) بھی ممنوع، دوا کی جگہ وہ ورزش کراتا ہے لیکن ابھی تک ورزش میں دو طریقہ سے ناک سے لمبے لمبے سانس لینا اور منہ سے سیٹی بجانے کی طرح سانس نکالنا بتایا ہے۔ بیٹھنے اور کھڑے ہونے اور چلنے کا بھی طریقہ بتایا ہے۔ رہا ۲۱ دن کا مسلسل فاقہ تو تم یہ سن کر خوش ہو گی کہ وہ میرے لیے تجویز نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ کئی بار دو دو تین تین دن کے فاقے کر دیے جائیں گے کل سہ پہر کو ان کے پاس مزید ہدایات لینے جاؤں گا۔ اب تک دو ڈھائی ملاقاتیں ہوئی ہیں قارورہ کا امتحان ہر ہفتہ ہوا کرے گا۔ گذشتہ ہفتہ کے امتحان میں ۳ فیصدی شکر تھی اور ۱۰/ ۱ فیصدی چربی۔ اسی ٹون Acetone زہر بھی ضرور کچھ نہ کچھ ہو گا۔ مگر کیمیاوی تجزیہ کرنے والے نے اپنی رپورٹ میں ذکر نہیں کیا تھا۔ یقین ہے کہ اس ہفتہ شکر کم ہو گی پیشاب صرف رات کو آتا ہے مگر اب رات کو صرف ایک بار کوئی دو ڈھائی بجے کے قریب اٹھنا پڑتا ہے۔ اور پھر علی الصباح کوئی چھ بجے اور پھر ایک آدھ بار اور رات کو اکثر بارہ بجے کے بعد سونا ملتا ہے۔ یہاں گرمیوں میں گھڑی ایک گھنٹہ آگے کر دی جاتی ہے اس لیے یہاں کے آٹھ بجے حقیقتاً وقت ۷ بجے ہوتا ہے۔ یہاں کے حساب سے سورج سوا نو بجے غروب ہوا کرتا ہے اور پونے پانچ بجے نکلا کرتا ہے۔ نماز فجر تو صرف ایک دن میں مل سکی ہے اور اس کے بعد میں پھر گھنٹہ بھر کے لیے سو گیا۔ نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شفق پھوٹی ہے۔ اب ایسا کیا کروں گا کہ دوپہر کو ایک گھنٹہ سو لیا کروں گا تاکہ عشاء اور فجر دونوں اچھی

www.taemeernews.com

طرح مل جایا کریں۔

کل میسرز نا مس لک کے یہاں گیا تھا تاکہ خطوں کے ساتھ ہی اخبار بھی آجایا کرے۔ وہاں امیر احمد کا لڑکا عزیز بھی مل گیا قریب ہی کی بڑی موٹروں کی دکان والے کے ہاں میں کام کرتا ہے چلتے وقت پوچھنے لگا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔ میں نے کہا کہ بس یہی خدمت کر سکتے ہو کہ موٹروں پر چڑھائے رکھو۔ بس کو یہ میرٹھ میں (بیگم صاحبہ نواب اسمٰعیل خان کو) [1] اطلاع دے دینا کہ ان کے بھائی صاحب واجد محمود آجکل خوب محنت کر رہے ہیں مجھے ہمراہ لے جا کر چائے پلائی۔

---

[1] بیگم صاحبہ محترمہ کے نام خط

www.taemeernews.com

(۱۰)

بیگم صاحبہ کو لندن آنے کی دعوت

۲۸/جون ۲۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیاری زہرا[۱]

خدا تمہیں زاہد کو اور طارق کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور پروان چڑھائے۔ میں نے بی کو خوب مفصل خط لکھ دیا ہے۔ اس سے سب حالات تمہیں معلوم ہو جائیں گے۔ اگر وہ جلد دہلی سے بی نہ بھیجیں تو لکھ کر منگا لینا میں نے ان کو لکھ دیا ہے کہ تمہارے چچا کو وہ خط (یعنی اس کے دو ضروری ورق) بھیج دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مظفر کے ہمراہ وہ اور بچیاں چلی آئیں۔ اور اگر تم اور زاہد چھوڑ سکو تو طارق صاحب بھی چلے آئیں مظفر انشاء اللہ عنقریب ڈاکٹری کی تعلیم کے لیے آجائیں گے۔ طارق صاحب کو میں نے علیحدہ خط لکھا ہے وہ ضرور ان کو خود پڑھوا دینا۔ اسی طرح لکھنا پڑھنا آجائے گا۔ میں پہلے سے بہت اچھا ہوں مگر تنہائی میں طبیعت سخت گھبراتی ہے اچھا اب رخصت ہوتا ہوں۔ اس لیے کہ ڈاک جارہی ہے عرفان صاحب سے کہہ دینا کہ انشاء اللہ اگلے ہفتہ ان کے نام مفصل خط لکھوں گا جسے وہ جعفری[۲] اور تمہاری بی کے پاس بھی ضرور بھیج دیں۔ اب تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ زاہد کو اور چچا کو اور سب کو خوش رکھو خدا تمہارا بھلا کرے۔

تمہارا پیارا باپ

محمد علی

---

[۱] مولانا مرحوم کی بڑی صاحب زادی

[۲] سید محمد صاحب ایڈیٹر ملت دہلی۔ اس وقت موصوف ہمدرد کے ایڈیٹر تھے

www.taemeernews.com

(۱۱)

افسردگی و بے چینی

پیارے عرفان

السلام علیکم و رحمتہ اللّٰہ وبرکاتہ!

تمہارا محبت نامہ مورخہ ۱۵ر جون کو ملا۔ اگر تمہیں میری اس مفارقت کا بے انتہا افسوس ہے تو یقین جانو کہ مجھے کچھ اس سے زیادہ ہی افسوس اور صدمہ ہے، جب ۱۸۹۸ء میں ہندوستان کو چھوڑ کر ایک نوجوان ناتجربہ کار طالب علم کی حیثیت سے انگلستان آیا تھا اور اس مہذب اور متمدن ملک کی دلفریبیوں کا بظاہر شکار ہو رہا تھا تو میرے بڑے بھائی ذوالفقار علی صاحب گوہر نے مجھے لکھا تھا کہ بھلا اس ملک میں ہم ہندوستان والے تمہیں کیا یاد آتے ہوں گے۔ ان کے جواب میں نے انھیں اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک شعر لکھ بھیجا۔ وہی اب تمہیں لکھتا ہوں۔

لٹک باقی ہے اب تک گو تیری محفل میں بیٹھا ہے
کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے جوہر کو بیاباں کا

اس وقت تو انگلستان پہلی ہی بار ہزاروں آرزوں اور تمناؤں کے بعد آنا ہوا تھا مگر اب تو یہ حالت ہے کہ۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ است

اور صحیح معنوں میں آرزوئیں اسی طرح خاک ہوتی ہیں کہ دل میں کوئی آرزو ہی باقی نہ رہے۔ سب کی سب نکل آئیں اور ایک کے نکلنے سے بھی دل کو تسلی نہ ہو یہاں دلفریبی کے یعنی دل کو فریب دینے کے ہزاروں سامان ہیں لیکن

www.taemeernews.com

دل کی تسلی کا سارا سامان ہندوستان اور مشرق میں ہے۔ میرے ساتھ جو دونو جوان طالب علم ہیں ان پر ہم افسردہ خاطروں کا کچھ نہ کچھ اثر پڑ گیا ہے

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

لیکن اگر کسی نوجوان کو یہاں کی دلفریبیوں کا شکار دیکھتا بھی ہوں تو بیساختہ کہہ اٹھتا ہوں

چومی بینم کسے کز کوئے تو دل شاد می آید
فریبے کز تو اول خوردہ بودم یاد می آید

رہا میرے ہمعصروں اور ہم ملتوں اور ہم وطنوں کا اس مفارقت پر اظہار خیال۔ خدا کرے انھیں بھی یہ مفارقت شاق گذرے اب تک تو بظاہر مجھی کو شاق گذر رہی ہے اور **الله در من قال**

وائے اس شخص کی قسمت جو تجھے یاد کرے
ہائے اس شخص کی قسمت جو تجھے یاد رہے

برادرم ابھی میری قسمت پر آنسو ہی گراتے رہو کہ میں ہندوستان کو اور مسلمانوں کو ہر وقت یاد کرتا رہتا ہوں۔ ابھی میری قسمت پر رشک نہ کرو کہ کبھی ہندوستان والے اور مسلمان بھی مجھے یاد کر لیا کرتے ہیں۔ میں یہاں ایک گوشہ تنہائی میں پڑا ہوں حالانکہ لوگ اسے گوشہ تنہائی نہ کہیں گے۔ اس لیے کہ ومبلڈن Wimbledon میں جا کر ٹلڈین Tilden لاکوسٹ Lacoste کوشا Cochet بوروترا Borotra ہنٹر Hunter پیٹرسن Patterson ہاکس Hawkes کوئین Coen ہیلن ولس Helanwills ڈی ایوریتھ Dealvarez سلی آسن Cily Aussen بیٹی نٹل Betty Nothal کی لان ٹینس Lawn Tennis دیکھی۔ ہیڈن جا کر فوجی طیاروں کے کرتب دیکھے۔ لارڈز Lords کے کرکٹ کے میدان میں جا کر آکسفورڈ اور کیمبرج کا مقابلہ دیکھا نیو گیلری سینما New Gallery Cinema ریجنٹ اسٹریٹ Regent

www.taemeernews.com

Street میں جا کر بیری مور Barry More کو تالی ناٹک Tenpest ایکٹ کرتے ہوئے دیکھا اور جارج برنارڈ شا George Bernardshaw کو اسی سینما میں جا کر دیکھا ہی نہیں بلکہ سنا بھی۔ اس لیے کہ موویٹون Movie Tone میں نہ صرف تصاویر نظر آتی ہیں بلکہ آواز بھی صاف سنائی دیتی ہے۔ اور ہو بہو نہ کہ گراموفون کی طرح بگڑی ہوئی مگر جس شخص کی ساری عمر ملک وملت کا کام کرتے گذری ہوا سے ان تماشاگاہوں میں بھی ہو کا عالم نظر آتا ہے غالب نے خوب فرمایا ہے کہ

ہے آدمی بجائے خود ایک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

لیکن استاد غالب نے بھی انجمن کو خلوت ظاہر نہیں فرمایا۔ حالانکہ یقیناً ان پر بھی بارہا یہی کیفیت طاری ہوتی ہو گی کہ کسی کو اپنا ہم خیال نہ پا کر بھری محفل میں بھی قید تنہائی کا لطف اٹھانا پڑا ہو۔ بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ میں یہاں سیاسی جماعتوں میں پہلے کی طرح حصہ لوں لیکن مجھے یہاں کی کسی جماعت پر اعتماد نہیں اور بحمد اللہ ہزاروں ٹھوکریں کھا کر یہ تلخ مگر مفید ترین سبق اب سیکھ گیا ہوں کہ ہماری نجات خدا کے سوا اگر کسی کے ہاتھ میں ہے تو وہ خود ہم ہیں۔ اوپر خدا اور نیچے خود، مجھے کسی سے ملنے میں عذر نہیں اور جو مجھ سے میری رائے پوچھے گا۔ اس کے سامنے اظہار خیالات کرنے میں مجھے ذرا تامل نہ ہو گا۔ مگر اب مجھے کسی کے پاس جا کر اپنے ملک اور اپنی ملت کا فسانہ غم دل سنانا نہیں ہے سکلات والا[1] میرا ۱۹۳۱ء کا دوست ہے اس نے پارلیمنٹ میں لنچ اور چائے کے لیے بلایا میں گیا اور اس کے دوستوں سے ملا جن میں سے اسی کی طرح کمیونسٹ تھے اور کچھ لیبر پارٹی والے تھے۔ مگر جس طرح میں نے وہی کھانا کھایا جو ڈاکٹر کے حکم کے مطابق تھا اور ہر وہ چیز چھوڑ دی جو اس کے حکم کے خلاف تھی اسی طرح ان احباب کے خیالات سے۔ بھی اسی حد تک اتفاق کیا کہ خدائے حکیم کی منشاء اور

---

[1] موصوف پارسی تھے اور انگلستان میں بس گئے تھے۔ آپ کو انگریزی پارلیمنٹ کا رکن بھی چنا گیا تھا۔

www.taemeernews.com

مرضی کے مطابق تھا۔ اور اس حد کے آگے اختلاف کیا۔ دارالعلوم کے مشہور لب دریائے ٹیمس Terrace یا "شہ نشین" پر ریمزے میکڈانلڈ [1] اور دوسرے لیبر پارٹی کے عمائد اور اسی طرح اور پارٹیوں کے عمائد نظر آئے جو اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے چائے نوش فرما رہے تھے۔ مگر اب ان میں سے ایک بھی ایسا نظر نہ آیا جس سے مل کر چارہ گری کی کچھ خواہش کرتا۔ حالانکہ پہلے سفروں میں انہیں کی تلاش اور جستجو رہی تھی اور ہر وقت اس کی آرزو رہتی تھی کہ کس طرح ان سے ملا جائے اور انھیں درد دل سنایا جائے۔ ان سے درمان کے لیے کہا جائے۔

یہاں بھی اب بریلز کی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۶ء انجمن مخالفین شہنشاہیت League Against Imperealism کی بنیاد ڈالی گئی اور میں بھی ایک طرف چپ چاپ تقریریں سن رہا تھا جس میں یہاں کی لیبر پارٹی کے Leftwing کے کچھ لوگ بطور نمائندوں کے اپنی ٹریڈ یونیں کی شاخوں کی طرف سے آکر شریک ہوئے تھے۔ اور برطانیہ کی سامراجی پالیسی کے خلاف اظہار خیال کر رہے تھے۔ سرنیواس آئینگر [2] نے بھی ایک نہایت معقول تقریر کی جس میں سائمن کمیشن کے خلاف اظہار خیال کیا ہے۔ مگر میں اس جلسہ میں خاموش ہی بیٹھا رہا کیونکہ حقیقتاً برطانیہ کی سامراجی پالیسی خود اس ملک والوں کے لیے ایک سم قاتل اور زہر ہلاہل ہے۔ اور اگر یہ لوگ اپنے درد کا درمان چاہیں تو کیا تعجب ہے لیکن ہمارے درد کا درمان ان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ خود ہمارے ہی ہاتھ میں ہے اور اس کا علاج بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں میں ملکی اور ملی علاج کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ اپنے ایک ذاتی مرض کے علاج کے لیے آیا ہوں البتہ جب اکثر نوجوانوں کو

---

[1] لیبر پارٹی کے لیڈر تھے ایک سے زیادہ بار انگلستان کے وزیر اعظم ہوئے۔ آخر میں اپنی پارٹی سے کٹ کر قدامت پرستوں سے مل گئے تھے۔

[2] کانگرس کے سابق صدر، آپ نے بھی حال میں انتقال فرمایا

www.taemeernews.com

خود غرضی نفس پرستی اور محض معاش کوشی اور معاد فراموشی میں گرفتار دیکھتا ہوں تو خاموش رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایک بار مجھ سے بہت زور کے ساتھ محض ہندوستانیوں کے ایک جلسہ کے بعد خواہش کی گئی کہ کچھ کہوں تو میں نے یہی کہا کہ اگر ہمارا ملک تباہ ہو رہا ہے اور اس سے بھی زیادہ تباہ ہوگا تو صرف اسی باعث کہ ہم دھواں دھار تقریروں کے عاشق اور پرزور تحریروں کے گرویدہ ہیں عمل کا جہاں تک تعلق ہے ہم ایک مفلوج جسم سے بہتر نہیں۔ سنا ہے کہ بار دولی[1] کے لیے چندہ جمع ہو رہا ہے۔ دیکھئے کس قدر بھیجا جاتا ہے۔ میرے نزدیک ہماری حب وطن اور ملت پروری کا صحیح معیار یہی ہو سکتا ہے۔ بقول ایک بزرگ کے "میاں دل کی محبت ہاتھ سے پہچانی جاتی ہے" ورنہ یہ سب چخ چخ دندان ہے یہاں لوگوں کو سخت تعجب ہوتا ہے کہ میں اس قدر خاموش ہوں۔ اکثر لوگوں کو تو معلوم ہی نہیں کہ میں اب تین ہفتہ سے لندن میں مقیم ہوں اس کے جواب میں میں بھی کہہ دیا کرتا ہوں کہ میری شور اشوری ساری ہندوستان کے لیے ہے ۔ یہاں بے نمکی ہی موزوں ہے وہاں لوگ میرے ہر وقت چیخنے چلانے سے تنگ تھے۔ یہاں میری خاموشی سے عاجز آگئے ہیں۔ اگر ہندوستان میں بھی کوئی اب میری خاموشی پر نالاں ہے تو اسے غالب کا شعر سنا دیجئے۔

زمن بجرم طپیدن کنارہ مے کردی
بیا بقبر من و آرمیدنم بنگر

آپ نے محمد خاں[2] "نجدی" کی خرافات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے ساری حقیقت آشکارا ہو گئی۔ لیکن میں نے جو قاہرہ میں کہا تھا اس میں کوئی چیز

---

[1] بار دولی میں مکان نہ دینے کی تحریک چل رہی تھی۔

[2] آپ ہیں تو ہندوستانی لیکن اس وقت سعودی حکومت میں ایک ممتاز عہدے پر تھے۔ ان کی طرف سے ہندوستان کے اخبارات میں ایک تار چھپا تھا جس میں مولانا شوکت علی مرحوم پر الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے ایک گمنام یمنی کو سلطان ابن سعود کے قتل کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجا۔

www.taemeernews.com

کمزوری کی نہ تھی۔ میں نے شوکت صاحب کے کسی ایسی سازش میں شرکت کی قطعی تردید کردی تھی۔ مگر میں کس طرح بلا تمام واقعات کے علم کے کہہ سکتا تھا کہ شوکت صاحب کے کسی فقرہ کو توڑ مروڑ کر بھی اسے قتل کی سازش نہ بنایا ہو گا؟ شوکت صاحب سے زیادہ سادہ دل کوئی مسلمان بھی نہ ہو گا۔ ان کو ساری دنیا پر بھروسہ ہے کہ جب خود ان کے دل میں کوئی بات نہیں ہے تو کسی کے دل میں ان پر تھوڑا سا شبہ بھی ہرگز نہ ہو گا۔ اس لیے وہ تحریر و تقریر دونوں میں اجمال واختصار سے کام لیتے ہیں حالانکہ بعض اوقات تصریح و تشریح زیادہ کار آمد ہوتی ہے۔ مگر وہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہاری طوالت پسندی کیا کچھ زیادہ کار آمد ثابت ہوتی رہتی ہے جو میں اس میں اپنا وقت ضائع کروں۔ باوجود میری تصریحات و تشریحات کے میرے ہم وطنوں اور میرے ہم مذہبوں تک میرے متعلق اتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ مگر آپ رائٹر کے تار کو طول طویل بتاتے ہیں حالانکہ جو اخبارات شوکت صاحب نے روانہ کئے ہیں ان میں تو وہ تار نہایت ہی مختصر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے رائٹر کے کسی نمائندے سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ نہ کسی سے ملا۔ البتہ جونہی میں عبدالحمید سعید بے کے دولت کدہ پر پہنچا۔ مکہ معظمہ کے موتمر عالم اسلام کے دوست علی حسن صاحب "الاخبار" کے نمائندے میرے پاس آئے اور مجھے محمد خاں کراچی کے ان "نونجدی" کا تار دکھلایا۔ جو مصر تک کے اخبارات کو بھیجا گیا تھا اور کہا کہ اس کے متعلق کچھ کہنا ہو تو فرمائیے۔ چنانچہ ڈاکٹر احمد فواد بے ترجمان بنے اور میں نے کوئی تین کالم کا انٹرویو دیا جس میں اس خرافات کی اس طرح تردید کردی جس طرح شوکت صاحب نے کی ہے اور اس کے بعد اسلام ملکیت تقلید جادہ اور مولویت، احیائے خلافت راشدہ موتمر عالم اسلام کی ضرورت حجاز کے لیے صحیح ترین طرز حکومت ابن سعود کے وعدوں اور وعدہ خلافیوں پر اپنے خیالات کو ایک مسلسل مگر مختصر طریقہ پر بیان کر

www.taemeernews.com

دیا۔ جسے سب حاضرین نے نہایت ہی پسند کیا شام تک انٹرویو کے پروف نہیں مل سکتے تھے اس لیے تو کل بخدا علی حسن صاحب ہی پر سب کچھ چھوڑنا پڑا اور ان سے کہہ دیا کہ کل کے "الاخبار" کے بارہ پر۔چے میرے نام لندن روانہ کر دو۔ ان مرد خدا نے نہ معلوم کیا کیا اب تک ایک پرچہ دستیاب نہیں ہوا۔ البتہ ایک صاحب ابوالنصر جن کا خط مولانا ابوالکلام سے ہو بہو ملتا ہے ان بیچارے نے ایک کاپی ارسال کی ہے۔ یہاں آتے ہی مسیز ٹامس کک کے ہاں سے خطوط اور اخبار لایا اور راستے ہی میں ایک دو کالم "الاخبار" کے پڑھے۔ یہاں آکر اچھی طرح پڑھنے کا ارادہ تھا۔ مگر اشرف[1] نے ڈرائنگ روم کے میز پر وہ لفافہ رکھ دیا جس میں ابوالنصر صاحب کا خط اور اخبارات تھے۔ وہ لفافہ باوجود کامل تلاش کے اب تک نہیں ملا۔ ورنہ آپ کو "ہمدرد" اور خلافت میں ترجمہ کے لیے کب کا بھیج چکا ہوتا۔ آج ہی تھک کر ڈاکٹر فواد بے کو لکھ رہا ہوں کہ بھائی "الاخبار" ہمارے دونوں اخبارات کو بھیجا کرو۔ اور اس تاریخ کے پرچہ کی چند کاپیاں فوراً یہاں بھی اور بمبئی اور دہلی بھی روانہ کرو۔

اچھا اب آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ یہ خط جعفری کے خط میں رکھ کر بھیج رہا ہوں تاکہ ماجد میاں اور ظفر الملک اور وہ بھی اس سے آگاہ ہو جائیں۔ اور پڑھتے ہی آپ کو روانہ کر دیں۔ مصر کے حالات ان حضرات کے خط میں لکھوں گا پھر یہاں کے حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند کر کے آپ کو یا ان کو ارسال کر دوں گا۔ مگر آئندہ ہفتہ میں کل سے تین دن کا فاقہ ہوگا اور مسہل بھی۔ آج کل صرف دو بار غذا ملتی ہے اور وہ بھی محض پھل درزش بھی کرنا ہوتی ہے اور ڈاکٹر "مساج" یعنی مالش بھی کرتے ہیں۔ ماجد میاں کے خط میں ڈاکٹر صاحب

---

[1] ڈاکٹر محمد اشرف مشہور کانگریسی لیڈر اور اب اشتراکی رہنما۔

www.taemeernews.com

کے ایک لیکچر کا خلاصہ اور ایک مضمون بھیجتا ہوں جس سے ان کے طبّی خیالات آپ سب لوگوں کو معلوم ہو جائیں گے۔ اچھا اب رخصت

آپ کا دور افتادہ بھائی
محمد علی

www.taemeernews.com

(۱۲)

علاج

۵۱۔ کاونڈش روڈ۔ لندن (ایس' ڈبلیو ۱۲)

۱۵ جولائی ۱۹۲۸ء

پیارے جعفری۔ چند مطبوعہ کاغذات بھیجتا ہوں' جن میں میرے معالج کے طبی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ میرا علاج انھیں کے مطابق ہو رہا ہے اور دراصل معمولی اصطلاح میں "علاج" نہیں ہے بلکہ طرز بود و ماند کی اصلاح ہے۔

اگر "اصلاح" سے فائدہ ہوا تو پھر ساری عمر اسی طرح بسر کرنا ہو گئی۔ صرف دو وقت کھانا کھاتا ہوں اور ممکن ہے کہ ایک ہی وقت رہ جائے۔ پھلوں کے ساتھ گوشت کی اجازت نہیں ہے۔ نمک کو وہ غیر ضروری بلکہ مضر سمجھتے ہیں اور چونکہ گوشت بلا نمک اچھا نہ معلوم ہوگا اس لیے میں نے گوشت ترک کر دیا ہے۔ اور صرف پھل اور ترکاریاں (زیادہ تر کچی مثلاً کاہو اور ککڑی) کھاتا ہوں۔ مگر چونکہ شہد اور بالائی کی اجازت ہے اس لیے کچھ برا نہیں پڑ رہتا۔ ورزش صحیح طور پر سانس لینا اور مالش بھی جاری ہیں۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں۔ کل سے تین دن کا فاقہ ہوگا۔ کل صبح کھانا نکالنے کے چمچے سے ڈیڑھ چمچا انیوز فروٹ سالٹ Enos Fruitsalt ناپ کر پیوں گا اور صرف پانی پر گذر ہو گی۔ شکر اب بھی بہت کم ہو گئی ہے صرف ۸ء فیصدی رہ گئی ہے پیاس بہت کم ہے۔ پیشاب بھی کم آتا ہے۔ ایسٹون Acetone اب نہیں ہے مگر البیومن Albumen زیادہ آرہا ہے گو ممکن ہے کہ ماہر تشریح کیمیاوی نے لکھنے میں غلطی کی ہو۔ اس وقت ۶ فی صدی ۔

www.taemeernews.com

ہے۔ پہلے ایک فی صدی تھا۔ اس قدر زیادتی بظاہر لکھنے کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲ جولائی کو پھر فاقہ کے بعد قاردرہ بھیجا جائے گا۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ کیا حالت ہے۔ دعا کرو کہ شفا نصیب ہو۔

تمہارا خیر طلب اور دعا گو بھائی

محمد علی

www.taemeernews.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲)

لندن

۲۔ اگست ۱۹۲۸ء

پیاری زہرہ بی

خداوند کریم تمہیں زاہد اور طارق اور شوکت صاحب اور سب اعزہ واقربا دوست احباب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ تمہارے کئی خط مجھے ملے۔ علیحدہ علیحدہ خطوط لکھنے میں وقت بہت صرف ہوتا ہے' اسی لیے میں ایک خط تمہاری بی کو لکھ دیا کرتا ہوں' تاکہ دہلی اور رام پور والوں کو میرے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اور ایک خط ماجد میاں' ظفر الملک صاحب اور جعفری کو لکھ دیا کرتا ہوں جو "ہمدرد" میں شائع ہو جاتا ہے۔ تاکہ سب لوگ میرے حالات سے واقف ہو جائیں۔ اور ایک خط تقریباً ہر ہفتہ شوکت صاحب یا عرفان صاحب کو لکھ دیا کرتا ہوں تاکہ تمہیں اور زاہد کو بھی تمام کیفیت معلوم ہوتی رہے۔ ایک ہی مضمون چھ سات مختصر سے خطوں میں لکھنے سے یہ بہتر ہے کہ ایک دو مفصل خط اس طرح ہر ہفتہ لکھ دیے جایا کریں۔ میں عمداً بدھ اور جمعرات کو کہیں باہر نہیں جاتا نہ کسی کو اپنے گھر بلاتا ہوں تاکہ خطوط لکھ دیا کروں۔ مگر پھر بھی ڈاکٹر کے یہاں ضرور جانا ہوتا ہے۔ اور یہاں جب گھر سے نکلنا ہوتا ہے تو چار پانچ گھنٹہ سے پیشتر آنا ممکن نہیں ہوتا۔ اتفاق سے جمعرات کے دن اکثر کوئی ضروری کام نکل آتا ہے اور اس کے باعث گھر چھوڑ کر جانا ہی پڑتا ہے۔ اس لیے اکثر ایسا ہوا ہے کہ ڈاک کے معمولی وقت کے نکل جانے کے بعد بڑے ڈاک خانہ جا کر وہیں بیٹھ کر خط لکھنا پڑتا

www.taemeernews.com

ہے اور وہاں ۶ بجے شام تک تو معمولی ٹکٹ سے خط نکل جاتے ہیں۔ لیکن ۷ بجے تک ۲/ کا اور ٹکٹ لگانا پڑتا ہے اور ۸ بجے تک ۴/ کا اور۔ ایک دو دفعہ تو اس کے بعد بھی ۲/ کا زیادہ ٹکٹ لگا کر مارسیلز تک ہوائی جہاز کے ذریعہ سے خط بھیجنا پڑتے ہیں۔

یہ سب تفصیلیں اس لیے لکھ دی ہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تم سے غافل ہوں۔ زہرہ بی' میرا علاج جس طرح ہو رہا ہے اس طرح تم کو بھی اپنا علاج شروع کرانا پڑے گا۔ اور میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ انشااللہ تعالیٰ تم بہت جلد دبلی ہو جاؤ گی۔ تمہاری صحت اچھی رہے گی اور تم خوب محنت کر سکو گی۔ تم کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنے دل کا امتحان کرا کر میری طرح فاقہ کرنا شروع کرو اور دن رات پہلے ضرف دو کھانے پر پھر ایک ہی پر اور جہاں تک ہو سکے صرف پھلوں پر گذر کرو انشاءاللہ کبھی بیمار بھی نہ ہو گی۔ یہ طریقہ صرف ذیابیطس کے علاج ہی کا نہیں بلکہ ہر مرض کے علاج کا ہے۔ زاہد تو پھلوں کے عاشق ہیں ان سے کہو کہ اس طرح رہ کر دیکھیں۔

کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ میں نے پانچ دن اور چھ راتوں سے کچھ نہیں کھایا ہے صرف چند نارنگیوں کا اور آدھ سیر انگوروں کا عرق ہی ہر روز پیا ہے اور اس روز بیٹھا تم کو خط لکھ رہا ہوں اور ابھی ایک جگہ دعوت میں جا رہا ہوں زیادہ حصہ پیدل ہی چل کر۔ اور رات کو دارالعلوم میں جا کر مباحثہ سنوں گا اور انشاءاللہ کل صبح کو پہلا کھانا کھاؤں گا اور وہ بھی صرف پھل ہوں گے اور ہفتہ بھر تک سوائے پھلوں کے کچھ نہ کھاؤں گا۔ شوکت صاحب سے بھی کہنا کہ آپ بھی یہ کر کے دیکھیں۔ پھلوں میں کسی پھل کی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ مجھے اور انھیں اور تمہیں کیلا نہیں کھانا چاہیے۔ کھجوروں کی' آموں کی' انگوروں کی اجازت ہے۔ کوئی پھل ممنوع نہیں ہے۔ مجھے مشکل ہی سے بھوک معلوم ہوتی ہے بھوک تو معلوم

www.taemeernews.com

ہوتی ہے مگر آج چھٹے دن بھی صرف اتنی ہے جتنی کہ پہلے دن معلوم ہوتی تھی۔ پہلا فاقہ تو تین دن کا کیا تھا اور اس میں تو پھلوں کا عرق بھی نہیں پیا تھا صرف پانی پی کر گذر کیا تھا اور تیسرے دن اس سے زیادہ بھوک نہیں لگی تھی جو پہلے دن لگی تھی۔ ڈاکٹر یہی کہتا تھا تو یقین نہیں آتا تھا مگر اب تجربہ کر کے دیکھ لیا۔ اور میں تو ۲۱ دن کا فاقہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔

طارق میاں کا جس دن میرے ننھے منھے خط کے جواب میں خط آئے گا' اس دن ان کو بھی خط لکھوں گا۔ زاہد کو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے ہفتہ خط لکھوں گا جس میں یہاں کے ٹینس اور کرکٹ کا حال ہوگا شوکت صاحب سے کہہ دینا کہ اگلے ہفتہ انشاء اللہ ان کو بھی مفصل خط لکھوں گا۔

انصاری صاحب اور مہاتما جی دونوں نے جو طریقہ مسلمانوں کے متعلق اختیار کر رکھا ہے اس کو سن کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ شوکت صاحب سے کہہ دینا کہ موتی لعل کی صدارت (میں) کانگریس کی سخت مخالفت کریں اور کہہ دیں کہ اگر جواہر لال صدر نہ ہوا تو مسلمان مخالفت کریں گے' الحمد اللہ کہ شعیب صاحب خوب مضبوط ہیں۔

اچھا اب رخصت۔ سب کو پیار۔ طارق میاں کو خوب سا پیار میری طرف سے کہہ کر کر لینا۔

تمہارا خیر طلب
محمد علی

www.taemeernews.com

(۱۴)

غریبانِ وطن کا قبرستان

۱۹ اگست لندن

پیارے ماجد میاں، ظفر الملک صاحب اور جعفری

گزشتہ ہفتے میں جو "ہمدرد" کے پرچے آئے ان میں میرے کسی خط کا کوئی ذکر نہ تھا جس سے مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید وہ خط جو یورپ پہنچ کر میں نے لکھا تھا اور ۲۱ جون کو ڈوور کے اسٹیشن پر ڈالا وہ ۱۱، ۱۲، جولائی تک آپ حضرات کی نظر سے نہیں گزرا۔ اور اگر ماجد علی صاحب کے خط میں صاف تصریح نہ ہوتی کہ انہوں نے حیات صاحب کو اس تاکید کے ساتھ روانہ کر دیا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ لینے کے بعد فوراً جعفری کو بھیج دیں تو میرے دل میں ضرور یہ خوف بھی پیدا ہو جاتا کہ بیگم صاحبہ نے حیات صاحب کو وہ خط تو بھیج دیا مگر یہ لکھنا بھول گئیں کہ پڑھنے کے بعد وہ خط جعفری صاحب کو بھیج دیا جائے۔ تاکہ ان مندرجہ حالات سے قارئین "ہمدرد" بھی واقف ہو جائیں۔

جب تفصیل کے ساتھ کسی چیز کے متعلق لکھنا پڑتا ہے تو پھر نا ممکن ہو جاتا ہے کہ اس کو ہر خط میں دہرایا جائے۔ اس لیے میں نے یہ انتظام کیا تھا کہ کسی نہ کسی کو ہر ہفتے مفصل خط لکھ دیا جائے اور وہ اسے آپ حضرات تک پہنچا دیا کریں۔ ۲۱ جون کا خط اس قدر طویل تھا اور اسی مصروفیت کی حالت میں لکھا گیا تھا کہ اس کے بعد کسی اور کو دو سطریں لکھنا بھی مشکل تھا۔ چنانچہ بیچاری بیگم صاحبہ تک کو اس ڈاک سے علیحدہ خط روانہ نہ کیا جا سکا، لیکن چونکہ ان کی اور بچیوں کی پریشانی کا سب سے زیادہ خیال تھا اس لیے میں نے حیات صاحب کا خط بجائے مکتوب الیہ کو

www.taemeernews.com

بھیجنے کے بیگم صاحبہ کے پتہ سے بھیج دیا۔ چونکہ اس ہفتہ کی ڈاک کے "ہمدرد" میں بھی اس کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید حیات صاحب اسے دہلی بھیجنا ہی بھول گئے۔ اور چونکہ آپ کو بظاہر اس خط کا کوئی علم نہیں اس لیے آپ غالباً ان کو بھی نہیں لکھیں گے کہ آپ کی یاد دہانی پر وہ اسی خط کو آپ کے پاس بھیج دیں۔ اس لیے مجبوراً میں آپ کو لکھ رہا ہوں کہ ان سے وہ خط ضرور منگالیں۔ وہ پہلی ستمبر کو غالباً بمبئی سے نواب صاحب بھوپال کے ہمرکاب روانہ ہوں گے۔ اس خط کو ملتے ہی ان کو لکھ دیجیے کہ وہ اپنے خط میں آپ حضرات کو شریک کرلیں۔ مجھے خوف ہے کہ میں نے لندن سے جو ڈاک پہلی بار ارسال کی اس میں کوئی خط آپ حضرات کے نام ارسال نہیں کیا، لیکن بیگم صاحبہ کو بچیوں کو اور ماجد علی صاحب کو خطوط لکھ دیے تھے اور نیز شوکت صاحب کو اور سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ چونکہ بیگم صاحبہ ہی کو لکھا گیا تھا اس لیے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے خط کا ایک حصہ شوکت صاحب کو اور جعفری کو بھجوا دیں۔ مگر وہ اس شرکت کو گوارا نہیں کرتیں۔ اور ان کے پچھلے خط میں لکھا ہوا آیا ہے کہ آپ میرے خط میں کسی کو شریک نہ کیجیے۔ خواہ کتنا ہی مختصر خط ہو وہ میرے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔ مجھے کاتب بننے کی فرصت نہیں۔ معلوم نہیں کہ اس کے بعد انہوں نے اس خط کی نقل جعفری کو بھیجی یا نہیں؟ بہرحال "ہمدرد" میں اس کا کہیں ذکر نہ تھا اور اگر وہ بھیجی بھی گئی ہے تو غالباً جمعرات تک آپ حضرات کو مل گئی ہوگی۔ خیر اب یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ مفصل خط بالعموم آپ ہی کے نام جایا کرے گا۔ اور جو دوسرے خطوط لکھے جائیں گے ان میں سب کا حوالہ دے دیا جائے گا کہ بعد ادائے آداب کے عرض پرداز ہوں کہ یہاں خیریت ہے اور آپ کی خیریت درگاہ سے نیک مطلوب ہے۔ بڑوں کو سلام چھوٹوں کو دعا۔ تمت تمام شد۔

www.taemeernews.com

پہلے اپنی صحت کے متعلق عرض کر دوں کہ اس بار ۶ دن کے فاقہ سے جس میں نارنگی اور انگور کا عرق پینے کی اجازت تھی میری طبیعت بہت اچھی ہو گئی اور یہی نہیں کہ شکر نہیں آئی بلکہ باوجود چربی کے تقریباً اسی مقدار میں پائے جانے کے جو گزشتہ ہفتہ میں تھی میرے پاؤں کے تلووں میں اعصابی سوزش بالکل نہیں ہوئی۔ البتہ گزشتہ ہفتے کے دن چند نوجوان طلباء کے ساتھ ریجنٹس پارک میں چڑیا گھر Zoological Garden دیکھنے کے لیے جانا ہوا۔ اور چونکہ اس دن صبح کو بہت ہی کم پھل کھائے تھے اس لیے ان طلباء کے ساتھ چائے میں شریک ہو گیا۔ افسوس کہ یہاں شہد نہ مل سکا اور شکر کا استعمال کرنا پڑا۔ اس دن میں نے خوب ہی بدپرہیزی کر ڈالی اور مکھن روٹی اور جیم کا بھی استعمال کیا اور کیک کے بھی دو ایک ٹکڑے کھائے۔ یہ میری پہلی بدپرہیزی تھی ورنہ نہ کبھی شکر کا استعمال کیا اور نہ کبھی جیم اور نہ کبھی کیک کا' یہاں تک کہ روٹی بھی تقریباً ڈیڑھ مہینے سے نہیں کھائی۔ گو میرے دوست احباب کو شاید اس کا یقین نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب بدپرہیزی کرنا پڑی تو میں نے عمداً پیٹ بھر کر بدپرہیزی کر لی۔ تاکہ دیکھوں اس کا اثر کیا ہوتا ہے چنانچہ چند ہی گھنٹوں کے بعد سزا بھی پائی۔ پورے ایک ہفتے کے بعد تلووں میں اعصابی سوزش پھر شروع ہوئی اور اس کا کچھ نہ کچھ اثر کل تک رہا۔ البتہ آج ایک وقت کا فاقہ کرنے کے بعد الحمد اللہ وہ کیفیت بالکل دور ہو گئی اور اس شیریں تجربہ نے میرے یقین کو اور بھی پختہ کر دیا کہ میرے معالج غذا کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ یقیناً صحیح ہے۔ اس ہفتے سوائے اس بدپرہیزی کے میں نے ان کے کہنے پر اس قدر اور بھی عمل کیا کہ گوشت مطلق نہیں کھایا بلکہ سوائے تھوڑی سی ابلی ہوئی مٹر کے کوئی پکی ہوئی ترکاری بھی نہیں کھائی اور صرف پھلوں پر گزر کیا۔ مگر پھلوں میں علاوہ نارنگیوں کے اور ناشپاتیوں کے اور خوبانیوں وغیرہ کے کچھ گریاں بھی کھائی گئیں (بادام' اخروٹ

www.taemeernews.com

وغیرہ) اور لطف یہ ہے کہ کھجوریں بھی روزانہ بیس پچیس کھائی گئیں۔ اس لیے اس پرہیز میں شکایت کا ذرا بھی موقع نہ ملا۔ ارادہ ہے کہ پھر قارورہ کیمیاوی تجربہ کے لیے بھیجوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ فاقہ نہ کرنے کے بعد بھی شکر مفقود رہتی ہے یا نہیں۔ ورزش کے معاملے میں البتہ بہت کچھ فروگذاشت ہوئی ہے لیکن آج سے ارادہ کر لیا کہ دن میں کم سے کم دو تین بار ورزش ضرور کیا کروں گا۔ ڈاکٹر صاحب کا قول ہے کہ صحیح غذا سے زیادہ صحیح ہوا کی ضرورت ہے اور جب تک اندر کی ہوا پوری طرح باہر نہ نکالی جائے گی جسم کا اندرونی حصہ صاف نہ ہوگا اور تمام ورزشیں اسی غرض سے کرائی جاتی ہیں کہ میں سانس صحیح طریقے سے لے سکوں۔ چربی پوری طرح سانس لینے میں مانع نہ ہوتی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر میری سانس لمبی ہو گئی تو غذا بھی زیادہ ہضم کی جا سکے گی اور تھوڑی بہت بدپرہیزی سے بھی زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا۔ بہرحال یقیناً اس ڈیڑھ مہینے کے علاج میں اتنا افاقہ ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور میں شوکت صاحب کو بھی لکھنے والا ہوں کہ وہ بھی اب پھلوں پر گزارہ کیا کریں اور جس طرح سے میں زمین پر لوٹ لوٹ کر اور دوسری ورزشوں میں لمبی لمبی سانسیں لیا کرتا ہوں وہ بھی لیا کریں۔ میرا وزن سات سیر گھٹ چکا ہے۔ کمر چار انچ کم ہو گئی ہے اور سانس ایک سو ستر سے ترقی کر کے دو سو تک پہنچ گئی ہے۔ ان کا وزن تو یقیناً بیس پچیس سیر گھٹ جائے گا بلکہ اس سے بھی زائد اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں

کمر پتلی صراحی دار گردن

کے مصداق ہو جائیں گے۔ بیگم صاحبہ بیچاری مدت سے دبلا ہونا چاہتی ہیں ان کے لیے بھی یہی علاج مفید ہوگا اور چونکہ وہ نقرس کے مرض میں مبتلا بھی ہیں اس لیے یہ طریق علاج اس مرض کے لیے بھی مفید ثابت ہوگا۔ میں بار بار زور دے رہا ہوں کہ لڑکیوں کو لے کر وہ بھی یہیں چلی آئیں اور ابھی اسی مضمون کا تار

www.taemeernews.com

انھیں دے چکا ہوں۔ حمیدہ کی بیماری نے بیحد پریشان کر دیا ہے اگر وہ یہاں آگئیں تو حمیدہ بی کا بھی اسی طریقے پر یہاں علاج شروع کرا دیا جائے گا لیکن دیکھیے وہ آتی بھی ہیں یا نہیں؟

جہاں اس قدر اپنی صحت یابی کے متعلق لکھ چکا ہوں اور وہاں چند سطریں ایک بزرگ قوم کی وفات کے متعلق بھی لکھنا نامناسب نہ ہوگا۔ جمعہ کی صبح کو میں نے اپنا فاقہ ختم کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب چاہتے تھے کہ دو دن اور فاقہ کیا جائے لیکن چونکہ میں امام صاحب سے وعدہ کر چکا تھا کہ ناٹنگل گیٹ کے دار الصلوۃ میں نماز کے بعد مصلیوں سے اسلام کے متعلق ایک مختصر سے مکالمے کی بھی ابتدا کروں اور خوف تھا کہ اگر اسی دن "افطار" نہیں کیا گیا تو شاید کمزوری زیادہ محسوس ہو لیکن جو حالت جمعرات کو تھی اگر اس کا پہلے سے ذرا بھی گمان ہوتا تو میں ہرگز جمعہ کو افطار نہ کرتا اور دو چار دن اور فاقہ کرتا۔ کیا معلوم تھا ٹھیک جس وقت میں افطار کر رہا تھا اسی وقت سید امیر علی صاحب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ وہ لندن سے کچھ دور سسکس کاونٹی کے ایک چھوٹے سے قصبے میں اس زمانہ میں آرام فرما رہے تھے۔ اور مسز امیر علی صاحبہ کے قول کے مطابق آخر وقت تک کام کرتے رہے۔ گو کچھ عرصے سے وہ صاحب فراش تھے اور ایک نرس کے ساتھ ہی وہ چلا پھرا کرتے تھے تاہم کسی کو گمان نہ تھا کہ وہ اس قدر جلد داعی اجل کو لبیک کہنے والے ہیں۔ یہاں جس طرح جینا مشکل ہے اسی طرح مرنا بھی مشکل ہے۔ جس دن امیر علی صاحب کا انتقال ہوا اسی دن لوگ چھٹیاں منانے جا رہے تھے۔ تجہیز و تکفین کرانے والے پیشے کی یہاں ایک کمپنی ہے۔ چنانچہ اسی نے مرحوم کی میت کو رڈچ سے ویسٹ منسٹر تک پہنچایا ہوگا اور منگل کے دن تعطیل ختم ہونے پر تابوت بنانے کا انتظام کیا اسی کمپنی کی ایک اسپیشل ٹرین واٹرلو اسٹیشن سے منگل کے دن بارہ بجے کے قریب بروک ووڈ Brook wood کو جو ووکنگ woking اور ایلڈر

www.taemeernews.com

شاٹ Aldershot کے درمیان واقع ہے روانہ ہوئی۔ اور اس میں جنازہ اور اس کو کاندھا دینے والے روانہ ہوئے۔ یورپین رسم کے مطابق پھولوں سے تابوت چھپ گیا ہوگا اس لیے کہ جب میں قبرستان پہنچا تو قبر پھولوں سے بالکل ڈھکی ہوئی تھی۔ میں چند طالب علموں کے ساتھ موٹر میں روانہ ہوا تھا۔ مجھے پہلے اس کا علم نہ تھا کہ لوگ اسپیشل میں قبرستان جانے والے ہیں۔ اتوار کی شب کو سر محمد رفیق صاحب سے ملا تب اس کا حال معلوم ہوا اور میں اس سے پہلے ہی موٹر کا انتظام کر چکا تھا۔ احتیاطاً ہم لوگ اسپیشل سے بھی پہلے موٹر میں لندن سے روانہ ہوئے لیکن بد قسمتی سے ادھ رستے میں موٹر رک گئی اور اس کے صاف کرنے میں موٹر کے مالک کو کچھ غلط فہمی ہوئی جس کے باعث گھنٹہ بھر تک راستے میں رکنا پڑا بالآخر گزرتی ہوئی ایک موٹر چلانے والے سے درخواست کی گئی کہ آٹو موبائل ایسوسی ایشن کے سپاہی کو آگے چل کر بھجوا دیں۔ یہ مالکان موٹر کی ایک جمعیت ہے جس کا سالانہ چندہ دو پونڈ ہے اور اس کی طرف سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر عمدہ وردی پہنے ہوئے سپاہی بٹھلا دیے گئے ہیں جو موٹر والوں کو راستہ بھی بتاتے ہیں اور اگر کوئی حادثہ واقع ہو جاتا ہے تو موٹر اور موٹر والوں دونوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں۔ ان کے پاس موٹر بائسکلیں ہیں جن میں سائڈ کار کی جگہ ایک چلتی پھرتی موٹر والوں کی ڈسپنسری ہے۔ اس سپاہی کے آتے ہی سب کچھ ٹھیک ہو گیا اور ۴۰ منٹ میں بروک وڈ Brook Wood کے قبرستان جا پہنچے۔ ووکنگ کی مسجد کے امام صاحب نماز جنازہ پڑھا چکے تھے اور سید امیر علی صاحب ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی سپرد خاک کئے جا چکے تھے۔ البتہ ان کے صاحبزادے وارث امیر علی صاحب مع اپنی والدہ ماجدہ کے اس وقت وہیں موجود تھے۔ چنانچہ قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد میں ان کے پاس گیا اور تعزیت کی۔ اس قبرستان میں ہزاروں ہی قبریں ہیں اور اس شہر خموشاں کا نام بھی Necropolis ہے۔ ریل کی پٹڑی اس کے

www.taemeernews.com

اندر تک آتی ہے' نہایت وسیع میدان میں باغ لگایا گیا ہے جس کے چاروں طرف پختہ احاطہ کی دیوار ہے نہایت عمدہ سڑکیں روشیں چلنے پھرنے والوں کے لیے بنا دی گئی ہیں۔ بلکہ گھر آنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ ہم کو لنچ نہ ملنے کے باعث جو چائے کے وقت دو گنگ جا کر انڈے وغیرہ تلوانے پڑے اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس شہر خموشاں کے اندر ایک اچھی خاصی ریسٹوران بھی موجود تھی جہاں لنچ کھایا جا سکتا تھا۔ یہاں ایک چھوٹا سا حصہ مسلمانوں کی قبروں کے لیے بھی ہے اور ایک حصہ پارسیوں کی قبروں کے لیے اور اسی طرح ایک حصہ ہندوؤں کی قبروں کے لیے ہے' مگر سید امیر علی صاحب نے عین حیات ہی میں ایک قطعہ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لیے اس طرف خرید لیا تھا جہاں متمول عیسائی دفن ہوتے ہیں۔ یوں تو تجہیز و تکفین کا انتظام کرنے والی کمپنی نے سب کچھ کر لیا ہے لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ قبر کا رخ کسی قدر غلط تھا۔ لیکن الحمد اللہ کہ کچھ زیادہ غلطی نہ تھی دفن کرتے وقت قطب نما تلاش کی گئی اور ایک شخص کے پاس مل بھی گئی اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قبر کی سمت میں صرف تھوڑی سی کجی تھی زیادہ نہ تھی اور امام صاحب نے میت کا منہ صحیح طور پر قبلہ کی سمت موڑ دیا تھا ہم لوگ جب پہنچے تو قبرستان میں پندرہ بیس آدمی ہی رہ گئے تھے جن میں ایک لارڈ ہیڈلے اور پنجاب کے سابق لیفٹننٹ گورنر سر سالوئی ڈین تھے۔ لارڈ ہیڈلے کے پاس ہی ایک اور بزرگ بھی تھے جن کا اسم گرامی انگلستان کے اخبارات اور رسالوں میں یا تو جنگ افغانستان کے بعد یکایک نظر آنا شروع ہوا تھا یا اب پھر دو سال سے مکہ معظمہ کی موتمر عالم اسلام کے بعد سے زیادہ تر اسی سلسلے میں پھر نظر آنے لگا ہے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ یہ "سردار" اقبال علی شاہ صاحب تھے۔ چونکہ اس سے ایک ہی روز پیشتر مجھ سے ان بزرگ کی ٹیلیفون پر گفتگو ہو چکی تھی۔ جس کے متعلق میں ابھی کچھ عرض کروں گا۔ اور مجھ سے مایوس ہو چکے

www.taemeernews.com

تھے۔ اس لیے اس بار علیک سلیک کی بھی نوبت نہ آئی۔ سر لوئی ڈین صاحب نے مجھے پہچان کر اردو میں مزاج شریف کہہ کر میرا حال دریافت فرمایا اور فرمایا کہ ہاں میں آپ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ میں جواب میں الحمد اللہ کہہ کر اور ان سے ہاتھ ملا کر آگے بڑھا۔ مجھے امیر علی صاحب کی قبر کا اور مسلمانوں کی قبروں سے اتنے فاصلے پر ہونا اور متمول انگریزوں کی قبروں سے اس قدر متصل ہونا کچھ زیادہ اچھا نہیں معلوم ہوا۔ مسلمانوں کی قبریں غالباً پہلے یہاں نہ تھیں۔ جتنے کتبے ملے ان سب کو میں نے پڑھا اور معلوم ہوا کہ سب سے پرانی قبر ایک خاتون ضعیفہ احمد فارسی کی ہے۔ جس وقت یہ بیچاری دفن ہوئی تھیں اس وقت شاید کسی کے پاس قطب نما بھی نہ ہوگی اس لیے کہ قبر کی سمت صحیح نہیں ہے۔ اس کے پاس ہی بمبئی کے مشہور و معروف اور نہایت قابل مسلمان ڈاکٹر حبیب جان محمد صاحب کی قبر ہے جس کا یکایک ذیابیطس کے عارضہ میں نیشنل لبرل کلب میں انتقال ہو گیا تھا۔ اسی قبرستان میں حیدر آباد کے خطیب امجد حسین کھوکھر، ضلع جہلم کے شیخ عبدالمجید اور راندیر کے داؤد ابراہیم موتالا کی بھی قبریں ہیں۔ جن میں سے موخر الذکر کا موٹر کے تصادم سے اسی سال انتقال ہوا ہے اور ان کے ایک رفیق جو اسی تصادم میں زخمی ہوئے تھے اس بار ہمارے شریک سفر تھے۔ انھیں قبروں میں ایک قبر مصطفےٰ صبحی منزلوی کی ہے جو مصری تھے نیز ایک قبر آغا خاں صاحب کے چچازاد بھائی اور حاجی بی بی صاحبہ کے بھائی آغا شمس الدین شاہ کی بھی ہے۔ اس قبر پر غالباً آغا خاں کی طرف سے یہ عبارت کندہ کی گئی ہے۔

برادرم عزیز

ز رفتن تو من از عمر بے نصیب شدم
سفر تو کردی و من در وطن غریب شدم

آغا خاں صاحب کو کون غریب کہے گا لیکن ان کی "غریب الوطنی" اب

www.taemeernews.com

ایک ضرب المثل ہے۔ نہ معلوم اس شعر میں کس وطن کی غربت کی طرف اشارہ ہے۔ ان بڑی بڑی پختہ قبروں کے علاوہ کتنی ہی کچی قبریں بھی ہیں اور چند پر بہ ظاہر حکومت کی طرف سے دوران جنگ میں لوح مزار بھی لگادی ہیں۔ چنانچہ حسب ذیل فوجی یہاں دفن ہیں۔.....

..... میں ان سب کے لیے فاتحہ پڑھ کر آیا ہوں اور ان کے نام اس لیے لکھ لایا ہوں کہ اگر "ہمدرد" کے ذریعہ سے ان کے دور افتادہ پسماندوں کو جن میں سے شاید ہی کوئی ادھر آنکلے اطلاع مل جائے کہ ایک مسلمان ان قبروں پر فاتحہ پڑھ آیا ہے تو غالباً انھیں خوشی ہوگی۔

ان مسلمانوں کی قبروں میں ایک عجیب و غریب قبر بھی نظر پڑی وہ ایک ہندو سپاہی کی تھی جس پر انا للہ و انا الیہ راجعون ..... کھدا ہوا تھا۔ نہ معلوم یہ "اوم بھگوتی" نام تو نہیں اور اوم کی جگہ غلطی سے فقط..... کھد گیا۔ مجھے اس وقت اس کی اطلاع نہ تھی کہ یہاں ہنود کا بھی کوئی قبرستان ہے اور قیاس بھی اس کے خلاف تھا اس لیے کہ ہندوؤں کے مردے تو جلادیے جاتے ہیں۔ اس لیے صرف اس ایک ہندو کی قبر کو دیکھ کر تعجب ہوا اس کا نام موتی رام نمبر ۱۱۲ الفنٹری کھدا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں سے چل دیے تو معلوم ہوا کہ ایک حصہ ہنود کی قبروں کے لیے بھی ہے اور وہاں ہنود کی قبریں بھی موجود ہیں۔

مسلمانوں سے کچھ ہی فاصلے پر پارسیوں کی متعدد قبریں ہیں اور یہ حصہ بہت زیادہ شاندار ہے۔ سب سے زیادہ عظیم الشان قبر تو واڈیا صاحب کی ہے جس کے متعلق میں ابھی عرض کروں گا۔ اس کے علاوہ ایک مسقف حجرہ کے اندر سر رتن ٹاٹا کی قبر ہے اور دوسرے میں ان کے والد ماجد جمشید جی نوشیرواں جی ٹاٹا کی قبر ہے۔ اس کے سامنے جمشید جی کی ہمشیرہ مسز داراب جی کلات والا کی قبر ہے۔ جس پر ان کا مجسمہ (صرف سر اور گردن وغیرہ) پتھر کا کھدا ہوا لٹادیا گیا ہے۔

www.taemeernews.com

داراب جی صاحب کی قبر بھی وہیں ہے غالباً یہ شاہ پور کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کی قبریں ہیں۔ مسز داراب جی کے چہرہ پر اور بالخصوص آنکھ کے پاس کسی پرند کی بیٹ پڑی ہوئی تھی جسے میں نے وہاں سے علیحدہ کر کے صاف کر دیا۔ اور شاہ پور جی کے لیے دعا مانگی کہ یہ بہادر اور سچا ہمدرد نوع انسان اور محب وطن انسانوں اور ہندوستانیوں کی کامیابی کے ساتھ خدمت کرتا رہے۔

مگر دیکھنے کے قابل واڈیا صاحب کی عالیشان قبر ہے۔ اس شہر خموشاں میں آنسو گرانا تعجب کی بات نہیں، مگر ہنسی آنا ضرور تعجب انگیز ہے۔ لیکن ہم میں سے ایک بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا جب کہ ہم نے ایک جانب اس کتبہ کو پڑھا

I Am Nowrosje Nashirwanje Wadia of the ancient Aryan race

of Persia. A citizen of the loyal town of Bombay who lie here peacefully

under the far off Sky of wide famed Britain.

نہ معلوم بمبئی جس میں نریمان اور بھروچہ جیسے پارسی آج بھی ہیں جس میں داد بھائی نوروجی اور فیروز شاہ مہتا اور جمشید جی نوشیرواں جی ٹاٹا اور رتن ٹاٹا جیسے پارسی گزر چکے ہیں۔ وہ واڈیا صاحب کے اظہار "وفاداری" اور اس قدر اصرار کے متعلق کیا کہے گا۔ کیا بمبئی میں صرف جنس وفاداری ہی ملتی ہے۔ حق پرستی، حب وطن، اور حریت کی جنسوں کا وہاں کال ہے؟ برطانیہ کی شہرت یقیناً دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے آسمان کو کیوں "دور" کہا گیا ہے۔ ہر جگہ کا آسمان وہاں کی زمین سے یکساں فاصلے پر ہوگا۔ یہ برطانیہ کا آسمان اس قدر دور کیوں ظاہر کیا گیا؟ اس کتبہ کو جس نے پڑھا وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ مگر آنجہانی واڈیا صاحب کا اس میں قصور نہیں ہے "مردہ بدست زندہ" بہ ظاہر ان کے کسی وفادار پسماندہ نے ان توقعات کی بناء پر جو انہیں دور دور مشہور "برطانیہ" سے ہیں برطانیہ کے آسمان اور "وفادار" بمبئی کی

www.taemeernews.com

زمین کی اس طرح مٹی پلید کی ہو گی۔ لیکن یہ عبارت بہ ظاہر کسی پارسی کی بھی تصنیف کردہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ باقی تین جانب جو کتبے ہیں ان کی عبادتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کو ژنداوستا سے کہیں زیادہ بائبل پر عبور ہے "اوہومزد" کا نام تو صرف ایک جگہ آیا ہے لیکن (Saviour Redeener Father of his Childern) کے القاب کی تکرار کی گئی ہے اور اسی طرح Lordgod کی ذیل کی عبارت کو پڑھیے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ کسی عیسائی کی تصنیف کردہ ہے۔

Thou who openest the gate of the morning to ascending sun.O.Thou sun of righteouness arise with healing in thy wings & lift up the light of thy countenance on us that in thy light we may see the light of life ever lasting.

ہم یہاں سے چلے تو لڑکوں کو بھوک لگی تھی اس لیے دو کنگ میں داخل ہوتے ہی کاٹیرج ہوٹل ملا۔ وہاں موٹر روکی اور ہوٹل میں داخل ہو کر خانساماں یا "خانم سامان" کی تلاش کی۔ ایک میم صاحبہ جو غالباً مالکہ تھیں نکل آئیں اور پہلے تو چائے دینے کا وعدہ فرمایا لیکن جب میں آگے بڑھا اور میں نے پوچھا

کہیے کچھ اور بھی ہمت ہو گی

یہ لڑکے بھوکے ہیں' لنچ اب تک نہیں کھایا ہے تو انہوں نے گھبرا کر چائے دینے سے بھی انکار فرمادیا۔ ہمارا قیاس ہے کہ انھیں "شیخ" سے خوف آیا اور ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں "شیخ" اپنی عبا میں ہوٹل کے چھری کانٹے اور چمچے دبا کر نہ لے جائے' یا کہیں مالکہ ہی کا مالک نہ بن بیٹھے۔ میں نے دو تین ہی دن ہوئے اپنے مکان سے قریب ہی سینما میں وہ فلم دیکھی جس کا The Sheikhs Son عنوان ہے اور جس میں رڈلف ویلنیو آنجہانی مراقش کے ایک نوجوان "شیخ زادہ" کا "پارٹ" کرتا تھا۔ ان فلموں کو دیکھ کر کچھ تعجب نہیں اگر ان ممالک والے اس

www.taemeernews.com

اندیشہ سے متردد ہوں کہ اگر "شیخ زادوں" کی درازدستیاں یہ ہیں تو نہ معلوم خود "شیوخ" کی درازدستیاں کیسی ہوں گی۔ جی میں آیا کہ ہوٹل کی مالکہ صاحبہ کو مجبور کیا جائے کہ قانون کی رو سے وہ ہمارا مطالبہ مسترد نہ فرمائیں۔ لیکن ان کی سراسیمگی پر رحم آیا اور قصبے میں آگے جاکر ایک ریسٹوران میں چائے پی گئی۔ سلاد کھایا گیا اور انڈوں کے آمولیٹ جس کو خانساماں "مالیٹ" کہتے ہیں۔ لڑکوں کو کھلائے گئے (چکھ میں نے بھی لیا)

اب ذرا "سردار" اقبال علی شاہ صاحب کا حال سنیئے آپ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ ان "نسوار خوار" نے علی برادران کے خلاف کیا کیا زہر اگلا ہے۔ یہ افغانوں کے اس مشہور خاندان کے ایک سپوت ہیں جو غالباً حکومت افغانستان کے خلاف کچھ کاروائی کر کے ہندوستان بھاگ آیا تھا اور یہاں سردھنہ ضلع میرٹھ میں آکر پناہ گزیں ہوا تھا۔ اس خاندان کے بہت سے افراد سے مجھے نیاز حاصل ہے اور بعض تو علی گڑھ میں ہمارے ساتھ پڑھتے بھی رہے "سردار" اقبال علی شاہ صاحب بھی علی گڑھ کے پرانے طالب علم ہیں اور جب میں ۱۹۱۳ء میں سید وزیر حسن صاحب کے ساتھ یہاں آیا تھا اس وقت آپ ایڈنبرا میں تعلیم پاتے تھے۔ امتحان تو یہاں شاید ایک بھی پاس نہیں کیا مگر ایک میم صاحبہ سے شادی ضرور کر لی۔ سنا ہے ایک عرصہ تک تو ان کے والد ماجد نے جو تحصیلدار تھے کچھ روپیہ بھیجا لیکن اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ان کے علی گڑھ کے ایک رفیق کے پاس ان کا ایک طول طویل خط ہے' جس میں انہوں نے اپنی اقتصادی مشکلات کی داستان کو دہرایا ہے اور پھر بتایا ہے کہ کس طرح غازی امان اللہ خاں کے اعلان جنگ کے بعد ان مشکلات کا حل اس طرح نکل آیا کہ انہوں نے یہاں کے اخبارات کو برطانیہ کی تائید میں مضامین بھیجے جو پہلے تو مسترد ہوتے رہے لیکن بعد کو انڈیا آفس کے ایما سے اور مجھے یقین ہے کہ "اصلاح" کے بعد شائع ہونے

www.taemeernews.com

لگے۔ جب میں ۱۹۲۰ء میں پھر یہاں آیا تو یہ بھی مجھ سے ملنے آئے۔ مگر میں نے التفات نہیں کیا' البتہ حیات صاحب کی مروت نے انہیں مجبور کیا کہ ملاقات سے انکار نہ کریں۔ اس لیے دو ایک بار آپ ہمارے مکان پر تشریف لائے ۱۹۲۵ء میں آپ مجھ سے دہلی میں ملے اور "کامریڈ" کے اسٹاف میں نوکری کی خواہش کی اور نمونتہ ایک مضمون بھی لکھ کر دیا۔ میں اگر ان پر اعتماد کر بھی سکتا تب بھی اس مضمون نے ان کی قابلیت کی اس طرح قلعی کھول دی کہ ان کو نوکری دینا میرے لیے ناممکن ہو گیا۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کر سکا کہ ان کے سخت اصرار پر ان کے مضمون کی عبارت کو بار بار اصلاح دے کر اسے "کامریڈ" میں چھاپ دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے The News Pectator نام کا ایک ہفتہ وار پرچہ خود نکالنا شروع کیا۔ جس کو یہ میرے نام بھی بھیجتے رہے پہلا پرچہ بھیجتے وقت جو خط میرے نام آپ نے ارسال فرمایا تھا اس میں میرے ساتھ اپنی عقید تمندی کا بہت کچھ اظہار فرمایا گیا تھا۔ لیکن اس پرچے کے پہلے ہی صفحے پر آپ کا پہلا ہی نوٹ شوکت صاحب کی مذمت میں تھا۔ جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس پرچہ کی اشاعت کی غرض کیا تھی۔ نواب صاحب بھوپال کے خلاف ہر پرچے میں زہر اگلا جاتا تھا اور ان کے بھتیجے کو ریاست کا حق دار بتایا جاتا تھا۔ چند ماہ بعد آپ نے مجھ سے درخواست کی کہ آپ کا یہ پرچہ میں اپنے پریس میں شائع کیا کروں جس میں میں نے فوراً ہی انکار کر دیا۔ اس کے بعد پرچہ شائع ہونا بند ہو گیا۔ اگر کسی شخص کو یہ حسن ظن ہو کہ جو مضامین آپ کے نام نامی سے یہاں کے اخبارات اور رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں وہ آپ ہی کے لکھے ہوتے ہیں تو وہ دفتر "کامریڈ" "ہمدرد" سے The News Pectator کی فائل منگا کر اپنی ضعیف الاعتقادی کی اصلاح کر سکتا ہے۔ خیالات پریشان اور رکیک عبارت بے ربط اور ناقص آپ کی حقیقی قابلیت کے ثبوت میں موجود ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی کسی کو

www.taemeernews.com

مزید ثبوت درکار ہو تو وہ مئی یا جون ۱۹۲۱ء کی پایونیر کی فائل اٹھا کر دیکھ لے جس میں ایک پرچہ میں پڑھنے والے کو پہلے ہی صفحے پر ایک ایڈیٹوریل نوٹ ملے گا جس میں میرے ایک خط کا جو یہاں سے شوکت صاحب کے نام لکھا تھا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ پرچہ میری نظر سے گزرا تھا لیکن اس نوٹ کے بعد ایک اور نوٹ بھی ہے جس میں "سردار" اقبال علی شاہ وسط ایشیا کے Expert (ماہر) کے ایک مضمون کے متعلق جو یہاں ایک مصور پرچہ میں مع چند تصاویر کے شائع ہو چکا تھا درج ہے کہ اس میں جو تصویر دی گئی ہے وہ یقیناً "سردار" صاحب نے اپنے سفر کے ایام میں ہرگز نہیں کھینچی تھی نہ اس مقام کی تصویر ہے جس کا سردار صاحب نے ذکر فرمایا ہے۔ بلکہ اس سے بہت دور ایک اور مقام کی تصویر ہے اور ایک انگریز فوجی افسر کی کھینچی ہوئی ہے جو اس کی ایک تصنیف کردہ کتاب میں شائع ہو چکی ہے اور اس کے فلاں صفحہ پر موجود ہے' اور ہمارے وسط ایشیا کے محقق ایک سارق سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ کے اخبار کے بند ہونے کے بعد آپ کی میم صاحبہ ہندوستان سے ولایت کو چل دیں اور اس "جنوری" کے "دسمبر" کی طرح

سالہا سال ہوئے ہیں ترے پیچھے پھرتے
جنوری تو ہے تو اے ماہ دسمبر میں ہوں

آپ نے تعاقب کرنے کی ٹھانی۔ سنا گیا ہے کہ والد ماجد سے روپیہ کا پھر مطالبہ کیا گیا اور جب ان غریب نے کہا کہ میرے پاس روپیہ کہاں تو ان کو دھمکی دی گئی کہ اگر روپیہ نہیں دیا گیا تو ایک دیوانی کے مقدمے میں فریق ثانی کی طرف سے ان کے خلاف گواہی دیدی جائے گی۔ اس پر ان کے دوستوں نے کہا کہ بھائی کہیں سے قرض دام لے کر دیدو ورنہ مقدمہ بگڑ جائے گا۔ چنانچہ روپیہ اس طرح ملا۔ اس کے بعد بمبئی تشریف لائے تو حبیب الرحمان خان صاحب (نواب صدر یار

www.taemeernews.com

جنگ بہادر) جو یقیناً ان کے والد ماجد کو ان کی علی گڑھ کی تحصیل داری کے زمانہ سے جانتے تھے۔ عازم حج نظر آئے پھر کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عجیب بات ہے میں بھی احرام سفر باندھ کر آیا ہوں مگر جدہ کا ٹکٹ نہیں ملتا۔ انہوں نے فرمایا کہ بھائی ایک ٹکٹ تو میرے پاس ہے چنانچہ اس ٹکٹ کو لے کر آپ نے مکہ معظمہ کا قصد فرمایا اور انہیں کے طفیلیوں میں آپ "جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود ملک الحجاز والنجد و ملحقاتہا کے "مہمان" بنے۔ اور ان سے مکہ معظمہ میں ملاقات کی اور ایک دن جو غالباً پہلا ہی دن تھا ان کے ہمرکاب آپ موتمر عالم اسلام میں بہ طور وزیر کے شریک ہوئے۔ یہ باتیں میں نے مکہ معظمہ میں سنی تھیں۔ مگر چونکہ میں نے خود تحقیقات نہیں کی ہے اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک صحیح ہیں۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آپ ہم سے بھی ملنے آئے وہاں پہلے ہی سے متعدد جو اسیس "دور دور مشہور برطانیہ" موجود تھے آپ کو دیکھتے ہی ہم سب بول اٹھے کہ آہا آپ بھی تشریف لے آئے۔ آپ ہی کی کسر تھی۔ کم سے کم مکہ معظمہ میں تو نہ انگریزی ٹوپی "برسر" تھے اور نہ لباس انگریزی "دربر" غالباً ٹوپی تو ترکی تھی اور ریشم کا لابنا کوٹ تھا اور ٹانگوں میں شلوار۔ لیکن اس بدبخت کی کم نصیبی کو کیا کہا جائے گا جو اس طرح مفت سفر کر کے بھی حج سے دو دن پہلے جدہ کو چل دے اور وہاں سے عازم یورپ ہو جائے۔

"ٹائمز" میں آپ کے مضامین ماجد میاں نے جو مجھے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک مضمون میں ایک عبارت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موتمر عالم اسلام کے جلسے اس ترکی قلعے میں منعقد ہوئے تھے جو پہاڑ پر واقع ہے۔ حالانکہ سارے جلسے جیاد کے میدان والی کشلہ یا ترکی فوجی بارک میں ہوئے تھے جو اس پہاڑ اور قلعے کے نیچے واقع ہے۔ اس عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مضمون کا لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہے جس نے اس قلعے کی تصویر ہی دیکھی ہے اور

www.taemeernews.com

غلطی سے ترکی کشلہ کو ترکی قلعہ سمجھ گیا ہے۔ اور خود موتمر میں ہرگز موجود نہ تھا حالانکہ "سردار" صاحب یقیناً ایک دن ضرور وزیٹر کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ یعنی نام تو آپ کا تھا مگر کام کسی انگریز کا تھا۔ آپ کا کام صرف اس قدر تھا کہ شوکت علی محمد علی کے خلاف چند جھوٹی باتیں دل سے گھڑ کر دشمنان اسلام اور دشمنان ہندوستان کے ہاتھ آپ نے فروخت فرمادی تھیں۔ اس موتمر کے بعد آپ کے نام سے نہ شائع کر دیے گئے ہوں گے۔ تو بیس پچیس مضامین شائع کر دیے گئے ہوں گے اور اس کے بعد آپ کا ایک لکچر ساؤتھ فیلڈ کی اس قادیانی مسجد میں زیر صدارت سر مائیکل اوڈوائر سابق لیفٹنٹ گورنر پنجاب دلوایا گیا جس کے افتتاح کا وعدہ کر کے شہزادہ فیصل ابن عبدالعزیز آل سعود نے بالآخر انکار کر دیا تھا اور جس کے لیے قادیان سے میرے پاس ایک تار آیا تھا کہ میں سلطان ابن سعود کو پھر آمادہ کروں کہ اپنے صاحبزادے کو اس مسجد کے افتتاح کی اجازت دے دیں۔ مضامین اور لکچر دونوں علی برادران کی مذمت سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے اس مکان کی مالکہ صاحبہ نے سب سے اوپر کی منزل سے سب سے نیچے کی منزل میں یہ کہلوا کر طلب فرمایا کہ ایک صاحب آپ سے ٹیلیفون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان صاحب نے فرمایا کہ میرا نام اقبال علی شاہ ہے' ٹیلیفون پر جو مکالمہ ہوا اب اسے سنیئے۔

"سردار" اقبال علی شاہ۔ مولانا السلام علیکم معاف فرمایئے گا میں نے آپ کو تکلیف دی

محمد علی۔ وعلیکم السلام

س۔ ا۔ ع۔ ش۔ مجھے اس کا علم نہ تھا کہ آپ کو اوپر سے نیچے آنا پڑے گا میں سمجھتا تھا کہ ٹیلیفون آپ ہی کے کمرے میں ہے۔

م۔ ع۔ ارشاد فرمایئے۔

www.taemeernews.com

س۔ا۔ع۔ش۔ فرمایئے آپ کا مزاج تو اچھا ہے۔

م۔ع۔جی نہیں

"س"ا۔ع۔ش۔امید ہے آپ نے میرا قصور معاف فرمادیا ہوگا۔

م۔ع۔جی نہیں

"س"ا۔ع۔ش۔ آپ کا قلب تو نہایت وسیع ہے

م۔ع۔ مگر میرا دماغ بالکل تنگ نہیں ہے

"س"ا۔ع۔ش۔ کیا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔

م۔ع۔جی نہیں

"س"ا۔ع۔ش۔ میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ امید ہے کہ آپ نے میرا قصور معاف کر دیا ہوگا۔

م۔ع۔اور میں بھی پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ جی نہیں۔

اس کے بعد میں نے ان ذات شریف کو ان کے تمام مضامین یاد دلائے اور ان کا لکچر یاد دلایا اور کہا کہ میں تنگ دل نہیں لیکن اس قدر ضعیف الدماغ بھی نہیں ہوں کہ ایسے پاجیوں سے دھوکا کھاؤں۔ مجھے تعجب ہے کہ برطانیہ کے ایسے گرگوں کو اس کی طرف سے ایسے گندے کام اور جاسوسی کرتے پھرتے ہیں۔ کیسے اتنی ہمت ہوئی کہ مجھ سے ٹیلیفون پر گفتگو کریں اور مجھ سے ملاقات کرنا چاہیں۔ میں نے کہا کہ اب اس سلسلہ کو ختم ہونا چاہیے اور میں نے ٹیلیفون کو فوراً منقطع کر دیا۔

اب اس خط کو بھی اسی خاتمہ پر بالخیر کرنا چاہتا ہوں۔ ورنہ بے چاری بیگم صاحبہ کے نام دو سطریں نہ لکھ سکوں گا۔ مہاراجہ پٹیالہ کا لکچر اور ٹیکسی والے کی میرے ساتھ گستاخی اور اس کا ثمرہ اور اس ثمرے کا جو ثمرہ بنگالی طالب علم کو اور مجھے چکھنا پڑا وہ داستان اس ہفتے ملتوی رہی۔ انشاء اللہ کل پرسوں اسے لکھ رکھوں گا

www.taemeernews.com

تاکہ اگلے ہفتے ضرور بضرور آپ تک جا سکے۔

"ہمدرد" کی اشاعت کے متعلق کوئی صاحب کچھ نہیں تحریر فرماتے۔ پرچہ ماشاءاللہ خوب نکل رہا ہے۔ خرچ ظفر الملک صاحب کی ہمت سے گھٹ گیا ہے اور اس پر بھی دس صفحے نکل رہے ہیں اور بارہ کا ارادہ ہے۔ خدا اجر خیر عطا فرمائے۔ مگر یہ تو بتایئے کہ قدردانی میں کس قدر اضافہ ہوا۔ اب آپ صاحبوں اور "ہمدرد" اور اسلام اور ہندوستان کے لیے دعا پر اس عریضے کو ختم کرتا ہوں۔

آپ کا بھائی
محمد علی

گزشتہ جمعرات کو (یعنی ۲ اگست کو) میں دارالعوام گیا تھا۔ جمعہ کو دارالعوام کا آخری اجلاس تھا۔ اور سکلات والا کے پیہم اعتراضوں اور سوالوں پر لیبر پارٹی نے محض نام کے واسطے بجٹ کے سلسلے میں ہندوستان کا مسئلہ بھی چھیڑا۔ صرف دو گھنٹے ایک شب کو ہندوستان کے ۲۲ کروڑ انسانوں کے لیے بھی وقف کیے گئے۔ مگر وہ بھی آخری اجلاس میں' اور کنزرویٹو فرقہ والوں نے عمداً کینیڈا کو انگریزی مزدور بھیجنے کے سلسلے میں فضول تقریریں کر کے اور وزیر محکمہ کے جواب کے بعد بھی تقریر کے سلسلہ کو جاری رکھ کر اور خلاف انتظام طے شدہ یہاں کے سابق سپاہیوں کی سول سروس میں نوکری کے مسئلہ کو بھی اٹھا کر اتنی دیر لگادی کہ ہندوستان کا ذکر خیر بجائے ۹ بجے کے شب کے ساڑھے دس بجے شروع ہوا اور ساڑھے بارہ بجے پر ختم ہو گیا۔ رات کے بارہ بجے تک کی کارروائی اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کی فائل کے ساتھ بھیج دی ہے۔ اور باقی کارروائی یوسف حسین خاں (برادر ذاکر صاحب جو آج کل میرے ہمراہ اسی مکان میں مقیم

www.taemeernews.com

ہیں) خرید کر کے غالباً آج ہی آپ کو روانہ کر دیں گے۔ کلات والے کی تقریر بے مثل تھی' اور ارل ونٹر ٹن نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ اس کا مطلق جواب نہ دیں۔ کل مباحثہ کا حال انشاءاللہ اگلے ہفتے ارسال کروں گا۔

محمد علی

www.taemeernews.com

(۱۴)

تہذیب یورپ کے چند مناظر

راہی ملک جرمنی

۱۶۔اگست ۱۹۲۸ء

پیارے ماجد میاں ظفر الملک صاحب اور جعفری السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں ۱۳۔ اگست کی شب کو لندن سے نکلا ہوں اور دو دن پیرس قیام کر کے آج تین "بچاچچیج" کے ساتھ جرمنی جارہا ہوں۔ جن میں سے دو دہ صاحبین ہیں جن کے ساتھ میں لندن کے مکان میں رہا کرتا تھا اور ایک عبدالرحمٰن صاحب صدیقی کے بھانجے محمد امین فقیہہ صاحب کے صاحبزادہ جو ہمارے فرانس کی حدود میں ترجمان اور سارے عالم میں ہمارے خرانچی ہیں۔ خالد صاحب ۹ جوائی ہی سے اپنے والد کے ایک دوست کے ترجمان اور رفیق سفر بن کر لندن سے نکلے تھے اور ان "چچاجان" کو مارسیلز تک پہنچا آئے تھے۔ اس کے بعد جب شوکت عمر صاحب مبرسی پالیٹکنیک سے جہاں وہ ۷، ۸ ماہ سے پڑھ رہے تھے کامیاب ہو کر لندن یونیورسٹی کے سیکنڈاری میں داخل ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ اشرف صاحب کو لندن کاٹنے لگا۔ اور ہمیں ڈاکٹر ذاکر حسین کے بھائی یوسف کے ساتھ چھوڑ کر جو پیرس کی ساربون یونیورسٹی سے دفتر وزیر ہند اور برٹش میوزیم میں مطالعہ کرنے آئے ہیں پہلی اگست کو پیرس چلے آئے تھے۔ میرا ارادہ تھا کہ پہلی ستمبر تک لندن رہ کر کرنل آشٹن سے علاج کراتا رہا ہوں اور اس کے بعد فرانس آجاؤں اور بالآخر ایک ہفتہ اٹلی رہ کر عازم ہندوستان ہو جاؤں البتہ راستہ میں ایک ہفتہ مصر میں بھی قیام کروں اور اگر کچھ پیسے بچ سکیں تو فلسطین بھی

www.taemeernews.com

ہو تا آؤں۔ لیکن اگست کا مہینہ لندن والوں کے لیے چھٹی کا مہینہ ہو تا ہے اور غریب اور امیر مرد اور عورت اور بچے دو تین دن سے لے کر دو ماہ تک کے لیے لندن سے باہر سمندر کے کنارے یا کسی اور تفریح گاہ کو چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ کرنل آسٹن صاحب بھی ۱۱ اگست سے ۱۰ دن کے لیے انگلستان کے مشہور اور قدیم جنگل نیو فاریسٹ میں چلے گئے ہیں' یہاں ووکنگ کے امام صاحب نے اصرار فرمایا کہ عید میلاد کے جلسہ تک جو ۸ ستمبر کو ہونے والا ہے لندن میں قیام کروں۔ اور اس جلسہ میں ایک تقریر کرنے کے بعد انگلستان سے رخصت ہوں۔ جب میں قاہرہ گیا تھا تو ڈاکٹر احمد فواد نے سخت اصرار کیا تھا کہ یورپ چھوڑنے سے پیشتر جرمنی کے مشہور شہر فرنکفرٹ کے ذیابیطس کے ماہر ڈاکٹر پروفیسر فان نارڈن کو بھی اپنا حال سناتا آؤں۔ اور گو میں کہہ چکا تھا کہ میں علاج صرف کرنل آسٹن کا کروں گا۔ لیکن ان کے اصرار پر اس کا وعدہ کر چکا تھا کہ ان سے اپنا طبعی معائنہ ضرور کرالوں گا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کرنل آسٹن کے علاج کے بعد اب حالت کیسی ہے۔ اس لیے گذشتہ ہفتہ میں ایک دن جا کر اپنے پاسپورٹ کی بلجیم' جرمنی اور ہالینڈ کے لیے بھی توسیع کرالایا۔

عجیب حسن اتفاق ہے کہ دوسرے ہی دن جرمنی سے چٹوپدھیا صاحب مسز نیڈو کے بھائی کی دعوت بھی آئی۔ میں ان کا دعوت نامہ اور اس پر میں نے جو جواب لکھا تھا دونوں ملفوف کئے دیتا ہوں۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دعوت کس قسم کی تھی اور میں نے اس کا کیا جواب دیا۔ مجھے اس وقت ترجمہ کرنے کی فرصت نہیں ہے آپ حضرات خود ترجمہ کر سکتے ہیں ورنہ میں نے اس کا خلاصہ اس خط میں دے دیا ہوتا۔ میں اسی کو روانہ ہو گیا ہوتا مگر بیگم صاحبہ کو جو تار گزشتہ بدھ کو دیا تھا اس کے جواب کا پیر تک انتظار تھا۔ گو گزشتہ ہفتہ کے تار

www.taemeernews.com

کا جواب نہ آنے سے تقریباً مایوسی ہو چکی تھی اور میں نے یقین کر لیا تھا کہ وہ میجر سعید محمد خاں کے ساتھ جو بھوپال سے ۴ اگست کے جہاز میں روانہ ہو رہے ہیں' معہ لڑکیوں کے نہیں آرہی ہیں۔ ۱۳ اگست کو ان کا جواب بھی آگیا کہ روپیہ کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا اور میں نے حمیدہ بی کو خدا پر چھوڑ کر خود جرمنی جانے کے لیے رخت سفر باندھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں چٹوپدھیا صاحب کا تار بھی برلن سے آگیا کہ سب انتظامات کر دیے گئے۔ چنانچہ وقت بچانے کے لیے اسی شب گاڑی میں یوسف صاحب سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا۔ یہ راستہ ساؤتھیمٹپن اور درے اور ادرے ہو کر آتا ہے۔ اور چینل (رودبار انگلستان) کے عبور کرنے میں ۶ گھنٹے لگتے ہیں۔ عام طور پر لوگ اس سے گھبراتے ہیں لیکن وقت کی بچت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ رات کو ڈوور کیلے ہو کر اور فاک اسٹون بولون ہو کر سفر کیا جا سکتا ہے۔ راستہ میں بڑی خیر ہو گئی۔ ساؤتھیمٹپن کے اسٹیشن پر کوئی قلی نہ ملا اس لیے اپنے ہینڈ بیگ وغیرہ اور سوٹ اٹھا کر میں بھی اور مسافروں کے پیچھے ہو لیا اور انہی کے ساتھ ایک کشتی پر سوار ہو گیا۔ اگر جاتے ہی سونے کے لیے کیبن نہ مانگا جاتا تو بجائے فرانس کے میں جزائر چینل پہنچ گیا ہوتا۔ جب میں نے کشتی پر سوار ہو جانے کے بعد اپنا ٹکٹ کمرہ لینے کے لیے دکھایا تو پتہ چلا کہ

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

فوراً اتر کر اس طرف گیا جہاں ایک دوسری کشتی' فرانس جانے کے لیے کھڑی تھی۔ غریب فرانسیسی مزدوروں کو تو ۵ فرانک مزدوری کے مل جاتے ہیں تو اسے غنیمت سمجھتے ہیں لیکن یہاں کے قلیوں کو ۲ شلنگ بھی مشکل سے کافی ہوتے ہیں اور استغناء کا یہ عالم ہے کہ مسافروں کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ رہے

www.taemeernews.com

ٹیکسی والے تو اس جماعت میں تو ایسے خبیث بھرے ہوئے ہیں کہ کچھ ٹھکانا نہیں' ساری دنیا سے زیادہ بھاری ست اور سڑیل ٹیکسیاں لندن کی ہیں لیکن کرایہ پیرس کی عمدہ ترین ٹیکسیوں سے بھی تگنا چوگنا ہے اور انعام بطور انعام کے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ حق سے بھی زیادہ سمجھا جاتا ہے اور اگر خوردہ لینا پڑتا ہے تو بڑے اصرار کے بعد ملتا ہے۔ شلنگ ورنہ ایک شلنگ کا ڈیڑھ شلنگ کرایہ ہو اور ڈھائی دیا جائے تو ٹوپی چھو کر جیب میں رکھ لیتے ہیں اور نہایت اطمینان سے رخصت ہونا چاہتے ہیں۔ ان ٹیکسی والوں کے متعلق انشاء اللہ آئندہ کسی خط میں تفصیل سے لکھوں گا اور وہ سارا قصہ دہراؤں گا جو مجھے پیش آیا تھا۔ اور جس کی بدولت لندن کے ایک پرجوش بنگالی طالب علم کو ٹیکسی والے کو دو پونڈ بطور خرچہ دینے پڑے تھے اور مجھے ان کی حمایت کرنے والے سولسٹر اور بیرسٹروں کو ان کے گھنٹہ بھر کی محنت کے لیے ۵ پونڈ ۷ شلنگ ۶ پنس دینا پڑے تھے۔ ۱۴ کو پیرس پہنچ کر اسی وقت راہی فرینکفرٹ ہو گیا ہوتا۔ مگر چٹوپادھیا صاحب کا خط جس کے متعلق ان کا تار آیا تھا کہ اس میں ہدایات سفر ارسال کئے گئے ہیں۔ مجھے اس دن ٹامس کک کے یہاں سے نہ مل سکا اس کے علاوہ "بچاچیچ" کو سین ژرمین کی سیر کرانے گیا تھا۔ واپسی میں یکایک داہنے پاؤں میں درد شروع ہوا اور اسی کے باعث شب کو حرارت ہو گئی۔ درد کل بھی رہا اور آج بھی باقی ہے اور قیاس یہی ہے کہ یہ سب ذیابیطس اور نیورائٹیس کی علامت ہے۔ چنانچہ آج شب کو فرینکفرٹ پہنچ کر کل صبح کو پیر بھی دکھاؤں گا میری صحت کی عام حالت اچھی ہے۔ پچھلے فاقہ کے بعد ایک ہفتہ تک میں نے گوشت نہیں کھایا بلکہ محض پھلوں اور بغیر پکی ہوئی ترکاریوں پر یعنی کھیرا ککڑی' ولائتی بیگن اور کاہو پر گذر کیا۔ قارورہ کا امتحان کرایا تو شکر نصف فیصدی تھی اور چربی ۱۰۰/۷۰ فی صدی تھی۔ فاقہ کرنے کے بعد شکر بالکل نہ تھی اور چربی ۱۰۰/۳۰ فیصدی تھی۔ وزن مخصوصہ ۴۶ء۶ سے بڑھ کر ۱۶ء۶ ہو گیا

www.taemeernews.com

تھا وزن تو نہیں بڑھا تھا صرف چھ چھٹانک کی زیادتی ہوئی تھی مگر خلاف توقع کمر ۱۲ انچ بڑھ گئی تھی اور پاؤں کے تلووں میں اعصابی سوزش پھر کسی قدر شروع ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے پھر ڈاکٹر گالپا کے دستور کے مطابق سفر میں فاقہ شروع کر دیا اور آج فاقہ کا چوتھا دن ہے۔ البتہ جس شب کو بخار آیا تھا اور سردی محسوس ہونے کے باعث ترکاری کا شوربا بچا کچھ تیار کرا لائے وہ پی لیا تھا۔ مگر صبح ہی کو فروٹ سالٹ کا ایک مسہل اور لے لیا۔ رات اور پرسوں رات بھی بائیں پاؤں میں اعصابی سوزش ہوئی تھی۔ اس سے کچھ امید بھی بندی تھی ہے کہ مرض کا فاقوں سے مقابلہ ہو رہا ہے اور ہزیمت اٹھانے سے پہلے مرض زور دکھا رہا ہے۔

میرا ارادہ تھا کہ کل آپ کو خط لکھتا مگر اس درد کے باعث نہ لکھ سکا اور بجائے اس کے کہ خالد کو ساتھ لے کر پیلس نامی میوزک ہال دیکھنے چلا گیا۔ برادران من! اب تو مدت سے کسی محفل رقص و سرود میں شریک نہیں ہوتا ہوں اور باوجود نفس امارہ کے بہت سے مطالبات کے انھیں پورا کرنے سے باز رہتا ہوں۔ انھیں کیفیات قلبی کو ایک شعر میں اس طرح ادا کیا تھا۔

یکبارگی ہوس کے چھٹے سارے مشغلے
اے دل نگاہ یار یہ کیا سحر کر گئی

ہندوستانی گانا سننے کو البتہ اب بھی دل تڑپا کرتا ہے اور شوکت صاحب نے تو ایک دو بار نفس کو بہت ہی لالچ دلایا۔ اس لیے کہ گوہر جان کی طرف سے وہ دعوت لائے تھے کہ کبھی کبھی تو گھر آکر کچھ سن لیا کیجیے۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ سوائے اقبال کے اشعار کے اور حسرت کی غزلوں کے آپ کو کچھ اور نہ سناؤں گی۔ لیکن میں نے ضبط و صبر سے کام لیا اور کہلا بھیجا کہ اب تو معذور ہوں۔ البتہ جب کبھی کلکتہ جاتا ہوں تو پیارے صاحب کا گانا ضرور سن لیا کرتا ہوں اور "جنت نگاہ" نہ سہی "فردوس گوش" تو ضرور نصیب ہو جایا کرتی ہے۔ مہاراجہ الور کے

www.taemeernews.com

ہمر کاب رامپور گیا تھا تو پہلی شب کو جب میں محفل رقص و سرود میں حاضر نہ ہوا تھا تو بلوایا گیا تھا مگر جب میں نے عذر پیش کر دیا' تو مہاراجہ صاحب نے اسے قبول نہ فرمایا' بلکہ خود بھی اس کے بعد محفل رقص و سرود میں شریک نہ ہوئے اور اس کے عوض قوالی کی محفل اپنی قیام گاہ کے پاس ہی ہر شب کو منعقد کرائی۔ ہندوستان میں جو تھیٹروں کی حالت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ سینما میں بھی اکثر سوائے بوس و کنار کی تصاویر کے کچھ نہیں ہوتا۔ اس لیے میں سینما میں نہیں جایا کرتا اور "بچا چیچ" کو یہ سن کر سخت تعجب ہوا کہ میں نے آج تک چارلی چپلن کو سینما میں نہیں دیکھا تھا۔ اور گزشتہ ہفتہ ہی میں اپنے محلہ کے ایک سینما میں ان کے "فلم" پروگرام میں دیکھتے ہی بس پر سے اتر پڑا۔ حالانکہ ٹکٹ پکاولی کے لیے تھا تاکہ وہاں جاکر ایک تھیٹر میں سینما دیکھیں۔ البتہ میں سنجیدہ ڈراما کا عاشق ہوں اور ایلن بری جو ابھی انتقال کر گئی ہے اور اور رنگ بیریو ہور اور ٹری اور مسز ٹری فار لبس رابرٹس اور مسز پیڑک اور پھر ان کی بیوی گرٹرو ڈایلنٹ و لسن بیرٹ اور نائد چیفر یز اور پھر لیلا میک کار تھی وغیرہ کو آکسفورڈ کی تعطیلات میں دیکھنے کے لیے بار بار تھیٹر جایا کرتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں جب آیا تھا تو مطلق فرصت نہ تھی پھر بھی برنارڈ شا صاحب کے ایک تماشہ کو دو بار جاکر دیکھا۔ لیکن اب وہ بڑے بڑے ایکٹر باقی نہ رہے تھے۔ ۱۹۲۰ میں تو اتنی بھی فرصت نہ تھی جتنی کہ ۱۹۱۳ء میں تھی اور حقیقت میں دل بھی اب اس ڈراما میں لگا ہوا تھا جس میں مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے ساتھی اناطولیہ میں ایکٹ کر رہے تھے۔ البتہ اس بار ذرا فرصت تھی اور ہنڈن میں طیاروں کے کرتب دیکھنے کے بعد شفیع کی ریسٹوران میں ہندوستانی کھانا کھاکر تھیٹروں کی طرف رخ کیا مگر کہیں جگہ نہ ملی۔ "بچا چیچ" کے اصرار سے ہوبرن کے امپائر نامی میوزک ہال میں گیا اور بالکل خیال نہ رہا کہ یہاں تو محفل رقص و سرود گرم ہوتی ہوگی جب وہاں پہنچ چکا تو میری آنکھوں نے

www.taemeernews.com

پہلی بار تھیٹر میں وہ نظارہ دیکھا جو کبھی جوانی میں بھی نہ دیکھا تھا' یعنی چند عورتیں ٹخنوں سے لے کر رانوں تک برہنہ ہمارے یہاں کی کبوتریوں کی طرح کرتب دکھا رہی ہیں۔ جب میں تیس برس پیشتر انگلستان آیا تھا تو میوزک ہال میں ہر رقاصہ ریشم کے ٹائٹ یعنی رانوں تک موزے پہنے ہوئی تھی پھر بھی ایسے رقص گاہوں میں جانا "رنگیلے پن" کی علامت تھی۔ لیکن اب تھیٹروں میں برہنگی کیوں نہ آئے' جب سمندر کے کنارے ہر تفریح گاہ میں ہزاروں عورتیں مردوں کی طرح بنیان کا جانگیا پہنے انھیں کے ساتھ تیرتی پھرتی ہیں اور اس کا نظارہ گو اب تک میں نے کسی بندرگاہ پر جا کر نہیں کیا ہے۔ تاہم اپنے جہاز ہی پر ولایت آتے وقت دو تین میم صاحبان کو شتق پر کرکٹ کی حوض میں کودتے پھاندتے اور مردوں کی گردنوں پر سوار ہوتے دیکھ چکا تھا۔ آجکل ہر مصور اخبار میں ان ہزارہا "غسالجات" کے حسن کی نمائش اور اس کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں ہر ہفتہ چند پرچے مولانا عرفان کی خدمت میں بھیج دیا کرتا ہوں کہ وہ سمجھ سکیں کہ اب نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔

بردران من! حقیقت میں اب پردہ یہاں تک اٹھ چکا ہے کہ شب عروسی بھی بے نقاب نظر آتی ہے۔ جب انگلستان کا یہ حال ہو جہاں میری طالب علمی کے زمانہ میں عورتوں اور مردوں کا ساتھ ساتھ نہانا قطعاً ممنوع تھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں عورتوں کا سارا جسم ڈھکا ہوتا تھا تو پھر آجکل پیرس میں کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا۔ جب میں نے "بچاچیچ" سے سنا کہ وہ مولال اوژفولی برژیر جا کر اس عریانی کا نظارہ کر چکے ہیں تو میں نے بھی محض اس خیال سے کہ

کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

فیصلہ کیا کہ پیلس جا کر دیکھوں تو کیا کچھ نظر آتا ہے' اس سے پہلے "پاری پلنریر" نامی ایک رسالہ میں متعدد تصاویر دیکھ چکا تھا جس میں دو مسماتیں

www.taemeernews.com

"وحید" اور "دہلی" نامی بھی تھیں ان کا لباس دیکھ کر مجھے اس امریکن عورت کا قول یاد آیا جس نے لکھا تھا کہ "ہاں میں جانتی ہوں کہ ہندوستان کا قومی لباس کیا ہے۔ ہندوستان کا قومی لباس ایک ٹپکا اور ایک جیبی رومال ہے"۔ ان غیر مستورات کے سر پر بھی ایک پٹکا تھا اور باقی جسم کے لیے ایک نہایت مختصر سا جیبی رومال رہ گیا تھا اس رومال کو رومالی کی جگہ دیکھ کر بے اختیار غالب کے اس شعر میں تصرف کرنے کو جی چاہتا تھا

ہائے اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو معشوق کی خشقت ہونا

میں نہیں کہہ سکتا کہ خشقت کے ہجے کیا ہیں۔ آج تک کبھی لکھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ مجھے تو یہ خیال تھا کہ یہ ہمارے روہیلکھنڈ والوں کی پشتو کا ایک لفظ ہے اور رخ ق اور ش ٹ کا اجتماع یقیناً پختو پر دلالت کرتا ہے لیکن "بچا چیچ" نے تصدیق کر دی کہ یہ لفظ مستعمل عام ہے بلکہ پیش یا افتادہ ہے جس کا انگریزی ترجمہ شاید یہ ہو گا Wornthread Bare۔ جو کچھ میں نے دیکھا اس کے صرف ایک حصہ کی تصاویر آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ اگر ان کے بلاک بھی مل جاتے تب بھی ہمدرد میں یہ تصاویر شائع نہ ہو سکتیں گو ایک بار شائع ہو جائیں تو یقیناً ہمدرد کی اشاعت زمیندار اور انقلاب سے بڑھ جائے۔ اور ایک مجرد بے ریشے مؤلف کے تجربات "شب عروسی" وغیرہ کو بھی مات کر دے۔

اب میں اس خط کا بھی خاتمہ بالخیر کرتا ہوں۔ ہم سیلان سے جو فرانس کا ایلڈر شاٹ یا راولپنڈی ہے گذر چکے ہیں اور اب نیلسی سے گذر رہے ہیں جو دائے زے پہاڑوں کے سلسلہ کے پیچھے فرانس کے مدافعتی خط کے وسط میں ہے۔ ممکن ہے کہ اگلا خط اتنا لمبا بھی نہ ہو سکے اس لیے کہ اس دن میں انگلستان کو واپس ہو رہا ہوں گا۔ گزشتہ ہفتہ میں ارادہ کر چکا تھا کہ جمعہ کے بعد ہی آپ کو خط

www.taemeernews.com

لکھنا شروع کر دوں گا۔ لیکن نماز جمعہ کے بعد نماز گاہ میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جماعت سے مذہبی مکالمہ کیا کرتا ہوں اور اس کے بعد آرنلڈ صاحب سے ملنے گیا اور وہاں سے قادیانی جماعت کے ساتھ شب کا کھانا کھانے گیا مگر صرف دعوت ہی نہیں تھی بلکہ ایک پورا استقبال ہو گیا۔ ایک نو مسلم آئرش نے ایڈریس پڑھ کر سنایا اور مجھے بھی تقریر کرنا پڑی اور وہاں کے امام شائق درد صاحب نے بھی تقریر کی اور دوسرے دن انھیں نو مسلم آئرش مین صاحب کے سات ان کی موٹر میں لندن سے ۳۰' ۴۰ میل باہر ان کے دوست اور اپنے واقف کار ایک انگریز نو مسلم صاحب سے ملنے جانا پڑا۔ جو نیا سالینڈ (افریقہ) میں سرکاری ڈاکٹر ہیں ان کا نام ڈاکٹر سانڈرسن ہے اور حج بیت اللہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی ان کو ہم نے تار دے دیا تھا مگر افسوس کہ وہ تار ملنے سے پہلے ہی کہیں باہر جا چکے تھے۔ یہ نیا سالینڈ کی زبان کے حروف تیار کر رہے ہیں تاکہ عربی رسم الخط میں حروف کا اضافہ کر کے قرآن کریم کا اس زبان میں ترجمہ ٹائپ میں شائع کر دیا جائے' انشاء اللہ واپسی پر ان سے پھر ملنے ضرور جاؤں گا۔ اس سفر کے باعث خط جمعرات سے پیشتر اس بار بھی شروع نہ کیا جا سکا اور جتنا لکھا گیا ہے اس کے لیے آپ کو اشرف صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جنہوں نے ابتک سوکھی روٹی نہیں کھائی ہے۔ چونکہ "بچا چیچ" کو سیر و تفریح کے لیے علیحدہ روپیہ نہیں ملا ہے۔ اس لیے میرے طریقہ علاج پر عمل کر کے وہ صرف ایک وقت سوکھی کھاتے اور پیٹ کاٹ کر سفر کرتے ہیں۔ اور نپولین کے مشہور مقولہ پر کہ "فوج پیٹ کے بل چلا کرتی ہے" ایک دوسرے معنی میں عمل کر رہے ہیں۔ فی امان اللہ

آپ کا بھائی محمد علی

www.taemeernews.com

(۱۵)

ایک جلاوطن ہندوستانی سے ملاقات

میرے پیارے مسٹر چٹوپدھیا[1]

آپ کے برلن کے دفتر سے بھیجا ہوا ۷ اگست کا خط جس پر میرا پتہ صرف مولانا صاحب کیونڈش روڈ الخ لکھا ہوا تھا مجھے آج ہی ملا ہے۔ اس خط میں مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ آپ نے چند ہی روز پیشتر مجھے ایک خط مولانا صاحب معرفت ٹامس کک کمپنی کے پتہ سے بھیجا تھا اور مجھ سے درخواست کی گئی تھی کہ میں وہاں سے اس خط کو منگالوں۔ بہر حال خوش قسمتی سے دونوں خط کہ جن پر محمد علی کا نام بھی پتہ پر نہ تھا ضائع نہ ہوئے۔ اور جب میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کے بھائی کو جو یہاں میرے ساتھ رہتے ہیں کک کمپنی میں بھیج کر خط کو مجھ تک پہنچا دینے کی درخواست کی تو انہوں نے فوراً بھیج دیا اور مجھے آپ کا اپنا بھیجا ہوا خط جس پر تین اگست کی تاریخ تھی اور برلن سے بھیجا گیا تھا آج شام کی ڈاک سے مل گیا۔

اچھا اب آپ اپنی محبت آمیز دعوت کے متعلق بھی سن لیجئے۔ اصل یہ ہے کہ اس مرتبہ میں یورپ کوئی اپنے خرچ سے نہیں آیا ہوں اور نہ کسی خاص غرض سے بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ ایک فیاض رئیس ہز ہائینس مہاراجہ الور نے جب یہ دیکھا کہ میں مر رہا ہوں تو انھیں مجھ پر ترس آیا اور انہوں نے مجھے مجبور کیا کہ یہاں آکر دمبل اسٹریٹ میں ان کے ڈاکٹر سے علاج کراؤں جو اگرچہ شاہی فوجی طبی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اس طریقہ علاج پر اعتقاد نہ رکھنے

---

[1] ہندوستان کے ایک انتہا پسند سیاسی رہنما۔ آپ عرصہ دراز سے جلا وطن ہیں۔ بیشتر قیام جرمنی اور روس میں رہا۔ آپ مسز سروجنی نائیڈو کے بھائی ہیں۔

www.taemeernews.com

کے باعث اب قدرتی طریقوں پر امراض کا علاج کیا کرتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ مہاراجہ صاحب کی جانب سے مجھ پر کسی قسم کی پابندیاں عائد نہیں کی گئی تھیں اور حق یہ ہے کہ اگر ایسی کچھ پابندیاں عائد کی جاتیں تو میں شکریہ کے ساتھ ان کی فیاضانہ امداد کی قبولیت سے انکار بھی کر دیتا۔ تاہم میں خود محسوس کرتا ہوں کہ یہاں مجھے کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیے جو میں ہندوستان میں رہ کر نہ کر سکوں اور اس مرتبہ اپنی یورپ کی سیاحت سے کوئی سیاسی فائدہ حاصل نہ کرنا چاہیے۔ اور حق یہ ہے کہ مجھے اس بات کا یقین بھی نہیں ہے کہ ہم ہندوستانی لوگ اپنی یورپ کی سیاحت سے کسی قسم کا سیاسی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہمارے عمل کا مناسب میدان ہندوستان ہی میں ہے اور صرف وہی جگہ ہے جہاں سے آزادی اسلام اور آزادی ہند کے متعلق اپنا کام کر سکتا ہوں۔ اس لیے میں سوائے اپنے ہی آدمیوں کے جلسوں کے اور جلسوں میں شریک نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اخبارات ہی کے لیے کچھ لکھا کرتا ہوں۔ نہ ملاقات پر بیان دیا کرتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص میرے خیالات معلوم کرنے کا خواہشمند ہو تو خواہ وہ ملکیت پسند ہو یا ملکیت کا مخالف قدامت پسند ہو یا اشتراکی یا اشتمالی غرضیکہ کوئی ہو میں انکار نہیں کیا کرتا۔ یہی میں نے اپنے محب قدیم مسٹر سکلات والا سے بھی کہہ دیا تھا جب انہوں نے مجھے گورہال کے ایک عام جلسہ میں شرکت کی دعوت دی تھی۔

اچھا اب یہ سنیے کہ میں آپ سے نیاز حاصل کرنے کا بیحد مشتاق تھا۔ کچھ تو اس وقعت کی وجہ سے جو آپ کی ذات گرامی کی میرے دل میں ہے اور کچھ اس لیے کہ آپ میری عزیز دوست سروجنی کے بھائی اور ان کی پیاری بچی پدمیا (جس کی دوبارہ علالت کی خبر میں نے ابھی ہندوستان سے آئے ہوئے اخبارات میں پڑھی ہے) اور میرے اپنی آکسفورڈ کی بہن "شاک ہیڈ بد پیٹر" کے ماموں ہیں۔ لیکن میں حیرت میں تھا کہ آپ سے کس طرح مل سکوں گا کیونکہ جرمنی

www.taemeernews.com

جانے کا میرا قطعاً ارادہ نہ تھا اور اپنے پروانہ راہداری پر صرف فرانس' سوئیزرلینڈ کے نام لکھا کر لایا تھا یا اطالیہ کا۔ جہاں ہندوستان کو واپس ہوتے ہوئے راستہ میں جانے کا ارادہ تھا۔ قاہرہ میں میرے ایک ڈاکٹر دوست نے مجھ سے تاکید کر دی تھی کہ میں فرینکفرٹ کے ڈاکٹر نارڈین سے ضرور ملوں۔ اس لیے جب اس دن میرے موجودہ معالج نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ وہ ۱۱ تاریخ کو لندن سے باہر جانے والے ہیں اور ۲۱ سے پہلے واپس نہ آئیں گے تو میں نے بھی سوچا کہ لاؤ اپنے پروانے پر بلجیم' ہالینڈ اور جرمنی کے نام بھی لکھوالوں۔ اور ممکن ہو تو جرمنی ہو آؤں' ۲س طرح جناب میں نے کل ہی پروانہ راہداری پر ضروری ناموں کا اضافہ کرلیا ہے اور تیرہ یا چودہ تاریخ کو پیرس جانے کے متعلق اور ۱۴ یا ۱۵ کو وہاں سے جرمنی جانے کے متعلق سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اگر آپ ایک ڈاکٹری کے طالب علم مسمی عبدالعلی خاں رامپوری سے واقف ہوں اور انہیں ایسی جگہ بھیج دیں کہ میرے حدود جرمنی میں داخل ہوتے ہی وہ مجھے مل جائیں یا آپ خود ہی اتنی تکلیف فرمائیں تو میں بہت ہی ممنون ہوں گا۔ اس صورت میں فرینکفرٹ ڈاکٹر نارڈین سے بھی مل لوں گا اور ایک دو روز کے لیے برلن بھی چلا چلوں گا۔ جو صاحبان میرے خیالات معلوم کرنا پسند کریں گے ان کے سامنے جو کچھ رطب دیا بس ہے وہ پیش کر دوں گا۔ ازراہ کرم تار کے ذریعے سے مجھے مطلع فرمایئے کہ آپ کیا انتظام کر سکیں گے۔ خدا نہ کرے کہ ڈاکٹر فان نارڈین اپنے ایک ہی معائنہ کی فیس میں میرا دیوالیہ نکال دیں۔ میں آج کل بہت ہی نادار ہو رہا ہوں اور تین ماہ کے مصارف کے لے جو رقم میرے پاس تھی اسے دو مہینے سے بھی کم میں خرچ کر چکا ہوں۔ یہ ذکر میں نے اس لیے کر دیا ہے کہ میں آپ سے یہ درخواست کرنے والا ہوں کہ میرے لیے کسی ایسے ہوٹل میں بندوبست کیجیے گا جو ایک غریب آدمی کے لیے موزوں ہو۔ اور پھر غریب بھی ہندوستان کا۔ عبدالعلی خاں

www.taemeernews.com

رامپوری کو میرے سفر جرمنی کے ارادہ کی اطلاع دینی نہ بھول جایئے گا۔

آپ میرے ٹیلیفون نمبر پر جو اسٹریتھم ۶.۵۷ ہے تار بھیج سکتے ہیں اور جواب میں میں آپ کو اپنی لندن سے روانگی اور پھر پیرس سے روانگی کے تار بھیج دوں گا۔ یہ میں آپ ہی کی مرضی پر چھوڑتا ہوں کہ میں آپ سے بلجیم میں ملوں یا براہ راہ راست جرمنی کو چلا جاؤں۔ لیکن مہربانی کر کے ڈاکٹر نارڈین کے متعلق سب باتیں ضرور معلوم کر کے رکھیے۔ تاکہ جب ہی ہم فرینکفرٹ پہنچیں تو ان سے ملاقات کا انتظام کیا جا سکے۔

(ترجمہ از انگریزی) "ہمدرد"

آپ کا مخلص
محمد علی
(تقریباً وسط اگست ۱۹۲۸ء)

www.taemeernews.com

(۱۶)

دارالشفاء فرنیکفرٹ

(۱)

پروفیسر ڈاکٹر فان نارڈین کا ذاتی مطب وشفاخانہ' سڑک کا نام شفر' مکان کا نمبر ۸۷' مقام فرنیکفرٹ بر دریائے سین' ملک جرمنی

۲۱۔اگست ۱۹۲۸ء

پیارے ماجد میاں' ظفر الملک صاحب و جعفری

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

پروفیسر ڈاکٹر فان نارڈین صاحب (جن کو یہاں گیہایم راٹ) یعنی "علامہ فن طب" کہا جاتا ہے' کے مطب بلکہ یوں کہیے کہ ذاتی شفاخانہ میں بستر پر پڑا ہوا' بلکہ یوں کہیے کہ بستر سے بندھا ہوا۔ تاکہ سیدھے پاؤں کو اگر خفیف سی خفیف حرکت دینا چاہوں بھی تو نہ دے سکوں' یہ خط آپ حضرات کو تحریر کر رہا ہوں جو خط پیرس سے چل کر اور ریل میں بیٹھ کر ۱۶ کو لکھوایا گیا تھا اور فرانس کی سرحد کے قریب ہی سے ڈالا گیا تھا۔ اس میں پاؤں میں ۱۴ اگست کو یکایک سخت درد پیدا ہو جانے اور اس کے باعث حرارت بھی ہو جانے کا ذکر کر چکا ہوں۔ میرے عزیز دوست اور ڈاکٹر انصاری کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ڈاکٹر بہجت وہبی مصری وطن والے اور ترکی رعایا ایم ڈی ہیں اور قاہرہ کے طبی کالج میں تشریح کے نہایت قابل پروفیسر رہ چکے ہیں۔ گو اب مطب نہیں کرتے اور نہایت سائنٹیفک طریقہ پر ترکی مٹھائی "راحت لقوم" جس کا انگریزی نام ٹرکش ڈلائٹ Turkish Delight ہے اپنی ہی قائم کردہ فیکٹری میں جو پیرس کے

www.taemeernews.com

مضافات میں سین کلو جیسی دلآویز جگہ میں بنایا کرتے ہیں۔ میں نے جب سوئیزرلینڈ ہی میں انہیں مابنترو کے پاس اسے تیریتے میں ۱۹۲۰ء میں دیکھا تھا۔ جہاں معزول ترکی خلیفہ عبدالمجید آفندی قسطنطنیہ سے جلاوطن کئے جانے کے بعد سب سے پہلے ۱۹۲۴ء میں پناہ گزین ہوئے تھے تو میں ان کی مرضی مولا ہونے کا قائل ہو گیا تھا۔

مطب کرنے، علم التشریح پڑھانے اور "راحت لقوم" بنانے میں تو کسی قدر مناسبت بھی ہے۔ میرے ایک کرم فرما جو حکیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہندوستانی دواخانہ کے بہترین مجربات بھی تیار کرلیا کرتے ہیں۔ گاجر کا حلوا بھی بیشتر تیار کراتے ہیں۔ مگر میں نے ڈاکٹر وہبی کا اسم گرامی سب سے پہلے غالباً ۱۹۰۷ء میں سنا تھا اور وہ اس طرح کہ مدراس کے روزنامہ انگریزی اخبار "محمڈن" نے ان کا مضمون نقل کیا تھا جسے انیسویں صدی اور مابعد Nineteenth Centuary & After میں انہوں نے اتحاد اسلامی پر شائع کرایا تھا اور جس سے بہتر اسلام اور پین اسلامزم کے مترادف ہونے کا ثبوت میں نے کسی تحریر میں نہ پہلے دیکھا تھا نہ آج تک دیکھا ہے۔ ان کے متعلق انشاء اللہ میں پھر کبھی تفصیل سے کچھ لکھوں گا اس وقت اتنا ہی لکھتا ہوں کہ ان کی راحت لقوم کو میں نے قسطنطنیہ کے ماہر فن رکابدار حاجی بکیر سے جس کے کام کا ساری ترکی میں اور یورپ تک میں شہرہ ہے بہتر پایا تھا اور ہمارے رفیق سیاست ڈاکٹر نہادر شاد (ترک) نے جو پیرس میں ہمارے "بیورو" کے روح رواں تھے جب یہ سنا تھا تو فرمایا تھا کہ اگر وہ حاجی بکیر کی برابر ہی "راحت لقوم" بنالیں گے تو لاکھوں کمالیں گے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب سوئیزرلینڈ میں جلاوطن ترکوں کے ساتھ رہ رہے تھے اور سائنٹیفک طریقہ پر راحت لقوم بنانے کے تجربے فرما رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک مصری پاشا عزیز عزت پاشا کی شرکت میں پیرس میں اس کا اور چاکولیٹ وغیرہ کا کارخانہ

www.taemeernews.com

کھول دیا جواب تک قائم ہے۔ جب میں پیرس ۱۶ جون کی شب کو پہنچ رہا تھا تو انھیں کو تار دیا تھا کہ اسٹیشن آکر مجھے مل لیں اور جب دوسرے دن ان سے ملا تھا تو انھیں کے ذریعہ سے پیرس کی یونیورسٹی ساربون کے ذیابیطس کے علاج کے ماہر پروفیسر مارسیل لابے سے ملا تھا۔ اور ان کو اپنا حال جاکر سنایا تھا' گو علاج سوائے کرنل آسٹن کے کسی کا مقصود نہ تھا۔ انھیں سے پیرس چھوڑتے وقت کہہ آیا تھا کہ جب لندن سے فارغ ہو کر کچھ دن فرانس آکر رہوں گا تو ایک مختصر سے جھونپڑے کی ضرورت ہو گی' کسی خوشنما منظر کے قریب سین کلو میں' سین ژر میں یا فانٹائن بلو میں تلاش کر رکھیں۔

اس بار بھی انہی کو اپنے آنے کا تار دیا تھا۔ انہوں نے میرا پاؤں دیکھا مگر تشخیص مرض نہ کر سکے۔ درد نہ صرف پیرس کے دو دن کے قیام تک باقی رہا بلکہ پیرس سے فرینکفرٹ آتے ہوئے اور یہاں آکر بھی باقی رہا۔ چٹوپادھیا صاحب کو پہلے ہی لکھ چکا تھا کہ میرے رامپور کے ہموطن اور علی گڑھ کے کلاس فیلو حنیف خاں صاحب (عرف عمر اخان صاب چترالی) کے صاحبزادے کو لکھ دینا کہ یا تو جرمن سرحد ہی پر یا فرینکفرٹ آکر میرے ترجمان بن جائیں۔ ان کا نام عبدالعلی خان ہے اور یہ "علی برادران" کے بھتیجے ہیں اس کے علاوہ چٹوپادھیا صاحب ہی کے ذریعہ سے ڈاکٹر فان نارڈین سے بھی ملاقات کا وقت مقرر ہو چکا تھا۔ فرینکفرٹ ہم رات کے پونے نو بجے پہنچے اور اسٹیشن پر عبدالعلی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پاس ہی کے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور چار دن کے فاقہ کے بعد جس میں نارنگی اور انگور کا عرق پیا تھا پاس کے ایک ریسٹوران میں جاکر کھانا کھایا۔ مگر درد کی تکلیف کے باعث سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب کے گھر ملاقات کے مقررہ وقت کرنے کے لیے ٹیلیفون دلوایا اور معلوم کیا کہ دن کے گیارہ بجے مطب میں ملیں گے۔ چنانچہ دو نارنگیوں کا عرق چوس کر ادھر کو روانہ ہوا۔ عجیب

www.taemeernews.com

شاندار مطب ہے پورا ہوٹل معلوم ہوتا ہے اور یقیناً کوئی پچھتر مریضوں کے قیام وطعام و علاج کی تو جگہ ہوگی' ان سے ملا بھاری بھر کم آدمی ہیں۔ سر کے بال سفید ہیں' چہرہ سرخ ہے اور عمر تخمیناً ۵۵ یا ساٹھ سال کی ہوگی۔ ممکن ہے کہ زیادہ ہو انگریزی سمجھ لیتے ہیں اور بول بھی خاصی لیتے ہیں۔ یہاں کون ہے جو انگریزی یا فرانسیسی بالکل نہیں جانتا' ان کی ماہرہ جراثیم' جو خون اور قارورہ وغیرہ کا کیمیاوی امتحان کیا کرتی ہیں نہایت عمدہ انگریزی بولتی ہیں اور بلا تکلف ان کے رفیق کار اور ان کے دونوں اسسٹنٹ جن سے ملنے کا اتفاق ہوا وہ بھی خاصی بول لیتے ہیں۔ ان کی ہیڈ نرس میری تیمارداری کرتی ہیں وہ بھی مطلب سمجھ لیتی ہیں اور سمجھا دیتی ہیں' کسی نہ کسی قدر انگریزی ہر ایک نرس جانتی ہے۔ دربان اچھی طرح انگریزی جانتا تھا ایک کمرہ میں ہمیں بٹھایا گیا اور کہا کہ پروفیسر آپ کو ابھی بلاتے ہیں ایک اور مریض کے متعلق مشورہ ہو رہا ہے۔

دس منٹ بعد میری باری آئی۔ پروفیسر نے کوئی پون گھنٹہ تک میرا تمام حال سنا پھر قارورہ امتحان کرانے کے لیے لیا اور کپڑے اتروا کر دل اور پھیپھڑوں کا امتحان کیا۔ مجھے کہنے لگے اس طرح چند گھنٹے رہنا کافی نہیں ہے۔ تمہارا کیس بہت دلچسپ ہے۔ میں خود اپنے لیے اور سائنس کے لیے اس کی تحقیقات ضروری سمجھتا ہوں۔ تم برلن جا کر پھر یہاں چلے آؤ اور ہوٹل میں قیام نہ کرو میرے مطب ہی میں رہو تاکہ میں بار بار تمہیں دیکھ سکوں اور ہر وقت کے حالات کا معائنہ کر سکوں اور تمہاری غذا اور بود و باش کے طریقہ کو ایک نظم میں لا کر رائے قائم کر سکوں۔ میں نے وعدہ کیا کہ چنوپادھیا سے مل کر ۱۹ کی شب کو چل دوں گا اور کم از کم تین چار دن رہ کر لندن واپس جاؤں گا۔ اور ضرورت ہوگی تو لندن سے رخصت ہونے پر بجائے فرانس اور سوئیزرلینڈ جانے کے فرینکفرٹ ہی چلا آؤں گا۔ بالآخر میں نے موزہ اتار کر اپنا سوجا ہوا دہنا پاؤں دکھایا اور وہ بیچ کی

www.taemeernews.com

انگلی جس پر آبلہ سا پڑا ہوا تھا اسے دیکھتے ہی ان کے چہرہ پر تردد اور پریشانی کے آثار صاف نظر آنے لگے اور انہوں نے کہا کہ میں تمہیں برلن جانے کے اجازت نہیں دے سکتا بلکہ ہوٹل تک بھی تمہیں نہ جانے دوں گا۔ تم کو اسی وقت بستر پر دراز کر دیا جائے گا خدا لوند کریم کا شکر ہے کہ تم ٹھیک وقت پر آگئے ہو ورنہ چند گھنٹہ بعد ہی شائد حالت نہایت خطرناک ہو جاتی۔ میں Conservative Treatement کروں گا اور اس انگلی کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ اگر دیر ہو گئی ہوتی تو غالباً پاؤں کاٹنا پڑتا۔ یہ ابھی ابتدائی گنگرین ہے اور خدا کرے کہ بڑھ کر پوری گنگرین نہ ہو جائے۔ عبدالعلی خاں کو اس مرض کا انگریزی نام نہیں آتا تھا مگر جرمن نام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے اس میں کتنے ہی پاؤں اور ٹانگیں کاٹ کر پھینک دی ہیں۔ چنانچہ اسی وقت ہم نے عبا اور کرتہ اور جوتے اتار دیے اور پلنگ پر دراز ہو گئے۔ ایک ڈھانچہ جس پر روئی اور کپڑا لپٹا ہوا تھا لایا گیا دو تین موٹے موٹے گدے یا تکیے لائے گئے اس پر وہ ڈھانچہ یا فریم رکھا گیا اس پر پوری دائیں ٹانگ رکھی گئی۔ اور کپڑا باندھ کر پٹی باندھ دی گئی اور پیر کو ڈھانچے کے ساتھ اس طرح باندھ دیا گیا کہ اگر میں اسے ہلانا بھی چاہوں تو نہ ہلا سکوں۔ جس احتیاط سے ساری ٹانگ کے نیچے اور ڈھانچے کے اوپر یعنی دونوں کے درمیان روئی کے متعدد پہل رکھے جاتے ہیں اس سے مجھے اپنے مرض کے خطرناک ہونے کا مجبوری احساس ہوتا ہے۔ درد پاؤں کی انگلی میں نہ تھا پشت پا کے دائیں طرف یعنی باہر تھا۔ اور ٹھیک یہیں میرے خسر عظمت علی خاں صاحب مرحوم کے ایک پھنسی نکلی تھی جس کے باعث ان کو اس قدر تکلیف ہوئی تھی کہ منڈیشر سے جہاں وہ "صوبہ دار" تھے سنادو کے اسٹیشن تک وہ ٹانگے میں آنے کے قابل بھی نہ رہے تھے۔ بلکہ پالکی میں لائے گئے تھے اندر لاکر پھنسی چیری گئی تھی مگر ذیابیطسی خون میں اندمال کی طاقت باقی نہ تھی انگور نہیں بڑھنے پاتا تھا روز بدگوشت، کاٹا جاتا تھا اور

www.taemeernews.com

کے پھائے ڈالے جاتے تھے اور اس کے قطرے دن رات ٹپکائے جاتے تھے چند دن بعد گردن میں بھی کار نکل نکلا۔ جس کو بعد میں وائسرائے لارڈ ہارڈنگ کے سرجن جیمس رابرٹس ریذیڈنسی سرجن اندور ہی نے شگاف دیا تھا۔ مگر اسی دن جان نکلنا شروع ہو گئی اور تہجد کے وقت وہ اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جن چچا سے انہیں عشق تھا یعنی میرے والد مرحوم اسی دن ان کا بھی انتقال ہوا تھا۔ ایک کا ۱۷ رمضان المبارک (یوم بدر و یوم الفرقان) کو مغرب کے وقت دوسرے کا اس کے بعد کی شب میں گو فاصلہ ۲۷ برس کا تھا۔

اب اس توارد کو دیکھیے کہ نہ صرف میرے اس جگہ درد تھا جہاں علی بھیا مرحوم کے پھلسی نکلی تھی بلکہ میری عمر بھی اب ٹھیک وہی ہے جس عمر میں انہوں نے انتقال فرمایا تھا۔ مگر میرا قیاس تھا کہ غالباً ابھی میں نہ مروں بلکہ کچھ کر کے مروں کیونکہ میں اسی دن جس دن لندن سے روانہ ہوا تھا بال بال مرتے مرتے بچا تھا وہ اس طرح کہ نواب صاحب بہادر پالن پور سے جن کے والد بزرگوار کی دعوت پر میں سدھ پور سے جہاں بڑودہ میں چار برس تک رہا تھا اور جو پالن پور سے صرف ایک ہی اسٹیشن کے فاصلہ پر ہے میں پالن پور گیا تھا اور ان کے دونوں نوجوان صاحبزادوں سے بھی نیاز حاصل کیا تھا اور جو مجھ پر اس وقت سے برابر نوازش کرتے چلے آئے ہیں۔ میں ہوٹل سیل میں ملنے گیا تھا سخت شرمندہ تھا کہ ہم دونوں ایک ہی جہاز میں پورٹ سعید سے آئے تھے اور کمرے بھی پاس پاس ہی تھے اور ان کی ایک مہمان اور دوست ٹھاکر صاحب بہادر لیمیڈی کے صاحبزادے اور ان کے پرائیویٹ سیکرٹری تو میرے ہی کمرہ میں تھے۔ لیکن لندن آنے کے بعد نیاز حاصل نہ کر سکا تھا۔ جس دن اپنا فاقہ ختم کر کے ملنے گیا تھا تو معلوم ہوا تھا وہ کل ہی براعظم یورپ تشریف لے جا چکے ہیں اور ۱۲ اگست کو واپس تشریف

www.taemeernews.com

لائیں گے۔ کئی ہفتہ کا انتظار کرنے کے بعد ۱۲ کو ٹیلیفون پر پوچھا تو معلوم ہوا کہ ۱۳ کو تشریف لائیں گے چنانچہ ۱۲ جس دن کہ میں خود عازم براعظم یورپ تھا ٹامس کک کے ہاں سے کچھ روپیہ لے کر اور گاڑیوں کا وقت اور کرایہ دریافت کر کے اسٹرینڈ نامی سڑک کی طرف ہوا۔ اس گزرگاہ پر جس قدر آمدورفت ہوتی ہے مشکل ہی سے کسی اور گزرگاہ پر ہوتی ہو۔ ویسٹ اینڈ Westend سے جہاں امرا رہتے اور خرید و فروخت کرتے ہیں ایسٹ اینڈ سٹی Eastend کو جہاں سب سے زیادہ کاروبار ہوتا ہے یہی راستہ آتا ہے۔ ایک زمانہ میں تو یہ بے حد تنگ تھا لیکن بعد کو اس میں نہ صرف کثیر توسیع کر دی گئی ہے۔ اور جس طرح کانپور کی "اے۔ بی روڈ" میں ہنود کے ایک مندر کو میرے حبیب صادق لارڈ مسٹن نے ایک جزیرہ بنا کر بچادیا تھا' مگر بساطی بازار کی مسجد کے ایک حصہ کو نہیں بچایا تھا اسی طرح یہاں بھی متعدد گرجا بطور جزائر بنا کر بچادیے گئے ہیں۔ ابھی اور توسیع باقی ہے اور ایک دکان سے دو تین چھوٹی چھوٹی ٹائم پیس نصف داموں پر مجھے بھی اسی باعث مل گئی ہیں کہ وہ دوکان توسیع کے باعث گرائی جانے والی ہے۔ اب سنیے کہ اس گزرگاہ عام کے وسط میں لنڈن کا ایک مشہور ترین ہوٹل سیسل نامی بھی ہے۔ جہاں سر ی نواس آئنگر صاحب قیام فرما چکے تھے اور جہاں نواب صاحب بہادر پالن پور قیام فرما ہیں۔ عین اس جگہ سڑک کسی قدر خراب ہو چکی تھی۔ اور چونکہ اگست لنڈن والوں کے لیے رخصت پر جانے کا مہینہ ہے اس لیے عام طور پر آج کل سب سڑکیں درست کی جارہی ہیں۔ چنانچہ آسرینڈ کا ایک حصہ بھی ادھیڑا اور بنایا جایا جارہا تھا۔ میں عین ہوٹل سیسل کے سامنے بس پر سے اترا اور چونکہ تیز سے تیز موٹر چلانے والے بھی راستہ کے قاعدہ کا خیال رکھتے ہیں' یعنی جانے والی سڑک کی بائیں جانب سے جاتے ہیں اور آنے والے بائیں جانب سے (گو اپنی وہ بھی بائیں جانب سے) اس لیے سڑک کے ایک طرف سے دوسری طرف کو جانا ہو

www.taemeernews.com

تو عبور کرتے وقت لوگ یہ دیکھ لیا کرتے ہیں کہ ان کے عقب سے تو کوئی نہیں آرہا ہے اگر کوئی موٹر وغیرہ آرہی ہو تو آدھی سڑک طے کر کے وسط میں رک جاتے ہیں پھر اپنے سامنے کی طرف دیکھ لیتے ہیں کہ سامنے سے یعنی ان کے دائیں طرف سے تو کوئی نہیں آرہا ہے۔ اور اگر کوئی موٹر وغیرہ نہ آتی ہو تو اس نصف سڑک کو بھی عبور کر لیتے ہیں۔ آج تک برابر اسی طریقہ پر سڑکیں عبور کرتا رہا۔ لیکن ۱۳ اگست کو یہ غلطی ہوئی کہ جب بس سے اترا اور دیکھا کہ آدھی سڑک بائیں ہاتھ والی ٹوٹی ہوئی ہے اور بند پڑی ہے اور دونوں طرف سے آنے جانے والی سواریاں صرف داہنے ہاتھ والی نصف سڑک پر چل رہی ہیں تو اس کا خیال نہ رکھا اور یہ سمجھ کر میں پہلے صرف نصف سڑک کو عبور کروں گا۔ اپنے عقب سے آنے والی گاڑیاں دیکھ لوں۔ اگر کوئی نہ آتی ہو تو گزر جاؤں نہایت احتیاط سے دو تین بسوں کو گزر جانے دیا اور جب عقب کا راستہ بالکل صاف نظر آیا تو نہایت اطمینان سے سڑک کے اس نصف حصہ کو عبور کرنا شروع کیا۔ حالانکہ دراصل ساری سڑک اب یہی نصف حصہ تھا اور مجھے ایک چوتھائی حصہ کو اس طرح عبور کر کے رک جانا چاہیے تھا اس لیے کہ باقی چوتھائی حصہ پر دوسری طرف سے گاڑیاں آرہی تھیں وہ اور بھی نظر سے اوجھل ہو گئیں۔ لیکن جب چوتھائی سڑک طے کر چکا تو دیکھا کہ تین چار قدم ہی کے فاصلہ پر ایک بڑی موٹر لاری آرہی ہے فوراً رکنا چاہا مگر رکنا آسان نہ تھا۔ لاری والے کے لیے روکنا اور بھی مشکل تھا البتہ وہ لاری کو اپنے بائیں طرف موڑ سکتا تھا چنانچہ کچھ میں رکا کچھ اس نے موڑا صرف خیریت اسی پر گزری کہ میری بائیں کہنی اس کے آگے کے پہیہ کے گارڈ پر لگی اور میں نے اپنے تئیں اس کے پہیوں میں کچل جانے سے بچالیا۔ ان دو چار سیکنڈوں میں جو لاری کو دیکھنے اور اس سے بچنے کی کوشش میں لگے۔ ان میں تو میں نے سمجھ لیا کہ بس اب گیا۔ مگر جونہی چار پانچ سیکنڈ بعد بالکل

www.taemeernews.com

بچ گیااور جسم کے کسی حصہ میں خراش تک نہیں آئی تو یقین ہو گیا کہ خداوند کریم کو ابھی مجھے دنیائے فانی سے اٹھانا منظور نہیں ہے۔ چنانچہ باوجود اس عجیب توارد کے جو معظم صاحب کے والد مرحوم اور میری علالت عمر میں واقعہ ہوا۔ مجھے پوری امید تھی اور ہے کہ جلد صحتیاب ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سب علامتیں اس کی پائی جاتی ہیں۔

پاؤں کو مطلق حرکت نہ دینے اور اونچار کھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوسرے دن سوجن کم تھی اور جب آبلہ میں شگاف دیا گیا اور مادہ نکلا تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی خاص چیز ایسی نہ تھی جس سے کچھ زیادہ خطرہ ہو۔ قارورہ کا ہر روز تین بار امتحان ہوتا ہے شکر بالکل نہیں آرہی ہے فالحمد اللہ۔ پروفیسر صاحب کو خون کے امتحان کی بہت فکر تھی۔ پہلے دن چونکہ دونارنگیوں کا عرق پی کر آیا تھا اس لیے احتیاطاً اس دن امتحان نہیں کیا گیا۔ ہفتہ کو یعنی ۱۸ اگست کو میرا بایاں کان چھیدا گیا تاکہ کان کی لو میں کچھ سے خون لیا جاسکے۔ الحمد اللہ کہ خون میں بھی شکر کی مقدار صرف ۱۲۵ء نکلی جو نارمل Normal کے برابر ہے۔ نارمل مقدار ۸۰ء سے لے کر ۱۲۰ء تک سمجھی جاتی ہے۔ یقیناً کرنل آسٹن کے علاج نے فائدہ کیا تھا اور قارورہ اور خون دونوں کے امتحان نے اس کا کافی ثبوت دے دیا۔ ورنہ جب میں لندن پہنچا تو اس وقت قارورہ میں شکر کی مقدار ۳ء۳ فیصدی تھی۔ اور جب کلکتہ کے مشہور سوراجی ڈاکٹر رائے نے جنوری میں امتحان کیا تھا تو شکر کی مقدار قارورہ میں ۵ فیصدی اور خون میں ۳۰ء۴ فیصدی تھی جو نارمل سے چوگنی، پنج گنی کے قریب تھی۔ درد صرف پشت پا میں تھا بلکہ پنڈلی کی ہڈی کے دونوں جانب تھا اور معلوم ہوا کہ رگیں پھول گئی تھیں۔ اور خون کی روانی میں کمی تھی۔ مگر اب وہاں نہایت ہی خفیف سا درد ہے۔ جانگ کے پاس گلٹی نکل آئی تھی جس میں تکلیف تھی اب وہ باقی نہیں ہے۔ چونکہ کراچی کے جیلخانے ہی میں ۱۹۲۰ء میں

www.taemeernews.com

سوزش شروع ہوئی تھی اور اسی کے باعث ۱۹۲۶ء میں مکہ معظمہ میں موتمر عالم اسلام کے دوسرے اجلاس سے ذرا ہی پہلے قلب کی طرف کا آدھا جسم مفلوج جیسا ہوا جاتا تھا اور سوا گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی تھی۔ اور ۱۹۲۸ء کی ابتدا سے پیروں کے تلووں کی اعصابی سوزش نے زندگی کو موت سے زیادہ تکلیف دہ بنادیا تھا جو اب تک ایک خاص حد تک باقی ہے۔ اور یوں تو دونوں پیروں کے تلوے اور انگلیاں ایک حد تک اپنا حس کھو چکی ہیں اس لیے کل دائیں ہاتھ میں جہاں بانہہ ختم ہوتی ہے رگ میں سے کوئی چھٹانک بھر خون نکالا جا چکا ہے تاکہ یورک ایسڈ (پیشاب) کا بھی امتحان کر لیا جائے اور آج انشاء اللہ ٹانگوں کی ہڈیوں اور رگوں کا عکس ریز X.Rays کے ذریعے سے فوٹو لیا جائے گا۔ اور اسی کے بعد پروفیسر صاحب کوئی رائے قائم کر سکیں گے ان کے تشریف لانے اور اسی مصوری کا انتظار ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ خون کا دباؤ بھی کم ہے۔ جب کلکتہ میں جنوری میں لیا گیا تھا تو ۱۶۵ تھا حالانکہ میرے لیے نارمل ۱۴۹ ہونا چاہیے مگر اب صرف ۱۴۰ ہے۔ ٹمپریچر دن میں چار بار لیا جاتا ہے اور اسی طرح نبض کی حرکت بھی شمار کی جاتی ہے۔ تھرمامیٹر یہاں صرف سنٹی گریڈ ہوتا ہے جس میں نارمل ۳۷۶۴ ہے۔ پہلے تو اس قدر تھا مگر اب برابر ۳۶۶۴ سے لے کر ۳۶۶۹ تک جاتا ہے۔ اس سے نہیں بڑھنے پاتا نبض ۸۰ اور ۸۸ کے درمیان میں رہی ہے۔ غذا وہ رکھی گئی ہے جو کرنل آسٹن نے بتائی تھی یعنی پھل اور سلاد یعنی کاہو ٹماٹر اور کھیرا ککڑی مگر یہاں پانچ وقت غذا دی جاتی ہے۔ ایک علی الصباح چائے اور پھل اس کے بعد دس بجے جرمن فطیر ثانی یعنی سیکنڈ جرمن بریک فاسٹ Second Break-fast اس میں میرے لیے صرف چند پھل ہوتے ہیں مثلاً آڑو یا ناشپاتی' پھر ایک بجے لنچ ہوتا ہے جس میں پہلے سلاد اور پھل دیے جاتے تھے ۴ بجے چائے اور پھل اور ساڑھے سات بجے یا آٹھ بجے پھر ڈنر یا یہاں کی اصطلاح میں ایبڑ۱ ... لیے کہ

www.taemeernews.com

یہاں کا ڈنر دوپہر کا لنچ قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی سلاد اور پھل ہوا کرتے تھے۔ پھلوں میں خربوزے کو خاص طور پر پروفیسر صاب نے شروع ہی سے اصرار کر کے دینا شروع کیا۔ حالانکہ ڈاکٹر انصاری وغیرہ اس کو کاربوہائیڈریٹس کی بناء پر یعنی گیہوں کے نشاستہ کی طرح کی چیز اس میں ہونے کی بنا پر ممنوع قرار دیا کرتے تھے۔ کرنل آسٹن تو کسی پھل کے بھی خلاف نہ تھے اور انگور اور خرما کھلاتے تھے۔ فان نارڈین بھی کہتے ہیں کہ ہم انجیر اور خرما تو نہیں دیا کرتے البتہ کرنل آسٹن نے کیلا ممنوع قرار دیا تھا' مگر یہاں کل ایک کیلا بھی دیا گیا۔ پہلی شب کو ایک نیم برشٹ انڈا ملا تھا مگر پھر نہیں۔ چائے میں دودھ آج سے پہلے ملتا رہا مگر آج صبح لیموں ملا' شکر کی جگہ سیکرین ملتی ہے مگر رقیق جو بالکل بدمزہ نہیں ہوتی۔ البتہ پہلے دن کے بعد نمک بالکل بند ہے اور یقین جانیئے کہ اس سے شکر کا بند کیا جانا بھی کم اذیت ہے۔ تعجب ہے یہ بھی کرنل آسٹن ہی چاہتے تھے اور اسی لیے میں نے گوشت اور ترکاری کھانا بھی چھوڑ دیا تھا صرف پھل کھایا یا کھچڑی۔ پیرس میں بھی غالباً مارسیل لاہے کے کہنے سے ڈاکٹر بھجت وہی نے نمک بند کرنے کے لیے کہا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ قارورہ میں کچھ خفیف سا اثر ایسی ٹون Accetone زہر کا نکلا تھا۔ یہ دہلی میں بھی تقریباً برابر جاری رہا تھا۔ مگر Bank-reptine کی جگہ مینی اسٹرلین کی گولیاں کھانے سے کم ہو گیا تھا۔ نام ہی کو باقی تھا۔ انگلستان میں ابتداء بالکل نظر نہیں آیا۔ پروفیسر نے خود دیکھ کر غذا میں اضافہ کر دیا اور اب ذیابیطس کی روٹی جو روٹی کیا ہوتی ہے ہاپڑ پاپڑ سے زیادہ ہلکی ملنے لگی ہے۔ اور تازہ پنیر مگر افسوس کہ بے نمک، اس کے علاوہ تین بار چھاچ ملتا ہے یعنی دودھ جس میں سے مکھن نکال لیا گیا ہو۔ یہاں کا دودھ تو بہت ہلکا نظر آیا (شاید عمداً پانی ملا کر دیا جاتا ہو) کرنل آسٹن نے تو میرے لیے بند ہی کر دیا تھا۔ گو کسی قدر بالائی کی اجازت تھی۔ مگر چھاچ خوب گاڑھا اور مزے دار ہوتا ہے۔ کل ذرا بیچ بدن کی

www.taemeernews.com

صفائی کے ساتھ جو ایک غسال آکر کیا کرتا ہے الکحل اور دیگر ادویہ کا ایک مرکب بھی بدن پر مل دیا جاتا ہے تاکہ علاوہ صفائی کے پیٹھ پلنگ پر پڑے پڑے نہ لگنے پائے۔ مگر آج تو بیحد تھک گیا ہوں دائیں ٹانگ پلنگ سے ایک فٹ سے بھی زیادہ اونچی رکھی جاتی ہے اور اگر کسی قدر تکیہ لگا کر بیٹھتا ہوں تب تو زدیہ اور بھی تنگ ہو جاتا ہے اور جلد تھک کر لیٹ جانا پڑتا ہے۔

یہ خط زیادہ تر لیٹے لیٹے لکھا گیا ہے اور اب چونکہ سب کچھ پوری پوری تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں اس لیے اب اسے ختم کرتا ہوں۔ اتنا اور لکھ دوں کہ نیند خوب آتی ہے مجبوراً دس بجے عشا سے فارغ ہو کر سونا شروع کرتا ہوں اور گو فجر کے قریب ہی آنکھ کھل جاتی ہے مگر کوئی وضو کرانے والا نہیں ہوتا۔ اس لیے پھر سو جاتا ہوں اور کوئی ساڑھے سات بجے اٹھتا ہوں۔ الحمد للہ کہ طہارت اور وضو کا اچھا انتظام ہو گیا ہے۔ روئی کی تین پہلوں پر لوٹے کی ٹونٹی سے پانی دلوا کر استنجا کر لیا کرتا ہوں ہمارے وضو اور طہارت کا نرسوں پر بہت اچھا اثر پڑا ہے۔ نیز ستر عورت کی احتیاط کا۔ چلتے وقت اپنی نرس Schwester Hilldegard Arnold خوبصورت نہیں کہ تعریف بھی کر دوں۔ نہایت نیک صورت بی بی ہے اور جس محنت سے میری تیمارداری کرتی ہے اس سے زیادہ محنت سے تو میری والدہ ماجدہ اور میری بیگم صاحبہ بھی نہ کر سکتیں۔ یہ ساری منزل اسی کے سپرد ہے اور اگر وہ تمام سولہ کمروں کے مریضوں کی اس محنت سے تیمارداری کرتی ہے تو یقیناً دن رات میں ۲۴ گھنٹہ سے بھی زیادہ کام اسے کرنا پڑتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ جو دو ڈھائی گھنٹہ وہ مجھ پر صرف کرتی ہے وہ خاص مہربانی ہے۔ اس کی ایک اسسٹنٹ بھی ہے جو اس سے زیادہ نیک صورت اور نیک سیرت معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسرے دن سے وہ بھی میرے یہاں کام کیا کرتی ہیں مگر پھر بھی بلیڈی گارڈ کی آمد و رفت اور محنت جاری ہے' بالخصوص میری ٹانگ کو ڈھانچہ میں رکھنے' اس

www.taemeernews.com

میں روئی دبانے اور پاؤں کو اس میں باندھنے اور پھر اس پر ایک بٹا کھانچہ چڑھانے اس کو پلنگ سے باندھنے تاکہ وہ نیچانہ ہو جائے اور سرک نہ جائے اور اس پر کمبل اور چادریں چڑھانے اور بستر تکیے درست کرنے کا کام تو وہ خود اپنے ہی ہاتھ سے دو تین وقت کیا کرتی ہیں چونکہ یہ اپنے اسسٹنٹ سے زیادہ انگریزی جانتی ہیں اس لیے ان سے گفتگو بھی زیادہ رہتی ہے اور گو انگریزی بہت زیادہ انھیں بھی نہیں آتی' تاہم کوشش کر کرا کے انھیں انگریزی کے ذریعہ سے دن میں تین چار بار ہنسا دیا کرتا ہوں۔ اور اب اسی پر اس خط کو ختم کرتا ہوں تاکہ نہ آپ کو گمان ہو نہ بیگم صاحبہ اور بچیوں کو' جن کے لفافے میں اس خط کو بند کر کے بھیج رہا ہوں تاکہ وہ ایک مختصر سا خط ملنے سے نہ گھبرا جائیں کہ میں بستر مرض ہی پر نہیں بستر مرگ پر پڑا ہوا ہوں۔ اور یوں تو جو مرضی مولا کی۔ جس دن میرا پاؤں دیکھ کہ یکایک پروفیسر صاحب سخت متردد ہو گئے تھے تو بار بار اپنا یہ شعر یاد آتا تھا۔

تو جو آمادہ ہو اے دل تو ہے پھر دار بھی ہیچ
آزما دیکھ یہ سب کھیل ہے تیاری کا

یقیناً میں دنیا سے اس قدر بیزار نہیں ہوں کہ مرنے کی دعا مانگوں بلکہ اسے چھوڑتے وقت آجکل تو ضرور افسوس ہوگا۔ لیکن جہاں تک سوچا اور غور کیا داعی اجل کو لبیک کہتے وقت انشاء اللہ ہچکچاؤں گا بھی نہیں۔ مگر صحیح معنوں میں نہیں ہوتے "تیار" ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین آیہ کریمہ بار بار زبان پر آتی ہے اور سورہ بقرہ کا حسن خاتمہ۔ خداوند کریم انھیں پر خاتمہ بالخیر کرے۔ ارادہ تھا کہ سیلان سے گزر کر نینسی نہیں بلکہ ٹول کے بعد سے جوورڈون کی طرح ان فرانسیسی قلعہ جات کی زنجیر کی ایک کڑی ہے جو سوٹیزرلینڈ کے شمال سے بیلفورٹ سے شروع ہوتی ہے اور وردون تک چلی جاتی ہے اور جس کی باقی ایک کڑی ایلسپی نال ہے جو راستہ کا

www.taemeernews.com

علاقہ میتز تک گیا ہے۔ ۱۸۷۰ء میں کھو کر اب صلح و صفائی کی رو سے فرانس نے تقریباً نصف صدی بعد پھر حاصل کر لیا ہے۔ اس کا کچھ حال پھر اس علاقہ کا جو میتز کے بعد سے سار تک پڑتا ہے جو جرمنوں ہی کا مانا گیا ہے۔ مگر جس پر قبضہ فرانسیوں کا ہی ہے۔ پھر سار برو کین کے بعد سے فرینکفرٹ تک کا کچھ حال جس قدر ایک ریل میں بیٹھ کر سفر کرنے والے کو معلوم ہو سکتا ہے' لکھ کر بھیجوں مگر اس وقت تک پچیس صفحہ ہو چکے ہیں اور بھولیے نہیں کہ میں مریض ہوں اور پلنگ پر پڑا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس خط میں بھی طوالت اس لیے پسند کی ہے کہ آپ حضرات کو اور بیگم صاحبہ اور بچیوں کو پورا ثبوت مل جائے کہ میں ابھی بظاہر مر نہیں رہا ہوں۔ یہ سب کچھ تو ہوا مگر سوال پیسہ کا ہے۔ یہاں صرف کمرہ کھانے وغیرہ اور نرسنگ کے روزانہ ۲۵ مارک یعنی ۱۷ روپیہ دینا پڑیں گے۔ اور دوا دارو اور پروفیسر صاحب کی فیس علاوہ ہندوستان کے افلاس کے متعلق میں نے انگریزوں کی اس بار بار کی بکواس کے بارہ میں But living is Cheaper in India (وہاں کی زندگی تو سستی ہے) جل کر عرض کیا تھا کہ Yes and dying is only just a little cheaper بالکل صحیح فرمایا (اور مر جانا زندگی سے کچھ ہی زیادہ سستا ہے)۔ یہاں کے مصارف کے خوف سے کہنا پڑتا ہے Living is dear in Europe and on the whole dying is much cheeper

زندگی یورپ میں سخت گراں ہے اور سب چیزوں کا لحاظ کیا جائے تو مر جانا ہی سستا ہے۔ جس چیز کا موت سے بھی زیادہ خوف ہے اپنے اس محسن کو جس نے اس اصرار کے ساتھ مجھے یورپ بھیجا ہے۔ لکھنا ہے کہ ابھی کسی قدر اور روپیہ کی ضرورت ہوگی" اس لیے دست بدعا ہوں کہ خدا جلد شفائے کامل عطا فرمائے' اب بالکل رخصت ہوتا ہوں عبدالعلی صاحب شب سے میرے ہی کمرہ میں فرد کش ہیں۔ اور انہیں ان کا مدرسہ کھلنے تک یا اگر ۳۱ اگست سے پہلے یہاں سے نکل

www.taemeernews.com

بھاگ سکا تو اس وقت تک اپنے ہی ساتھ رکھونگا۔ ان کی وجہ سے بہت اطمینان ہے

بہن ہلڈی گارڈ بیگم صاحبہ اور بچیوں کو سلام شوں بھیجتی ہیں والسلام

آپ کا دور افتادہ مریض بھائی

محمد علی

www.taemeernews.com

(۲)

فرینکفرٹ بر دریائے مین، جرمنی ۲۹ر اگست

برادرم ظفر الملک صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

گذشتہ تحریر میں میں اپنی اندیشہ ناک علالت کا حال بالتفصیل دے چکا ہوں اب اگرچہ اس پیر کے باعث جس میں پیرس میں ۱۴ اگست سے دور ہونا شروع ہو گیا تھا اور جس کی انگلی کے آبلہ کو یہاں شگاف دیا گیا تھا کوئی اندیشہ باقی نہیں ہے اور انگور بنتا نظر آرہا ہے اور نئی کھال بھی انشاء اللہ دو چار دن میں نکل آئے گی، مگر پرسوں سے دوسرے پیر میں پنجہ کے قریب ایک ایک دو دو اور تین تین منٹ سے لے کر پانچ منٹ میں نہایت تیز درد کی چمک ہو رہی تھی اور رات کو تو اس قدر تکلیف تھی کہ نیند نہ آنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے کوئی دس بجے چھوٹے ڈاکٹر صاحب کو بلا کر خواب آور دوا کی دو گولیاں احتیاطاً لے لی تھیں۔ مگر الحمد اللہ نیند ان کے بغیر ہی آگئی اور درد بھی صبح کو باقی نہ تھا۔ ابھی کسی قدر درد شروع ہوا تھا مگر ملنے کی دوا جو مکمل تین بار ملی جا چکی ہے اب بھی ملوا کر پاؤں کو بندھوا دیا ہے اور درد بند ہو گیا۔ میرا ارادہ آج سوائے بیگم صاحبہ کے کسی کو کچھ نہ لکھنے کا تھا۔ چنانچہ ان کے خط میں لکھدیا تھا کہ وہی جعفری کو بھیجدیا جائے لیکن ابھی لندن سے ہندوستان کی ڈاک آئی ہے اور اس میں آپ کا مفصل و مشرح نوازش نامہ ملا۔ "ہمدرد" کے متعلق میں اس لیے مایوس ہو رہا ہوں کہ باوجود وقت پر نکلنے کے حجم کے بڑھ جانے کے اور اس تنوع کے جو فلسطین عراق اور مصر و قسطنطنیہ وغیرہ کے خطوط کے شائع ہونے سے پیدا ہو گیا ہے۔ اور نیز بعض مضامین خاص کی اشاعت سے ابتک "ہمدرد" کی اشاعت مطلق نہیں بڑھی۔ اس کا جاری رکھنا محض آپ کی محنت شاقہ اور آپ کی بینظیر کفایت شعاری کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ پبلک کا

www.taemeernews.com

مذاق یقیناً بگڑا ہوا ہے۔ اور مجھے اس طرح اس کی اصلاح کی مطلق امید نہیں۔ میں اب تو اور بھی سختی کے ساتھ اپنی پہلی رائے پر قائم ہوں واپسی پر دیکھیے کیا ہو۔ میں یقیناً اب اس قدر محنت شاقہ برداشت نہ کر سکوں گا۔ اور گو کرنل آسٹن نے فاقہ اور بنا پیتی پر گذر کرنے کا طریقہ خوب سکھادیا ہے۔ جس کے باعث میرے ذاتی مصارف اس قدر زیادہ نہیں ہوں گے۔ تاہم مجھے خوف ہے کہ میں جعفری کی تنخواہ پر کام نہ کر سکوں گا۔ لیکن یہ سب آئندہ کی باتیں ہیں۔ بھائی ظفر الملک صاحب! میں آپ کی ہمت اور آپ کے استقلال کا قائل ہوں کہ آپ نے اب تک "ہمدرد" کو جاری رکھا۔ یہ کسی دوسرے کے دل گردے کا کام نہ تھا خداوند کریم آپ کو اس کا اجر دے گا' مگر ملک وملت نے تو خاک اجر نہیں دیا۔ تعجب ہے کہ شیرانی صاحب نے بھی مضامین نہیں بھیجے۔ مجھ سے تو کم از کم ہر ہفتہ ایک طول طویل اور مفصل خط کا اس قدر سختی کے ساتھ مطالبہ تھا۔ افسوس ہے کہ جس ہفتہ لندن سے چلا تھا اس ہفتہ "ہمدرد" نہیں مل سکا تھا اور غلطی سے میاں یوسف نے اسے یہاں بھیجا بھی نہیں البتہ گذشتہ دو ہفتوں کی ڈاک کک کے ہاں سے آگئی ہے اور جس ہفتہ کی ڈاک میں آپ کا خط آیا ہے اس کے اخبارات انشاءاللہ کل آجائیں گے۔ ممکن ہے کہ یوسف صاحب بھی چھوٹی ہوئی ڈاک "ہمدرد" کل تک بھیج دیں گے۔ شروع سے آخر تک پڑھتا ہوں ایک دن یا ڈیڑھ دن ہمدرد پڑھنے کی نذر ہو جاتے ہیں اور ایک دن یا ڈیڑھ اس کو خط لکھنے میں۔ اس لیے یہ نہ سمجھیے کہ یہاں "ہمدرد" سے میرا تعلق کسی طرح کم ہو گیا ہے۔ سب کو سلام شوق

آپ کا دور افتادہ مریض بھائی

محمد علی

www.taemeernews.com

(۳)

ابھی صبح کے ساڑھے پانچ بجے ہیں۔ حنیف صاحب کے لڑکے عبدالعلی صاحب نے ابھی وضو کرایا تھا وضو کر کے نماز فجر ادا کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اتنی اصلاح فرمادی۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ پاؤں کی انگلی کا انگور بن گیا ہے ذرا کھال ابھی کچی ہے یا پوری طرح نہیں بنی ہے۔ مگر انشاء اللہ جمعہ تک بالکل اچھی ہو جائے گی اور خدا نے چاہا تو اس دن میں رخصت بھی ہو سکوں گا۔ ابھی مختلف غذائیں کھلا کھلا کر اور مختلف اوقات میں قارورہ لے کر ڈاکٹر میری حالت کا اندازہ کر رہا ہے میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ منگل کے دن یعنی ۲۱ اگست کو میرے پاؤں کا X.Rays کے ذریعہ سے فوٹو لیا گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ پاؤں کی انگلی کی ہڈی تک بال بال بچ گئی اور اس پر گینگرین کا اثر ہونے نہیں پایا۔ اب میں گذشتہ اتوار سے چند گھنٹے روز آرام کرسی پر بیٹھ لیتا ہوں۔ زخمی پاؤں سامنے ایک کرسی پر تکیہ رکھ کر پھیلا دیا جاتا ہے۔ کھانے کو اب صبح کو دو انڈے ایک بھوسی کی روٹی کا کچا توس کچھ مکھن کچھ ذیابیطسی جو مزے میں بالکل معمولی جیم کی طرح ہوتا ہے اور چائے کی تین پیالیاں ملتی ہیں۔ یہ صبح کے ساڑھے آٹھ بجے تک مل جاتا ہے۔ اس کے بعد دس بجے جرمن لوگ دوسرا کھانا کھایا کرتے ہیں۔ اس میں دو آڑو یا دو ہاشپاتیاں ملا کرتی ہیں۔ ڈیڑھ بجے کے قریب لنچ ہوتا ہے جو دراصل ڈنر ہے۔ آج کل اس میں سوپ ملتا ہے۔ مرغی گوشت ترکاری اور سلاد ملتا ہے اور پھل گذشتہ اتوار کو Ice Cream بھی ملی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیک بھی۔ مگر یہ سب چیزیں ذیابیطسی شکر یعنی سیکرین سے تیار کی جاتی ہیں اور یہاں کی رقیق سیکرین سے بہتر میں نے آج تک کوئی سیکرین نہیں دیکھی۔ چار بجے چائے ملتی ہے اور اس کے ساتھ ہی بھوسی کی روٹی کا ایک کچا توس' اور ایک ڈبل روٹی جو پاپڑ سے بھی ہلکی اور

www.taemeernews.com

"ہوادار" ہوتی ہے۔ اور کچھ مکھن اور کچھ پھل پھر آٹھ بجے رات کو ڈنر Dinner یا سپر Supper ملتا ہے۔ پہلے تو صرف سلاد یا ترکاری اور پھل ہوا کرتے تھے یا پنیر اور ذیابیطسی ڈبل روٹی۔ مگر اب دو تین دن سے رات کو بھی گوشت یا مچھلی یا ترکاری ملتی ہے اور پھل پیٹ بھر سے زیادہ مل جاتا ہے۔ میں نے تو ڈاکٹر صاحب سے کہا تھا کہ اگر اجازت ہو تو تھوڑا سا چھوڑ دیا کروں۔ مگر حکم ملا کہ ابھی طاقت بڑھانا چاہیئے کھائے جاؤ۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ اب تک شکر کا نام نہیں ہے نہ معلوم یہ پیر میں درد کیسے پیدا ہوا اور آبلہ کیوں پڑا۔ ورنہ میں تو اب تک اسی کا قائل ہوں کہ پھل سلاد کھانے اور فاقہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابتک اس قدر کھانے پر بھی جب کہ ورزش کیا حرکت تک بند ہے۔ شکر مطلق نمودار نہیں ہوئی۔ گذشتہ پیر کے دن یعنی ۷ ۱۲ اگست کو گردوں کا امتحان اس طرح کیا گیا کہ ۷ بجے علی الصبح بغیر دودھ اور بغیر سیکرین کے ہلکی چائے کی چھ پیالیاں پلا دی گئیں اور قارورہ لیا گیا اور پھر آٹھ بجے قارورہ لیا اور بھوسی کی روٹی کے دو ٹکڑے توس اور ذرا سا مکھن کھانے کو ملا۔ پھر نو بجے قارورہ لیا گیا اور پھر دس بجے پھر ایک گلاس دودھ پینے کو ملا پھر گیارہ بجے قارورہ لیا گیا پھر ۱۲ بجے پھر ایک بجے پھر کچھ گوشت اور ترکاری کھانے کو ملی پھر تین بجے قارورہ لیا گیا پھر پانچ بجے پھر سات بجے پھر تھوڑی سی روٹی اور مکھن ملا اور صبح کے ۷ بجے تک قارورہ لیا گیا اور اس کے بعد جا کر کہیں پانی پینے کو ملا۔ پرسوں سے ایک اور آفت کا سامنا کرنا پڑا تھا یعنی بائیں پاؤں میں ایک سخت تیز درد کی سی چمک ہو جاتی تھی۔ کل تین بار ایک دوا پلائی گئی مگر رات کو اس قدر تکلیف ہوئی تھی کہ اندیشہ تھا نیند ہی نہ آئے۔ اس لیے چھوٹے ڈاکٹر نے دو گولیاں خواب آور احتیاطاً دے دی تھیں کہ اگر نیند نہ آئے تو کھا لینا الحمد اللہ کہ نیند خوب آگئی اور گولیوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ صبح کو اٹھا ہوں تو درد کا پتہ نہیں۔ مجھے اندیشہ تو ہونے لگا تھا کہ کہیں اس پیر میں بھی آبلہ نہ پڑ جائے اور شگاف نہ دلوانا پڑے۔ مگر

www.taemeernews.com

اب جا کر خداوند کریم نے اطمینان نصیب کیا ہے۔ڈاکٹر برابر یہی کہتا تھا کہ یہ کوئی اندیشہ ناک بات نہیں ہے مگر دودھ کا جلا ہوا چھاچھ کو بھی پھونک کر پیتا ہے۔اچھا اب رخصت ہوتا ہوں گذشتہ ہفتہ کی ڈاک بدھ کے دن ۲۲ اگست کو گئی تھی۔اسی کے بعد سے غذا میں تبدریج ترقی شروع کی گئی تھی اس دن سے تھوڑا تھوڑا سا نمک ملنا شروع ہوا ہے اور مچھلی مرغی اور دوسری قسم کا گوشت رفتہ رفتہ دیا جانا شروع ہوا ہے۔اب تک یہاں کوئی پچیس پونڈ صرف ہو چکے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی فیس قارورہ اور خون کے امتحان اور X. Rays کے فوٹو کے مصارف کا بل ابھی تک آیا بھی نہیں ہے۔اس ہفتہ غالباً پندرہ پونڈ صرف ہوں گے۔[1]

---

[1] بیگم صاحب کے نام خط۔

www.taemeernews.com

(۱۷)

غسل میت سے غسل صحت

فان نارڈین کا مطب۔ فرنیفکرٹ (جرمنی)

یکم ستمبر ۱۹۲۸ء

پیارے عرفان' خداوند کریم تم پر اپنے افضال نازل فرماتا رہے اور تمہیں ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ تم سے بیحد شرمندہ ہوں کہ غالباً ۱۲ جولائی کے بعد سے تمہیں ایک خط بھی نہیں لکھا۔ اور ۱۶ جون کو یورپ پہنچ کر کوئی خط لکھا تو وہی ۱۲ جولائی والا ایک خط۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ علاوہ اس مختصر سے خط کے جو میں ہر ہفتہ بیگم صاحبہ کو لکھا کرتا ہوں' میں ہفتہ میں ایک ہی مفصل و مشرح خط لکھ سکتا ہوں اور چونکہ "ہمدرد" میں وہ شائع ہو جایا کرتا ہے اس لیے وہ خط تمام اعزہ و اقارب اور تمام دوست احباب کے نام ہی کا ہوتا ہے۔ اور جو خط ۱۲ جولائی کو میں نے تمہیں لکھا تھا مجبوراً اس کو بھی "ہمدرد" والوں ہی کے پتہ سے بھیج دیا کیونکہ اس ہفتہ کوئی اور مفصل خط نہ لکھ سکا۔ اس وقت شام کے چھ بجے ہیں اور میں اس پرائیوٹ مطلب میں جو ذیابیطس کے علاج کے ماہر گیائم راسیٹ (علامہ فن طب) فان نارڈین کا ہے مگر جس کے رہنے کھانے اور تیمارداری اور دوا وغیرہ کے انتظامات ایک کمپنی کے سپرد کئے گئے ہیں۔ صرف علاج کی فیس وہ خود لے کر اپنے رفقاء کار اور اسسٹنٹوں کے درمیان تقسیم کر لیا کرتے ہیں۔ نمبر ۲۲ کے کمرہ میں بستر پر بیٹھا ہوا یہ خط تمہیں لکھ رہا ہوں۔ آج پہلا دن ہے کہ غسل کی اجازت ملی ہے اور گوہر روز ایک کپڑے کو تر کر کے اور اس پر صابون لگا کر سارے بدن کو سوائے زخم خوردہ سیدھی ٹانگ کے ایک قسم کا "غسل" یہاں کا غسال

www.taemeernews.com

دے دیا کرتا تھا۔ پھر اس کپڑے کو دھو کر بدن سے صابون چھٹا دیا کرتا تھا' اور اس کے بعد اسی کپڑے کو گیلا کر کے اس پر الکحل ڈال کر جسم کو اور بھی صاف کر دیا کرتا تھا اور جانگوں میں اور پیٹھ پر پوڈر مل دیا کرتا تھا تاکہ پسینہ کے باعث بدبو پیدا نہ ہو جائے یا بستر پر پڑے پڑے کمر لگ کر زخم نہ پیدا ہو جائے۔ تاہم کہہ نہیں سکتا کہ معمولی غسل کے بغیر طبیعت کس قدر بے قرار تھی۔ الحمد اللہ کہ آج پانچ بجے ایک بڑے ٹب میں لیٹ کر گرم پانی اور صابون سے خوب دیر تک میل چھٹاتا رہا۔ پھر اور لوٹے بھر بھر کر نیم گرم اور سرد پانی ڈالا اور "پاک" ہوا مگر ابھی تک چونکہ سیدھے پاؤں کی بیچ کی انگلی میں آبلہ پڑ گیا تھا کھال پوری طرح نہیں بن پائی ہے اس لیے وہ پاؤں پانی سے باہر ہی رکھا گیا۔ سارے جسم کی طہارت اور صفائی کے بعد پر مگنیٹ آف پوٹاش ڈال کر ایک فٹ باتھ Footbath یعنی دو بالشت کے ٹب میں اسی قدر گرم پانی میں جس قدر گرم جسم تھا زخمی پاؤں کو بھی غسل دیا گیا۔ اس پاؤں کا غسل دو دن سے جاری ہے۔ مقصد بلا تکلیف کے پرانی زخمی کھال کو دور کرنا تھا تاکہ نئی کھال نکل آئے اور میل کچیل کے باعث زخم بگڑنے نہ پائے۔

۱۳ اگست کو لندن سے غسل کر کے چلا تھا ۱۸ دن کے بعد آج غسل نصیب ہوا ہے۔ ۲۷ کی دوپہر سے صاحب فراش ہوں اور گو ۲۶ اگست سے چند گھنٹہ آرام کرسی پر بیٹھنے کی اجازت مل گئی' البتہ زخمی پیر کے سامنے ایک کرسی رکھ کر اور اس پر نرم تکیہ رکھ کر تکیہ پر پھیلا دیا جاتا تھا۔ تاہم چونکہ انگلی کے نیچے حصہ میں نئی کھال بننا شروع ہو گئی تھی مگر اوپر کے حصہ کی موٹی کھال مشتبہ تھی اور ڈاکٹر کا گمان تھا کہ اس کے نیچے کچھ مواد باقی ہے۔ اس لیے نیچے کے حصہ کو ... پر اسٹکنگ Stick... زور سے باندھ کر تاکہ پانی اس تک نہ پہنچنے پائے۔ اوپر کے حصہ پر گرم پانی میں کپڑا تر کر کے بطور ہاٹ کمپریس Hot Compress کے

www.taemeernews.com

باندھ دیا گیا تھا۔ اس لیے زیادہ زور سے نیچے کے حصہ کے بندھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ساری ٹانگ بھاری پڑ گئی اور مجبور ہو کر اوپر کے حصہ کا کمپرس کھول دیا گیا اور نیچے کے حصہ کا بندھن بھی دور کر دیا گیا۔ اور ویسلین لگا کر ہلکی سی پٹی باندھ دی گئی اور دوسرے دن سے فٹ باتھ شروع کر دئے گئے۔ اس ٹانگ کے بھاری پڑنے سے پھر خائف ہو کر میں نے کرسی کو دور ہی سے سلام کیا اور پھر بستر پر دراز ہو گیا دو دن اسی بیم ورجا میں گذارے۔ مگر آج الحمد اللہ اس قابل ہو گیا کہ کرسی پر بھی بیٹھ سکوں اور غسل بھی کر سکوں اگرچہ ایک ذیابیطسی کے لیے ایک چیونٹی کے کاٹنے اور کھال میں سر سوزن سے باریک تر چھید ہو جانے سے ملک الموت کے لیے پھاٹک کھل جاتا ہے اور جب تک پٹی بالکل نہ کھل جائے نہیں کہہ سکتا کہ پاؤں کی ایک انگلی کو بھی صحت نصیب ہو گی چہ جائے کہ مرض ذیابیطس سے نجات مل گئی اور اعصابی سوزش بھی جو اب تک بدستور جاری ہے بند ہو گئی۔ تاہم اس غسل کو غسل صحت کہوں تو شاید قبل از وقت خوشی اور اطمینان کا اظہار نہ سمجھا جائے۔ پیارے عرفان! عظمت علی بھیا (بیگم صاحبہ اور معظم صاحب کے والد مرحوم) کے ٹھیک اسی عمر میں اور ٹھیک اسی جگہ ایک پھنسی نکلی تھی مگر شگاف لگائے جانے کے بعد ذیابیطسی خون میں اندمال کی قوت نہ پائی گئی۔ اور یہ گوشت بنتا تھا اور کاٹا جاتا تھا مگر نہ بھرنے پاتا تھا (چہ جائیکہ نئی کھال بھی بن جائے) اور پھر گردن میں ایک اور پھنسی نکلی جس کو وائسرائے لارڈ ہارڈنگ کے خاص سرجن سر جیمس نے شگاف دیا اور تہجد کے وقت عین اسی دن جس دن کہ میرے والد مرحوم نے انتقال فرمایا تھا (یعنی ۱۷ رمضان المبارک روز بدر اور یوم الفرقان) رخصت ہو گئے۔ اس ذیابیطس کی بدولت میں بار بار اس بستر مرض پر پڑ چکا ہوں جو بہت آسانی سے بستر مرگ ہو سکتا ہے۔ اس لیے جس طرح مکہ معظمہ میں موتمر عالم اسلام کے دوسرے ہی اجلاس کی صبح کو میں نے سمجھ لیا تھا

www.taemeernews.com

کہ اب چلنے کی تیاری ہے اسی طرح اس بار بھی اپنا یہ شعر پڑھ کر دنیا کو چھوڑنے پر راضی ہو چلا تھا کہ

تو جو آمادہ ہو اے دل تو ہے پھر دار بھی بیچ
آزما دیکھ یہ سب کھیل ہے تیاری کا

البتہ فرق اتنا تھا کہ کہاں اللہ کے گھر کی موت اور کہاں اس کفرستان کی؟ خیر غالب کا شعر یاد آگیا تھا کہ

مارا دیار غیر میں ہم کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے میری بیکسی کی شرم

ارادہ تھا کہ اپنے ہم وطن اور علی گڑھ کے کلاس فیلو حنیف خان کے صاحبزادے عبدالعلی اور ظفر عمر کے صاحبزادے شوکت عمر اپنے شاگرد مرتد اشرف اور اپنے زمانہ کے علی گڑھ کے اولڈ بوائے محمد امین فقیہ (سابق جج جوناگڑھ) کے صاحبزادے اور عبدالرحمٰن صدیقی کے بھانجے خالد کو غسل میت اور نماز جنازہ سکھادوں۔ تاکہ ضرورت پڑے تو یہ فرض کفایہ ادا ہو سکے۔ جب حالت یہ ہو (حالانکہ لکھنے کو پاؤں کی ایک انگلی میں آبلہ پڑا تھا جسے آدھے سکنڈ میں ایک خفیف سا شگاف دے دیا گیا) تو پھر کیوں کہ کہوں کہ اس بیم کے بعد

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

کیوں نہ سمجھوں کہ آج میں نے غسل صحت کیا؟ ۶ بجے وہاں سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ میں لایا گیا اور اسی وقت دوگانہ شکر ادا کیا۔ پھر نماز عصر پڑھی اور تم پہلے شخص ہو جسے یہ خوشخبری پہنچاتا ہوں ابھی بیگم صاحبہ تک کو ایک حرف نہیں لکھا ہے (اور حقیقتاً ان کو ان کے گذشتہ مسلسل چار پانچ خطوط کے انداز تحریر کی ایک حد تک سزا دینا بھی مقصود ہے) یہاں تک اس دن خط لکھ کر لیٹ

www.taemeernews.com

رہا تھا' اب اسے ۵ ستمبر کو ختم کرتا ہوں اس لیے کہ ڈاک آدھ گھنٹہ میں چلی جائے گی۔

پیارے عرفان۔

میں نے غالب کا دیوان خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ تو سینکڑوں بار پڑھ ڈالا ہو گا اور ہزاروں لاکھوں بار اس کے مختلف اشعار پڑھے ہیں اور لوگوں کو سنائے ہیں اور خود اپنا دل بہلانے کو اس پھٹی ہوئی آواز میں گنگنائے بھی ہیں۔ مگر ایک شعر کا مطلب جسے ہزاروں بار پڑھا سنایا اور گنگنایا ہے آج جا کر سمجھ میں آیا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ آج تک نہ سمجھا تھا کہ غالب نے یہ شعر خاص اپنے اس عاشق زار ہی کے لیے لکھا تھا وہ شعر یہ ہے

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبرد عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

میرے پاؤں کا جو کچھ حال اب تک تم نے پڑھا ہے اور ملفوفہ تصاویر سے جواب نظر بھی آجائے گا اس کے بعد یہ سمجھنا تو ذرا بھی مشکل نہ ہو گا کہ مجھ سے بھاگا کیوں نہیں جاتا۔ مگر جب یہ سنو گے کہ اس پرائیویٹ شفاخانہ میں صرف کمرے کھانے اور نرسنگ (تیمارداری) کے روزانہ ایک پونڈ ۵ شلنگ (یعنی سترہ روپیہ) دینا پڑتے ہیں اور ادویہ اور خون وغیرہ کے امتحان کے اور عکس ریز سے پاؤں کی ہڈیوں کے فوٹوگراف کے اور ریڈیم سے غسل کے (جو پرسوں پہلی بار ملا تھا اور آج شام کو پھر ملے گا اور اعصابی سوزش پہلی بار تو یقیناً کم کر چکا ہے اور جس سے بڑی توقعات ہیں) اور ڈاکٹر صاحب کے علاج و مشورہ کے (جس کے متعلق ابھی اندازہ تک نہیں کیا جا سکتا اور جس کی بل ابھی تک نہیں آئی ہے اور جس کے باعث پلنگ پر پڑے پڑے لرزا کرتا ہوں) اخراجات ان سب کے علاوہ اور پھر اپنے تیماردار عزیزی عبدالعلی صاحب کے کھانے پینے کے اور اپنے کپڑوں کی

www.taemeernews.com

دھلائی اور حجامت وغیرہ کے اخراجات اور چلتے وقت کے انعامات تو تمہاری سمجھ میں بھی آجائے گا کہ مجھ سے یہاں "ٹھہرا" بھی کیوں نہیں جاتا۔ ابھی تین ہفتہ ہوئے بھی نہیں ہیں اور بل صرف دو ہفتے کے ادا کئے ہیں اور وہ بھی سب نہیں مگر اس وقت تک پچاس پونڈ صرف ہوئے ہیں اور یہ ان بیس پونڈ کے علاوہ ہے جو چلتے وقت کک سے نکلوا کر لے آیا تھا۔ اب صرف اتنا باقی ہے کہ یہاں کا ایک ہفتہ کا کرایہ وغیرہ ادا کر کے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر لندن پہنچ جاؤں نہ ڈاکٹر کی فیس کے لیے کچھ باقی ہے نہ اور مصارف کے لیے اور ابھی بظاہر ایک ماہ دس دن یورپ میں گذارنا ہے اور دو ڈھائی ہفتہ جہاز پر یہ سب سن چکے اور پھر سنو کہ غالب نے لسان الغیب بن کر میرے لیے یہ شعر لکھا تھا۔

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبرد عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

اب میری صحت یابی کی داستان کا بقیہ حصہ بھی سن لو۔ غسل صحت کے دوسرے دن چھ گھنٹہ کے لیے نیچے کی منزل پر انویلڈس چیر Invalids Chair (مریضوں کی کرسی) کے ذریعہ میوزک سیلون (غناخانہ) میں گیا اور ایک نیم روسی نیم ترک یہودن صاحبہ کا جن سے یہاں ملاقات ہو گئی ہے کسی قدر گانا اور زیادہ تر پیانو بجانا جس کا انہوں نے ڈپلومہ حاصل کیا ہے سنا۔ تیسرے دن دوپہر کو گھنٹہ بھر کے لیے پہلی بار اس شفاخانہ سے ٹیکسی پر جا کر شہر کی سیر کی اور شام کو ایم کا غسل لیا، جس سے ۲۴ گھنٹہ تک پیروں میں اعصابی سوزش بند رہی۔ کل یہاں سے کوئی دس پندرہ میل کے فاصلہ پر ٹیکسی میں بادہمبرگ جا کر دیکھا، جہاں مشہور طبی پینے اور نہانے کے چشمے ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہاں قیصر جرمنی کے صاحبزادہ شہزادہ آئیلبرٹ اور ان کی شہزادی اور بچوں سے ملاقات ہو گئی اور دیر

www.taemeernews.com

تک گفتگو ہوتی رہی۔ مگر اب وقت بالکل نہیں ہے اس لیے خط بند کرتا ہوں۔
اگلے خط کا انتظار کیجیے۔ سب کو سلام

تمہارا چاہنے والا
محمد علی

www.taemeernews.com

(۱۸)

مراجعت وطن

پیارے زاہد' السلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط اسی ڈاک میں ملا۔ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی' ارادہ تھا کہ اس ہفتہ کا مفصل خط تمہارے نام لکھوں اور تم سے درخواست کروں کہ تم اسے "ہمدرد" کو بھی ارسال کردو تاکہ سب اعزہ واحباب کے لیے وہی کافی ہو۔ مگر اس ہفتہ کسی کو بھی مفصل خط لکھنے کی فرصت نہیں ملی اور آج جمعرات کو شب کے ساڑھے سات بجے جب کہ معمولی ڈاک بڑے ڈاک خانہ میں ۲ پنس کا زیادہ ٹکٹ لگانے پر آدھ گھنٹہ بعد نہ جا سکے گی یہ مختصر سا خط گھر سے لکھ رہا ہوں اور ہوائی جہاز سے روانہ کرادوں گا اور پھر کھانا کھا کر سامان باندھوں گا تاکہ کل رات کو ورنہ پرسوں صبح اس ملک کو آخری سلام کہہ کر رخصت ہوں۔ اس ہفتہ فرصت نہ ملنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اول تو جمعہ کو مسز نیڈو اس ملک میں وارد ہوئیں اور ہفتہ کو ان سے ملا اور ان کے اعزاز میں کانگرس کمیٹی نے جو دعوت دی اس میں شریک ہوا اور زبردستی بولنا پڑا۔ حالانکہ اس دن میرے فاقہ کو پورے بارہ روز ہو چکے تھے یہ میرے ڈاکٹر کی آخری کوشش تھی' میری طبیعت یوں تو اچھی رہی اور ہر شخص کو مجھے چلتا پھرتا دیکھ کر مسرت ہوتی تھی لیکن اعصابی حالت اب تک پوری طرح درست نہیں ہوئی یعنی پاؤں کے تلوؤں میں احساس کی کمی بدستور ہے۔ گو سوزش اب اس طرح نہیں ہوتی جس طرح دہلی میں ہوتی تھی اور مزے کی نیند سوتا ہوں۔ دوسرے مظفر کے لیے کپڑے جلد جلد تیار کرائے اس میں مصروف رہا' انشاء اللہ ہفتہ کو ہم لوگ پیرس جائیں گے۔ دو دن وہاں رہ کر روف بے اور

www.taemeernews.com

مہاراجہ سے مل کر برلن جائیں گے۔ فرینکفرٹ، فرائی برگ ہوتے ہوئے ویانا جائیں گے تاکہ مظفر کے داخلہ کا انتظام ہو جائے اگر روم جانا ہوا تو وہاں سے میں روم جا کر برنڈیزی سے قسطنطنیہ کو چل دوں گا اور شام فلسطین مصر اور پھر عراق کے راستہ سے کراچی آؤں گا یا عراق کو چھوڑ کر مصر ہی سے بمبئی آؤں گا۔ اگر روم جانے کا حکم نہ ملا تو ویانا ہی سے سیدھا براہ خشکی قسطنطنیہ چلا جاؤں گا۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں طارق کو دیکھنے کو بے قرار ہوں۔ اس کے لیے ایک ہوائی بندوق لانے کا خیال ہے۔

تمہارا چاہنے والا
محمد علی

www.taemeernews.com

سفر آخری

نومبر ۱۹۳۰ء

گول میز کانفرنس کی شرکت

"شدرحال [1]" اب تو میرے مذہب میں گول میز کانفرنس ہی کی شرکت کے لیے جائز رہ گیا ہے"

محمد علی

۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء

---

[1] ایک مشہور حدیث ہے کہ زیارت کے لیے شدرحال (اونٹ پر کجاوہ باندھنا یعنی سفر کرنا) خانہ کعبہ مسجد نبوی اور بیت المقدس کے سوا کہیں اور کے لیے جائز نہیں۔ یہاں شدرحال کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے۔

www.taemeernews.com

عزم سفر

پاؤں میں پہلے ہی حس نہ تھا' اب حالت کچھ بدتر ہی ہے اور سردیوں میں ہر وقت گنگرین اور .... یا ان کی قطع و برید اور اسی طرح موت کا اندیشہ رہے گا۔ جس سے ڈاکٹر انصاری کے مرحوم و مغفور منجھلے بھائی صاحب کو دوچار ہونا پڑا۔

"اب تک صاحب فراش ہوں۔ کانفرنس کے روزانہ اجلاس میں نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں بلکہ سب سے زیادہ خود مسلمان بھائیوں سے ایک ایک نقطہ پر جنگ کرنی پڑے گی۔ ان تین محاذوں پر جنگ کرنے میں ہر وقت دل کی حرکت یکایک بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ سب سے زائد یہ کہ اب لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ کامل نابینائی کا ماہر علاج چشم نے پورا یقین دے دیا ہے کہ اگر میں سب کام چھوڑ کر نیپال جیسے ملک کو نہ چلا جاؤں' جہاں دنیا کی کوئی خبر نہ ملے لیکن اس پر بھی میں سمجھتا ہوں کہ میرا مذہبی فرض ہے کہ اس کانفرنس میں شریک ہوں اور وہاں سلطان جابر اور رعایائے جابر دونوں کے سامنے کلمہ حق کہہ کر سب سے افضل جہاد کروں تا آنکہ اس کام میں مر جاؤں۔

"اس لیے قرض دام لے کر بھیک مانگ کر۔ اور جس طرح بھی ہو سکے گا تین چار ہزار روپیہ فراہم کر کے اپنی اہلیہ کو بھی ساتھ لے

www.taemeernews.com

چلوں۔ اس لیے کہ وہ زندگی کی ساری منازل و مراحل میں میری
رفیق سفر رہی جب منزل مقصود کے لیے احرام سفر باندھوں تو چاہتا
ہوں کہ وہ موجود ہو۔ ورنہ لندن کا بدترین موسم ہے اور ہر متمول
انگریز اور مہم انگلستان چھوڑ کر دوسرے ملکوں کو بھاگ جاتے ہیں"

۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء

www.taemeernews.com

(۱)

پیرس میں شدید علالت

پیرس (اسپلنڈر ہوٹل)

۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء

پیاری زہرہ!

خداوند کریم تجھے اور طارق کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آج ہندوستان سے چلنے کے ایک ماہ اور دو دن بعد میں پہلی بار تجھے یہ خط اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیج رہا ہوں تاکہ تو اور سب عزیز و اقارب اور دوست احباب مطمئن ہو جائیں کہ خداوند کریم کے فضل سے میں نے دوبارہ زندگی پائی۔ حقیقتاً جو دھچکا مجھے اس بار لگا وہ سب سے زیادہ سخت تھا باوجودیکہ یہ جگہ شملہ کی طرح سطح سمندر سے اونچی نہ تھی۔ تاہم خون کا دباؤ بالکل شملہ کی طرح ۱۹۰ سے اوپر ہو گیا تھا اور لیٹنا سانس کے باعث ناممکن ہو گیا تھا۔ بھوپال میں بھی ابتدائے ستمبر میں بمبئی سے واپسی پر خون کا دباؤ یکایک اس طرح بڑھ گیا تھا مگر سانس کی یہ حالت نہیں ہوئی تھی۔ اس بار سب سے زیادہ تکلیف دہ بخار، جگر کا بڑھ جانا اور اس میں درد پیدا ہو جانا، بھوک کا بالکل غائب ہو جانا، متلی کا بار بار ہونا اور صفرے کی عجیب و غریب زیادتی۔ جس کے باعث پانچ دن تک غذا بالکل ہضم نہ ہو سکی اور اس طرح ایک طرف تو ضعف اور دوسری طرف صفرے سے کشتی لڑنا یہ سب کچھ ہوا۔ شملہ میں مرض کا پہلا سخت حملہ تھا اور بدن میں مقابلہ کی قوت تھی۔ بھوپال میں بمبئی سے واپسی پر حملہ اس قدر سخت تھا مگر اب بدن میں جان نہ تھی۔ یہاں تو کچھ نہ پوچھو کہ کیا گذری خدا تیری بی کا بھلا کرے رات دن میرے رفیق سفر تھی اور

www.taemeernews.com

مجھے اطمینان قلب حاصل تھا۔ خدا بھلا کرے میرے مصری اور ترک دوست ڈاکٹر بہجت وہبی کا جنہوں نے بہتر سے بہتر ماہرین علاج قلب و معدہ سے میرا علاج کرایا اور صبح و شام خود بھی اس میں مصروف رہے۔ جو امداد ان سے ملی، ساری عمر میں کسی سے نہیں ملی۔ ان کے لیے دعا نکلتی ہے۔ ان سے زیادہ اچھا اور سچا مسلمان میں نے آج تک نہیں دیکھا اور ان کا عشق میرے دل میں پہلی بار سدہ پورہ میں جاگزیں ہوا تھا۔ جسے اب کوئی پچیس برس ہوئے ہوں گے جب میں نے مدراس کے ایک اسلامی اخبار میں اس مضمون کی نقل پڑھی جو انہوں نے انگلستان کے مشہور رسالہ انیسویں صدی اور مابعد Nineteenth Centaury and After میں Pan Islamism یعنی اخوت اسلامی پر لکھا تھا۔ اقبال سے بھی پہلے میں نے اپنے اسلامی خیالات کا نقشہ ان کے اس مضمون میں دیکھا تھا۔ اس سچے مسلمان پر جو ڈاکٹر انصاری کی طرح ایم ڈی کی ڈگری انگلستان سے لے چکا ہے۔ اور جو مصری حکومت میں جنگ سے پہلے Anatomy یعنی علم التشریح کا پروفیسر تھا۔ اس کے اسلام اور اس کی علمی اور عملی قابلیت کے باعث جو کچھ گذرا ہے وہ ایک بڑی داستان ہے اور جس طرح وہ آج پیرس میں ایک جلاوطن کی زندگی گذار رہا ہے اور دال روٹی کھا رہا ہے وہ بھی ایک داستان سے کم نہیں۔ انشاء اللہ کبھی یہ داستان دہرائی جائیگی آج وقت نہیں جب میں ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت کو لے کر آیا تھا تو میرے دوست اسعد فوادے اور میری مصری دوست زیبا خانم اسعد کی بیگم صاحبہ کے ساتھ یہ سوئٹزرلینڈ میں رہتے تھے۔ پہلی بار ان تینوں دوستوں سے وہیں ملاقات ہوئی تھی۔ جب ۱۹۲۸ء میں مہاراجہ صاحب الور کی فیاضی اور قدر افزائی کے باعث میں یورپ کو پھر علاج کے لیے آیا تو ڈاکٹر وہبی نے مجھے یہاں کے ایک ماہر معالج ذیابیطس کو بھی دکھایا تھا۔ جب جرمنی جاتے وقت پیرس ہی میں بیمار ہو گیا تھا تو انھیں نے دیکھا بھالا تھا اور فرینکفرٹ روانہ کر لیا تھا۔ واپسی میں مظفر اور

www.taemeernews.com

میں اسی ہوٹل میں جہاں یہ رہا کرتے ہیں اسی کمرہ میں ٹھہرا تھا جہاں اب بیماری کے باعث بی اور میں پھر رہتے ہیں۔

جہاز پر تو میں آنکھوں سے اندھا تھا اور قلب کی حالت بھی خراب تھی۔ البتہ عدن پہنچنے تک طبیعت درست ہو گئی تھی۔ وہاں جہاز سے اترنا چڑھنا اور اپنی مریدنی خیر النساء اور حسین بھائی کے لائے ہوئے کھانے میں سے ذرا سا چکھ لینا بھی مضر ثابت ہوا۔ اور دو دن بعد اس کا اثر محسوس ہوا مگر دو چار روز بعد طبیعت پھر سدھر گئی۔ میں شوکت صاحب زاہد اور بی کے ساتھ قاہرہ تو اس بار نہ جا سکا مگر پورٹ سعید میں بیت المقدس سے آکر حضرت مفتی اعظم امین الحسینی صاحب مجھ سے جہاز پر مل گئے اور ان کے سیکرٹری اور ہمارے موتمر عالم اسلام منعقدہ مکہ معظمہ کے ترجمان عجاج صاحب قاہرہ جا کر شوکت صاحب سے مل آئے اور انھیں کے ساتھ واپس آکر مجھ سے بھی مل لیے۔ قاہرہ جانے کی مجھ میں طاقت نہ تھی البتہ تین دن بعد مالٹا پر اتر کر میں نے اس جگہ کو دیکھا جہاں ہمارے سردار حضرت شیخ الہند محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمارے رفیق مولانا حسین احمد صاحب اور عزیر گل صاحب وغیرہ مریدوں اور شاگردوں کے ساتھ قید کر دیے گئے تھے۔ اس میں تکان ضرور محسوس ہوئی گو میں موٹر سے بالکل نہ اترا تھا اور صرف ایک گھنٹہ اس میں گھوما تھا۔ مارسیلز میں اکرم رومی نے اور ان کے ساتھ ہی حضرت محمد رشاد خلیفۃ المسلمین مرحوم کے صاحبزادے جو اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ نیس میں رہتے ہیں۔ ملے' یہ شعیب صاحب سے ملنے آئے تھے۔ ہم اسی دن پیرس کو چلے گئے اور گو راستہ لمبا تھا اور راستہ بھر اپنی ٹوٹی پھوٹی کیا' دس بارہ لفظ کی فرانسیسی زبان میں اپنے کمرے کے مسافروں کو سمجھانا پڑا کہ پہلے ہم گاندھی جی کے ساتھ مل کر کس طرح کام کرتے تھے اور اب کیوں مسلمانوں کی حق تلفی سے پریشان ہو کر ان کے حقوق کی حفاظت کے لیے اس تحریک سے علیحدہ ہیں۔

www.taemeernews.com

مگر ہندوستان کی آزادی کے لیے آواز بلند کرنے لندن جا رہے ہیں جس کے باعث مجھے آرام کم ملا تاہم شام کو پونے گیارہ بجے ہم بخیریت پیرس پہنچ گئے اور ڈاکٹر وہیں اور شوکت اللہ شاہ کو اسٹیشن پر پایا۔ رات کو آرام سے سویا۔ صبح کو غسل کیا ناشتہ کیا اور بی کے لیے چند ضروری چیزیں خریدنے بازار گیا۔ یہاں White-way سے بیسیوں گنی بڑی دکانیں تین چار بیحد مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک میں سب چیزیں مل گئیں مگر مجھ پر یہ محنت سخت گذری اور بھوک سے بیتاب ہو گیا۔

ایشائی کھانے کی تلاش میں ایک ارمنی دوکان میں گیا جہاں گوشت حلال ملتا ہے۔ خدا نے تمہاری بی کو بے حلال کئے ہوئے گوشت سے اب تک بچایا ہے۔ اور انشاء اللہ ہم لندن میں بھی اس سے محترز رہیں گے۔ اس دوکان میں پہلی چیز جو ملی وہ طولمہ (دولمہ) تھے مگر مجھے پسند نہ آئے تاہم بھوک سے مجبور ہو کر کھائے۔ پھر گوشت اور چاول ملے جو خوب لذیذ تھے اور پیٹ بھر کر کھائے گئے غلطی یہ ہوئی کہ اسی پر اکتفانہ کیا گیا۔ وہیں میں ملے ہوئے سیخ پر لگے ہوئے گوشت کے ٹکڑے بھی کھائے جو سب سے زیادہ مزیدار تھے اور ذرا سی کھیر بھی۔ اس قدر شکم سیر ہو کر کھانا ہزاروں مرتبہ کھایا تھا مگر اب بیماری نے اس کے ہضم کی قوت نہیں چھوڑی تھی۔ ذرا ہوا کھا کر جو ہوٹل آیا تو سوء ہضم کی شکایت محسوس ہوئی۔ پلنگ پر آتے ہی لیٹ گیا۔ رات کو کچھ نہ کھایا اور صبح کو بھی احتراز کیا۔ البتہ غسل کر کے دوپہر کو ہوا خوری کے لیے بی کے ساتھ موٹر میں گیا اور المورڑہ کے دوست بدری دت پانڈے کے بھتیجے اور گوبند بلبھ پنت صاحب سوراجی لیڈر یو.پی. تالہ کے ولد چندر دت پانڈے صاحب جو یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ساتھ تھے۔ واپسی پر سستی ہوئی اور پیٹ پھولے شب کو بخار بھی ہو گیا۔ یہ ۱۸ اور ۱۹ اکتوبر کی سرگذشت ہے۔ اس کے بعد چار پانچ دن حالت سخت خراب رہی بالآخر (ڈاکٹر دری) اس علاج قلب نے جلد سے جلد جو دن علاج کے لیے نکال سکتے تھے ڈاکٹر

www.taemeernews.com

وہبی کی دوستی کی وجہ سے دیا۔ اس سے پہلے ایک دن ایک اور ماہر علاج قلب کے گھر جا کر قلب کی حرکت کا بجلی سے نقشہ کھچوایا اور قاردرہ کا امتحان کروایا۔ لیکن جگر کی خرابی نے بیتاب کر دیا تھا۔ پت برابر بن رہے تھے اور چونکہ غذا ہضم ہو نہیں رہی تھی اس لیے خلو معدہ کے باعث ان کی اور بھی زیادتی اور ان کے نکلنے میں آسانی نہ تھی۔ مجبور ہو کر معدہ کے علاج کے ماہر کو بلایا۔ اس نے کہا کہ اصل مرض دل کا ہے۔ اسی کا علاج معدہ اور جگر کو درست کرے گا۔ چونکہ تم کل ڈاکٹر بوری سے علاج شروع کرا رہے ہو اس لیے میری مداخلت بیکار ہو گئی۔ تاہم شب کو سکون معدہ اور جگر کے لیے ڈاکٹر کربیر نے افیون کا حقنہ دو چار بار دلوایا جس سے اب نیند آنے لگی۔ دوسرے ہی دن سے ڈاکٹر بوری کا علاج شروع ہوا اور تین دن میں انہوں نے جگر کو درست کیا۔ قلب کی حالت کسی قدر بہتر کی اور اب ان کا علاج باقاعدہ ہونے ہی والا تھا کہ آغا خاں صاحب نے اصرار کیا کہ میرے دوست پروفیسر واکینز کو بھی دکھاؤ۔

یہ ڈاکٹر بوری سے بھی زیادہ مشہور ماہر علاج قلب ہیں مگر اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ایک شفاخانہ ان کے سپرد ہے۔ وہیں روزانہ جاتے ہیں مگر گھر پر کسی کا علاج نہیں کیا کرتے یہاں تک کہ ٹیلیفون کی کتاب میں سے بھی اپنا نام نکلوا دیا ہے اسی باعث ان سے رجوع کیا گیا تھا۔ آغا خاں نے اصرار کیا اور ان کو راضی کیا مگر ان کے آنے کا چار پانچ دن انتظار دیکھنا پڑا۔ اس لیے کہ وہ پیرس سے باہر گئے ہوئے تھے۔ مگر ان کے اسسٹنٹ ڈاکٹر ڈوتنر ویلو جو غالباً سمرنا کے رہنے والے ہیں آئے اور آکر دل جگر اور معدہ وغیرہ کی حالت دیکھ گئے۔ پیروں پر ورم پڑ گیا تھا پیشاب آور دوا لکھ کر دے گئے اور اب چند دن صرف اسی کی علاج رہا۔ بالآخر گذشتہ جمعہ کو بتاریخ ۳۱ اکتوبر پروفیسر واکینز نے خود یہاں آکر مجھے خوب غور سے دیکھا اور تجویز کیا کہ چونکہ انھیں جلد کانفرنس میں شریک ہونا ہے اس لیے دل کی

www.taemeernews.com

اصلاح کی دوا بجائے منہ سے لینے کے پچکاری سے رگوں میں لینا چاہیے تاکہ جلد اثر کرے۔ چنانچہ یکم نومبر کو اللہ کا نام لے کر پچکاریاں کی گئیں اور کل ۵ کو پانچ دے کر بند کی گئیں اس عرصہ میں اور سب دوائیں بند کر دی گئیں۔ البتہ شب کو سوتے وقت ایک یا ڈیڑھ بڑا چمچہ ایک خوش ذائقہ شربت کا دیا جانے لگا تاکہ علی الصبح بلا تکلف ایک یا دو اجابتیں ہو جایا کریں اور روز صبح کو نمک کا بدمزہ اور تکلیف دہ جلاب جو شملہ سے اس وقت تک روز بلاناغہ دیا جاتا رہا تھا نہ دیا جایا کرے۔ واقعی یہ شربت نہایت اچھا ثابت ہوا اور تمہاری بی اور میں دونوں اسی کا استعمال کرتے ہیں۔ بی کا قارورہ بھی امتحان کے لیے پرسوں بھیجا گیا ہے تاکہ نقرس کا علاج تجویز کیا جا سکے' چونکہ پیشاب آور دوا بھی بند کر دی گئی تھی اس لیے پیروں کا ورم اور بھی زیادہ ہو گیا مگر آج پچکاریاں بند کر دی گئیں اور وہ پھر جاری ہو گئی ہے۔ روز بروز حالت بہتر ہوتی گئی مگر تین دن ہوئے سورج خلاف معمول دو دن سے نکل رہا تھا میں بھی بی کے ساتھ موٹر میں جنگل کی ہوا کھانے چلا گیا تو معلوم ہوا کہ کس قدر کمزور ہو گیا ہوں۔ ۱۸ اکتوبر سے جس کمرہ میں بند تھا۔ اس سے پہلی بار ۲ نومبر کو نکلا تو لفٹ تک جانا دوبھر تھا اور پھر دس پندرہ منٹ نیچے آرام کرنے کے بعد بھی ٹیکسی تک جانا مشکل تھا۔ خیر گھنٹہ بھر جنگل میں موٹر دھوپ میں گھمائی پھر ایک جگہ اتر کر بی کو دودھ کی برف کھلوائی۔ اور دو ڈھائی گھنٹہ بعد پھر ہوٹل آئے۔ ڈاکٹر وہبی صاحب اتفاق سے دیکھنے آئے اور نہ پایا تو سخت ناراض ہوئے اور اس وقت معلوم ہوا کہ پچکاریوں کے زمانے میں اس کا بھی سخت پرہیز تھا۔ کھانے کا تو پرہیز تھا ہی سوائے دودھ ڈبل روٹی اور ترکاری کے سوپ (soup) کے سب کچھ بند تھا۔ البتہ تین چار دن تمہاری ساتھ کی ہوئی مونگ کی دال خوب کام آئی کھچڑی پکوائی جاتی تھی مگر آج تک کسی نے ایسی کھچڑی نہیں کھائی۔ کبھی دال نہیں گلی تو کبھی چاول نہیں گلے اور گلوائے گئے تو اس قدر پانی ڈالا گیا کہ کھچڑی کا کسی کو

www.taemeernews.com

گمان نہ ہو سکتا تھا۔ دلیا معلوم ہوتی تھی اس میں نمک کم کہ ورم نہ بڑھے اور چکنائی ندارد کہ جگر نہ بڑھے۔ تاہم یہ سب کھانوں سے لذیذ تر معلوم ہوتی تھی اس لیے کہ سوائے لانبے کدو کے سوپ کے کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی۔ البتہ آلو ابلے ہوئے پیس کر دئے جاتے تھے جس میں لیموں اور زیتون کا تیل ڈال کر سلاد بنالیا جاتا تھا۔ خیر یہ زمانہ بھی جوں توں گذر گیا۔

آج صبح ۹ بجے آکر پروفیسر واکیز اور ان کے اسٹنٹ ڈاکٹر ڈونزویلو نے پھر دیکھا اور کہا کہ الحمدللہ دل میں جو خرابیاں نظر آتی تھیں وہ سب دور ہو گئی ہیں اور حسب قرارداد سابق اب تم کل دس بجے لندن جا سکتے ہو۔ سوائے پیشاب آور دوا کے اور اجابت کے لیے شربت کے بارہ دن تک کوئی دوا استعمال نہ کرنا اس کے بعد دل کی دوا جو منہ سے دی جاتی تھی وہ کھایا کرنا اگر خدانخواستہ پھر کوئی سخت خرابی محسوس ہو تو پچکاریاں پھر شروع کر دینا۔ کانفرنس میں روزانہ شرکت کی غالباً ضرورت نہ پڑے نہ ہر وقت حاضری کی۔ جتنا زیادہ آرام کر سکو آرام کرنا ہمیں امید ہے کہ کانفرنس میں وقتاً فوقتاً رائے بھی دے سکو گے۔ حسب ضرورت تقریر بھی کر سکو گے۔ جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو پھر پیرس آکر ہمارا علاج کرانا انشاء اللہ ایک یا ڈیڑھ مہینہ کے علاج کے بعد قلب ایسا ہو جائے گا کہ گویا کبھی یہ مرض ہوا ہی نہ تھا۔ دوا اور غذا وغیرہ کے متعلق مفصل ہدایات وہ اس وقت ارسال کر رہے ہیں تاکہ لندن جا کر ڈاکٹر عبدالرحمٰن ان پر خود بھی عمل کر سکیں اور مجھ سے بھی عمل کراتے رہیں۔ ان کا انگریزی میں ڈاکٹر وہبی ترجمہ کر دیں گے۔ بیگم صاحبہ بھوپال کو راستہ میں انفلوئنزا ہو گیا اسی لیے عبدالرحمٰن صاحب پیرس نہ رک سکے اگر ان کی طبیعت درست ہو گئی تو شاید وہ آج لندن سے یہاں آجائیں گے تاکہ میرے ہمراہ سفر کریں۔ ورنہ فرانس کی حد پر یعنی کیلے کی بندرگاہ میں زاہد آجائیں گے اور اپنے ہمراہ ہم دونوں کو لندن لے جائیں گے آج کل کیلے سے

www.taemeernews.com

ڈوور تک سمندر کا سفر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جس دن شوکت صاحب لندن گئے اس دن تو سخت طوفان تھا۔ زاہد صاحب تو یہاں سے ۲۶ اکتوبر ہی کو لندن روانہ ہو گئے تھے۔ شوکت صاحب ایک ہفتہ بعد یعنی ۲ نومبر کو گئے۔ یہاں ایرانی افغانی اور ترکی سفرا سے ملاقات کی۔ رؤف بے حسب معمول خود یہاں تشریف لائے اور گھنٹوں باتیں ہوتی رہیں۔ عدنان بے اور ان کی بیگم صاحبہ خالدہ ادیب خانم یہیں تھے۔ مگر اب لندن تشریف لے جا چکے ہیں وہاں ان سے ملاقات ہو گی۔ فتحی بے صاحب یہاں ترکی سفیر تھے مگر وہ ایک نئی سیاسی پارٹی کی صدارت کے لیے انگورہ جا چکے ہیں۔ ان کی جگہ میرے پرانے رفیق اور سچے مسلمان منیر بے صاحب ترکی سفیر ہو کر آئے ہیں۔ پہلے یہ سوئٹزرلینڈ میں تھے ان سے میری دوستی ۱۹۲۰ء میں ہوئی تھی جب کہ توفیق پاشا کی سرکردگی میں پہلا ترکی وفد صلح کے لیے آیا تھا اور شرائط صلح کو سخت تباہ کن پا کر واپس چلا گیا تھا۔ جب مجھے جا کر اس وفد سے ملنا ہوتا تھا تو نماز کے لیے مصلّٰی انہی کے ہاں سے ملتا تھا۔ انہی کے ذریعے سے ہم نے خفیہ طریقہ پر سلطان محمد وحید الدین کے پاس توفیق پاشا کی بہو اور سلطان کی لڑکی کی معرفت اپنے وفد کا خط بھجوایا تھا۔

افغانی سفیر یہاں اب تک وہی ہیں جو شاہ ولی خاں کے ہمراہ یورپ آئے تھے۔ اور جنھیں متھرا سے میں اپنے ساتھ موٹر میں بٹھا کر دہلی لایا تھا تاکہ وہ اسی شام کو اپنے سسر کے ساتھ اپنی ساس سے ملنے نینی تال جا سکیں۔ گول میز کانفرنس کا کام بحمد اللہ جہاز پر اچھی طرح ہوتا رہا اور مہاراجہ صاحب الور نے اس میں بڑی مدد کی۔ شوکت صاحب اسی لیے یہاں سے ۲ تاریخ کو چلے گئے آغا خاں صاحب دو دن پہلے جا چکے تھے۔ مجھ سے ان سے ٹیلیفون پر خوب باتیں ہوئیں اور ان کو متفق پایا۔ جو خبریں بعض امریکن اخبارات کے ذریعے سے یہاں سے ملیں ان سے امید ہوتی ہے کہ ہندوستان کا مطالبہ غالباً متفق ہو۔ "خدا ہم چنین کرد"۔

www.taemeernews.com

کامیابی ہر حالت میں سخت مشکل ہے مگر اس کے بغیر ناممکن ہے۔ خدا کرے کہ مہاسبھائی ذہنیت سمندر پار جا کر بدل جائے۔ اور ہندوستان والوں کو اپنی غلامی کا صحیح احساس ہو اور ایک دوسرے کو غلام بنانے کے خیال کو چھوڑ کر سب کو دوسروں کی غلامی سے نکالنے کی کوشش کریں۔ خدا ہندو مسلمان دونوں کو توفیق دے کہ ایک دوسرے کے ساتھ انصاف اور رواداری کا برتاؤ کریں اور غلامی سے اتنے بیزار ہوں کہ نہ دوسروں کی غلامی قبول کریں نہ دوسروں کو غلام بنانے کی کوشش کریں۔ آمین ثم آمین۔

اب رخصت ہوتا ہوں۔ اس خط کو سب عزیز و اقارب کو رام پور میں سنا کر فوراً عرفان صاحب کے پاس بھجوا دینا کہ اسی ہفتہ خلافت میں شائع ہو جائے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اس کی نقل دفتر خلافت کو بھجوا دی جائے۔ اصل تم اپنے پاس رکھو۔

یہی خط نواب اسماعیل خاں صاحب اور مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی کے لیے ہے۔

سب کو سلام دعا پیار طارق کو بالخصوص

تیرا دعاگو اور دعاطالب

محمد علی

www.taemeernews.com

(۲)

شاہ برطانیہ سے ملاقات

۴۹۲ مرٹن روڈ

وانڈس ورتھ

لندن ۱۳ نومبر ۱۹۳۰ء

پیاری زہرہ خداوند کریم تجھے اور طارق کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ پیرس کے خط میں جو ہوائی ڈاک سے روانہ کیا گیا تھا میں نے اپنی صحت کی مفصل کیفیت لکھ دی تھی۔ دوسرے دن خدا کے فضل وکرم سے دھوپ خوب نکلی تھی تو ہم نکل پڑے اور لندن پہنچ گئے۔ شوکت اللہ شاہ کو ہمراہ لے گئے تاکہ سمندر عبور کرتے وقت کوئی مرد شریک سفر ہو۔ راستہ خوب گذرا۔ شب کو یعنی ساڑھے چھ بجے شام کو لندن پہنچے۔ شوکت صاحب اور زاہد ملے۔ ہم لوگ اپنی گاڑی میں جو مالکہ مکان نے کرایہ پر دے رکھی ہے گھر پہنچے' مالک مکان کا نام Mrs Mawlankar (مسز ماؤلنکر) ہے۔ ان کے شوہر کا گذشتہ فروری ہی میں انتقال ہوا ہے۔ پیسہ والے آدمی تھے اب یہ پریشان ہو گئی ہیں۔ مکان وسط لندن سے بہت دور ہے مگر میں چونکہ بیمار ہوں اور زیادہ لوگوں کا آنا میرے لیے برا ہے۔ اس لیے یہاں ان کے مکان میں ہم لوگ رہتے ہیں۔ ہر ہفتہ ۶ گنی یعنی کوئی ۸۰ روپیہ کھانے اور کرایہ کے دینے پڑتے ہیں اور ساڑھے پانچ پونڈ فی ہفتہ یعنی ۷۰ روپیہ موٹر اور شوفر کے لیے۔ تیل روزانہ تین چار روپیہ کا خود خریدنا پڑتا ہے۔ اس طرح کوئی ۹۰۰ روپیہ ماہوار کا خرچ ہے۔ انگریزی گورنمنٹ ساڑھے تین سو روپیہ ماہوار دیتی ہے اور ہندوستان کی حکومت ۵۰۰ روپیہ ماہوار دیتی ہے۔ کپڑوں

www.taemeernews.com

کی دھلائی اور اوپر کا خرچ سب ملا کر اس ۸۵۰ روپیہ میں نکل آئے گا اور غالباً بی کا آمدورفت کا کرایہ بھی۔ مگر میرے علاج کا خرچ اور وی آنا Veina جانے کا خرچ شائد نہ نکل سکے۔ ۷۰۰ روپیہ لے کر بمبئی سے چلا تھا اور ساڑھے تیرہ سو گورنمنٹ کے پاس سے پیرس میں ملے۔ اس دو ہزار میں سے کل دو سو باقی ہیں حالانکہ سب سے بڑے ڈاکٹر کا علاج آغا خاں کی بدولت ہوا۔

یہاں آتے ہی معلوم ہوا کہ بادشاہ اور ملکہ نے صبح ہی کو بلایا ہے۔ بی اور میں بڑی مشکل سے گئے۔ شوکت صاحب موٹر لے گئے تھے۔ مجبوراً کرایہ کی گاڑی میں گئے۔ بہر حال وقت پر پہنچ گئے وہاں سے لوٹ کر گلنار اور شعیب کو نواب صاحب بھوپال کے ہاں دیکھا ان کا پتہ ..... ہے بھوپال والوں کو سب کو انفلوئنزا ہو رہا تھا۔ گلنار بھی باری باری اس میں مبتلا ہوئی اور میری مصیبت دیکھو کہ مجھے بھی ہو گیا۔ کھانسی زکام بخار میں گرفتار رہا۔ پرسوں شب کو ۱۰۳ ڈگری بخار تھا۔ بڑی مشکل سے کونین کھا کر کل دوپہر کو دارالامراء میں اپنے افتتاحی جلسے میں شریک ہوا۔ وزیر ہند بہت شرافت سے پیش آیا تھا۔ گذشتہ ہفتہ کی صبح کو خود ہی چھنڈواڑہ کے پرانے ڈپٹی کمشنر کاربٹ سے کہہ کر مجھ سے ..... ہوا جب میں (اور بی) بادشاہ اور ملکہ کے سامنے گئے اور ہاتھ ملایا تو میری سخت علالت کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے عیادت کی اور اس زمانہ کے لندن کے موسم کی شکایت کی۔ میں نے کہا میں چھ بار آچکا ہوں چار برس طالب علم رہا۔ موسم سے خوب واقف ہوں۔ اس کی معذرت نہ فرمایئے۔ میں آج وزیر ہند سے ملنے جا رہا تھا مگر کل خود اسی نے کانفرنس میں آکر مجھ سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم رات بخار میں مبتلا تھے۔ خدارا تم نہ آؤ میں خود تمہارے گھر آؤں گا۔ میں نے کہا ۸ یا ۹ میل دور ہے۔ کہا اسی قدر انڈیا آفس تمہارے گھر سے دور ہے۔ میں ہٹا کٹا تم بیمار۔ آنا مجھے چاہیے یا تمہیں۔ اچھا اب کانفرنس کا حال سنو۔ سب لوگ متفق ہوئے جا رہے ہیں۔ مگر

www.taemeernews.com

ہندو سبھا والے علیحدہ ہیں اور اب سب ان سے بیزار ہو گئے ہیں۔ ہندو مسلم فیصلے کی کمپنی کے صدر آغا خاں اور مسلم نمائندے سر محمد شفیع' جینا اور میں تین ہیں۔ اصلی کانفرنس کا کام سینٹ جیمس پیلس میں ۱۷ نومبر کو ۱۱ بجے شروع ہو گا۔ انگریزوں پر خاصا اثر پڑا ہے۔ مرعوب ہو رہے ہیں۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ والیان ملک اور ہم لوگ متفق ہیں۔ یہ خط نواب صاحب بھوپال کے ہاں سے لکھ رہا ہوں۔ بی اپنے گھر پر ہے۔ گلنار جانور خانہ دیکھنے گئی ہے۔ اچھا اب رخصت۔

شوکت صاحب یہاں موجود ہیں' زاہد کہیں گئے ہیں

سب کو دعا۔ سلام اور پیار۔ بالخصوص طارق کو

تیرا ابا

محمد علی

www.taemeernews.com

(۳)

زندگی کے آخری دن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ہائیڈپارک ہوٹل
لندن

پیاری زہرہ

خداوند کریم تجھے اور طارق کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن سے اور نیز اور دوسرے ارکان کانفرنس اور گلنار وغیرہ سے قریب ہونے کے خیال سے کل سے یہاں آگیا ہوں۔ صاحب فراش ہوں' ٹانگیں سخت ورم کر آئی ہیں۔ چلنے پھرنے سے معذور ہوں اور لیٹ کر سونا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ دن رات پلنگ پر بیٹھ کر گذارتا ہوں مگر دو چار دن میں انشاء اللہ یہ جبری آرام صحت بخش دے گا۔ دل کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ مگر کام زیادہ پڑا۔ بالخصوص ورم والی ٹانگوں سے چلنا زیادہ پڑا جب کہ بیٹھنا لیٹنا درکار تھا۔ اب لیٹ رہا ہوں۔ کامیابی کی امیدیں بندھ رہی ہیں۔ والیان ملک نے بہت مدد دی ہے۔ انھیں کو ہمارے ساتھ کام کرنے اور ایک مشترکہ حکومت میں شریک ہونے پر آمادہ دیکھ کر انگریزوں کی آنکھیں کھل گئیں مگر یہ سب باتیں آج مفصل انگریزی خط میں معظم کو لکھ کر ہوائی جہاز سے بھجوا رہا ہوں جو ایک ہفتہ قبل ہی پہنچ جائے گا۔

اب رخصت

تیرا پیارا باپ
محمد علی

www.taemeernews.com

(۴)

زندگی اور موت میں کشمکش

ہائیڈپارک ہوٹل

۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء

پیاری زہرہ

خداوند کریم ہم سب کو جلد اور بامراد ملائے۔ خدا کو یونہی منظور تھا کہ میں آج تجھے اپنے ہاتھوں سے خط لکھوں۔ ورنہ گذشتہ جمعہ کو جو بڑا خط اپنے سیکرٹری سے میں ٹائپ کراتا رہا ہوں۔ اس کے شب کو ختم کراتے ہی میری طبیعت اتنی بگڑی کہ میں نے خود ہی بڑے ڈاکٹر یعنی ڈاکٹر ایرولکر کے دوست ڈاکٹر رائل اور تلینہ بی کے شوہر ڈاکٹر انکلیشوریا کو بلوایا۔ اور دونوں نے حالت اس قدر ابتر پائی کہ فوراً دو نرسوں کو بلوا بھیجا اور اگر اتنی جان بھی ہوتی کہ پاس کے ہسپتال St Georges Hospital تک جو سڑک کے کونے پر ہے بھیجا جا سکتا ہے تو ضرور بھیج دیا جاتا۔ ۱۹ کی شب کو حرارت تو صرف ۹۹ تھی مگر نبض ۱۳۵۔ ۲۰ کو بالکل بے ہوش رہا حرارت ۹۷ رہی مگر نبض ۱۰۰ تک گری پھر ۱۳۵ تک بڑھ گئی۔ ۲۱ کو حرارت ۹۵ تک گر گئی۔ مگر جلاب کے باعث جس کا ہوش مجھے صرف اجابت آنے سے ہوتا تھا۔ نبض ۸۰ تک گر گئی۔ آنکھ کھلی تو ذرا بھی ہوش نہ تھا کہ میں دو دن سے موت کے منہ میں تھا۔ نہ اس کا ہوش تھا کہ دن ہے یا رات۔ رات کو دن سمجھ کر لارڈ سینکی لارڈ چانسلر کو جو وزراء میں سب سے معقول آدمی ہے اس شب کے وقت حاضری کھانے پر بڑی منت و سماجت Nurse کی کر کے بلایا کیونکہ ریمزے میکڈنلڈ ہندو مسلم معاملات کو سلجھانے سے قاصر

www.taemeernews.com

تھا اور مجھے دعوت اسی کی تھی۔ نہ معلوم کس طرح Nurse راضی ہو گئی۔ غالباً اتنا بڑا نام سنا تو ہیبت زدہ اور مرعوب ہو گئی لارڈ ریڈنگ بڑا شریف بزرگ ہے سمجھ گیا اور سن چکا تھا کہ موت اور زیست کے بیچ میں ہوں اس لیے دوسرے ہی دن صبح کو ۱۱ بجے آنے کا وعدہ کر دیا۔ وہ آئے اور گو شوکت صاحب نے بھی اسی وقت آنا چاہا اور میں گھبر لیا کہ بات نہیں کرنے دیں گے۔ جس سے کسی قدر ناچاقی ہوئی۔ تاہم دس منٹ ہی میں میں نے اپنا مطلب ادا کر دیا اور کہہ دیا کہ سارے ہندوستان کا ہندو مسلم (مسئلہ) ایک ہے۔ قومی ہے اور تاریخی ہے صوبہ دار نہیں ہے۔ صرف ایک اصول پر ہر جگہ طے ہوگا اور وہ اصول یہ ہے کہ جہاں ہندو اکثریت ہو وہاں پوری قوت ہنود کو دو۔ مگر مسلمانوں کے لیے تسمہ لگا رہنے دو۔ لیکن جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو پوری قوت مسلمانوں کو دو اور تسمہ ہنود کے لیے اسی طرح لگا رہنے دو یعنی Power of Majority خواہ ۵۵ یا ۶ کی یا ۴۰ ۵۰ ۴ کی اور Protec-tion for Menority خواہ ۴۵ کی ہو یا ۴ کی۔ غضب یہ ہو رہا ہے کہ سکھوں اور انگریزوں کے بہانے سے پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی مجارٹی کو مینارٹی کیا جا رہا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ کل آنکھ کھولتے ہی بیگم شاہ نواز کی ایک تحریر اسی مضمون کی پڑھی کہ پنجاب میں ایک دو کم مسلمان کر دیے جائیں تو کیا حرج ہے۔ یہ رحمدلی اور ملک پروری نہیں ہے پاگل پن ہے۔ یہاں آئے ہی کیوں تھے۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں ۵ دن سے برابر ترقی ہے۔ کل ۳۱ تک ہسپتال جا کر آرام کرنے کا ارادہ ہے۔ ایک رات کی ساری نیند اس مصیبت میں گئی کہ ۶ر دسمبر تک کے خلافت میں میری پوری تقریر کا ترجمہ نہیں شائع ہوا تھا۔ حالانکہ ۲۱ کی شب کو دی تھی اور اسی شب کو اصلاح کر کے بڑی مصیبت سے ہوائی جہاز کے لیے ٹکٹ خرید کر کے مسلم آوٹ لک Muslim out Look لاہور کو ارسال کی تھی۔ تین گھنٹہ جس مصیبت میں کاٹے تھے وہ خدا ہی جانتا ہے (اب یہ) "خلافت" کی

www.taemeernews.com

غفلت (ہے) یا لاہور والوں کی ڈاک کی' خدا ہی کو اس کا پتہ ہے تاہم خلافت والے تو دو ہفتے میں لندن کی اخباروں سے بھی لے سکتے تھے مگر فکر کسے اور عقل کس کو۔ دفتر میں عجب لونڈہار چھوڑ کر آیا تھا۔ خدا رحم کرے۔ اچھا اب رخصت۔ اس کی بہت صاف نقل کسی سمجھدار شخص سے کرا کے عرفان صاحب بلکہ کسی اور کو بمبئی بھیج دو کہ بغیر سنسر کے دیر لگائے ہوئے فوراً طبع ہو جائے۔ اور اصل ماخذ ذوالنقاد بھائی اور معظم کو دکھاتے ہی اسماعیل خاں صاحب کو بھیج دو اور ان سے کہہ دو کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کو ڈاک سے بھیج دیں۔ کاش کسی ترکیب سے حیات کو بھی فوراً ہی پہنچ سکتا۔ مگر اب سیکرٹری کی جگہ ایک چھوڑ دو نرسیں ہیں خدا معلوم مصارف کیسے ادا کروں گا۔ بی کے لیے مجبور ہو کر ایک علیحدہ کمرہ لیا ہے جس میں شوکت صاحب بھی آکر سو جاتے ہیں۔ مظفر زاہد کے ساتھ ہے۔

طارق کو اور تجھے پیار

تمہارا

محمد علی

www.taemeernews.com

خاتمہ بالخیر

زندگی کی آخری شب

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

لندن ۱۹۳۱ء

عزیزی جعفر [1] صاحب السلام علیکم۔ میں نے دفتر کے تمام کارکنوں کے نام خطوط لکھے تھے تاکہ کسی کو شکایت باقی نہ رہے۔ آپ کا نمبر آج آیا ہے اور یہ خط میں خون جگر سے لکھ رہا ہوں۔ تم کو سلام کیا لکھتا۔ ہر ہفتہ تمہارا خط آتا تھا اور حالات معلوم ہوتے تھے۔ اوروں کو سلام لکھتا یا اس کو جو دفتر میں بہت سے کاموں کا ذمہ دار تھا۔ آج کے خط سے تمہاری شکایت دور ہو جائیگی۔ مگر میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ جب میں خلافت کے لیے خط لکھتا ہوں تو وہ خط سب خلافت کے حامیوں کے لیے ہوتا ہے۔ اب چند خطوط میرے اور آئیں گے۔ اس کے بعد میں خود بمبئی اور ہندوستان میں ہوں گا۔ اور کولہو کا بیل پھر کام میں لگ جائے گا' اور اب انشاء اللہ پہلے سے زیادہ طاقت اور کامیابی کے ساتھ۔ کیونکہ خدا بہت سے نئے کام کرنے والے پیدا کر رہا ہے۔ آج محمد علی کا جنازہ پانچ دن کفن دوزوں کے مکان پر آرام کر کے ظہری بندرگاہ کو گیا اور ۳ بجے جہاز "ترکنڈہ" اس کو لے کر

---

[1] دفتر مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی کے ایک ممتاز کارکن۔

www.taemeernews.com

بیت المقدس کو روانہ ہو گیا۔ ۱۶ جنوری کو بیگم محمد علی ' زاہد اور میں اسی جہاز پر مارسیلز سے روانہ ہونگے اور ۲۱ کی صبح کو پورٹ سعید پہنچیں گے۔ جہاں مصر' شام فلسطین اور عراق کے عرب بھائی اس کو مسجد اقصیٰ میں دفن کریں گے۔ میرا بھائی کہو' بیٹا کہو سردار کہو غلام کہو عاشق کہو یا معشوق مجھ سے رخصت ہو گیا۔ اور اب میں اکیلا رہ گیا۔ بے دست وپا ہوں مگر خدا پر بھروسہ ہے اور ایک محمد علی کی جگہ دین مقدس کی خدمت کے لیے ہزار محمد علی پیدا کر دے گا۔ میں تم سے دور ہوں پھر بھی خوب جانتا ہوں کہ اس موت سے مسلمان بجائے کمزور ہونے کے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ خیر جو کچھ ہو۔ اسلام کا یہ مخلص سپاہی میدان جنگ میں ایک زبردست ڈنکے کی چوٹ مار کر سپاہی کی موت مر گیا۔ اور اسلام کا نام کر گیا۔ تنہا اور کھیلتا دنیا سے اٹھ گیا۔ آج دل میں صدمہ ہے۔ ہاتھ حالات لکھتے ہوئے کانپتا ہے۔ پورا قصہ بمبئی آکر سناؤں گا۔ اس وقت تک دل پر قابو پا جاؤں گا۔ آج عبارت آرائی کو دل قبول نہیں کرتا پھر بھی جبر کر کے ضروری حالات لکھتا ہوں۔

محمد علی کا علاج صرف احتیاط' سکون اور پرہیز تھا۔ سب سے زیادہ آرام اور سکون کی ضرورت تھی۔ مگر وہ کہاں نصیب ہوئی۔ مسلمانوں کی موت اور زیست کا سوال تھا۔ کس طرح خاموش رہتا۔ عمر بھر کبھی احتیاط کام کے وقت کی نہ تھی۔ اب کیا کرتا۔ اور پرہیز کون عمر بھر کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو قوت ۱۰ برس معمولی احتیاط کی زندگی بسر کرنے میں کام کرتی اس کو دس مہینے میں خرچ کر دیا۔ اور بی اماں مرحومہ کی طرح یہ طاقت خرچ کر کے میٹھی نیند سو گیا۔ آخری دورہ تقریباً ۲۰ دسمبر کو پڑا تھا۔ میں ۲۳ دسمبر کو آئرلینڈ ۴ دن کے لیے جانا چاہتا تھا۔ مگر اس کی وجہ سے ملتوی کر دیا۔ نرسوں کے ہاتھ وہ دیدیا گیا۔ اور ہم سب شب دروز ہائیڈ پارک ہوٹل میں موجود رہتے تھے اور میں تو وہیں سوتا تھا۔ ۴۸ گھنٹے کی

www.taemeernews.com

کشاکش کے بعد خدا نے خطرہ سے باہر کر دیا اور اب امید ہوئی تھی کہ وہ کام سے باز آجائیں گے اور خدا ان کو صحت دے گا اور وہ ہندوستان مع الخیر واپس جائیں گے۔ طبیعت اس قدر درست ہو گئی تھی کہ ۳۱ دسمبر کو گلنار بانو کی سالگرہ کے موقع پر محمد علی نے بہت سے احباب کو ہندوستانی شفیع ہوٹل کے تیار کئے ہوئے کھانے کی دعوت دی۔ آج تک کبھی کسی اولاد کی سالگرہ نہیں منائی تھی جب میں نے منع کیا تو کہا کہ "مت روکو" میرا چل چلاؤ کا وقت ہے۔ وہ بچی خوش ہو جائے گی۔ میں اسی دن آئرلینڈ چلا گیا۔ کیونکہ محمد علی کی صحت اچھی تھی۔ اور وہاں جانا ضروری تھا۔ تاکہ مقررہ ملاقاتیں ہو جائیں اور آئرلینڈ کے حالات سے واقف ہو جاؤں۔ چار دن رہ کر واپس آیا۔ اور اتوار کی صبح کو ۶ بجے لندن واپس آگیا۔ مگر گاڑی ہی میں ساڑھے آٹھ بجے تک رہا۔ بیماری کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی اور کیسے ملتی ہفتہ کے دن صبح کو ایک گھنٹہ بھر نواب عبدالقیوم سے سرحد کے معاملہ پر مفصل گفتگو کی۔ وہ خود سرحد کی کمیٹی کے ممبر تھے اور چاہتے تھے کہ سرحد کے معاملہ میں مسلمان نہایت سختی کے ساتھ کھڑے ہوں اور مطالبات میں کمی نہ کریں۔ اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ سندھ کے بارے میں سر شاہ نواز بھٹو سے گفتگو کی۔ تیسرے پہر کو بیگم عبدالعزیز صاحب لاہور سے ۲ گھنٹے مسلمان عورتوں اور اسلامی حقوق کے بارے میں باتیں ہوئیں۔ دو دن قبل تین گھنٹے متواتر جوفرے کاربٹ کے سامنے شارٹ ہینڈ والے کو ہندو مسلم مسئلہ پر اپنے خیالات لکھوائے اور دوسرے دن ڈھائی گھنٹے خود اس کے پروف صحیح کئے۔ پانچ بجے شام کو ہفتہ کے دن ڈاکٹر سے کہا کہ میں تھک گیا ہوں ذرا آرام کر لوں۔ دو گھنٹے آرام کیا۔ جب ۷ بجے غفلت سے ہوشیار ہوئے تو دماغ درست تھا مگر زبان بند ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر رائلز کو ڈاکٹر الکشوریا نے بلایا اور انہوں نے کہا کہ دماغ میں خون کی رگیں پھٹ گئی ہیں اور اب کوئی امید نہیں ہے۔ یہ واقعہ قریب ۱۱ بجے شب کا تھا۔ سب کو پہچانتے

www.taemeernews.com

تھے۔ سیدھی ٹانگ سیدھے ہاتھ اور سارے جسم پر سیدھی طرف اثر تھا فالج کا سا۔ ۲ بجے سے بالکل غافل تھے اور ساڑھے نو بجے دن کے نہایت سکون کی حالت میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

عبدالرحمٰن صدیقی 'صرف' علاوہ نرس کے کمرہ میں تھے۔ انہوں نے سب کو آواز دی اور لوگ بھی آگئے۔ میں انتقال کے ۱۵ منٹ بعد پہنچا اور گلنار بانو بھی تھوڑی دیر قبل۔ جن لوگوں نے ہفتہ کے روز ملاقات کی تھی ان کو اس طرح گذر جانے کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ ساری قوت صرف کر دی تھی اور دماغ اس قدر اسراف کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

میں جب اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو اسی وقت صاحب خانہ نے اطلاع دی اور میں سیدھا ہوٹل آیا۔ بیگم محمد علی کی خدمات اور ہمت کا تذکرہ کرنا بیکار ہے۔ شب و روز خدمت کی۔ مظفر علی دیانا سے ملنے کو آگئے تھے وہ اور زاہد بھی حاضر رہتے تھے شعیب صاحب کو جب کام سے فرصت ملتی تھی تو وہ بھی دن میں تین چار پھیرے کرتے تھے۔ ہز ہائنس مہاراجہ الور تو اس رات بالکل نہیں سوئے۔ پانچ یا چھ مرتبہ کمرے میں دیکھنے آئے اور بعض اوقات سونے کے کپڑوں میں اور ننگے پاؤں ان کو اس قدر صدمہ ہے کہ جب مجھ کو دیکھتے ہیں رنج کی وجہ سے سلام کر کے منہ دوسری طرف کر لیتے ہیں۔

عزیزی! میں تم سے کیا کہوں میں نے محمد علی کا چہرہ اس قدر خوبصورت کبھی نہیں دیکھا۔ میٹھی نیند اطمینان سے جیسے کوئی سوتا ہے۔ آخری وقت میں ذرا بھی تکلیف نہ تھی سکون تھا مسلمان تھا مسلمان کی موت اس کافرستان میں مرا اور تمام ملک والوں سے خراج تحسین وصول کیا۔ خبر ہوتے ہی ہر طرف سے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ یہاں کے ہوٹلوں سے میت صرف رات

www.taemeernews.com

کے ۱۲ بجے کے بعد باہر نکالی جاتی ہے۔ لندن کے تقریباً سب ہندو اور مسلمان آنے والے آتے تھے اور زیارت کر کے چلے جاتے تھے۔ گول میز کے سب ارکان باری باری آتے تھے سفید چادر چہرہ پر پڑی تھی جب ہٹاکہ میں منہ دیکھتا اور دکھاتا تھا تو بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص آرام سے سو رہا ہے۔ آنکھ یا چہرہ پر تکلیف کا ذرہ برابر بھی پتہ نہ تھا۔ شام ہی کو ہوٹل کے منیجر نے مشہور کفن تیار کرنیوالا کارخانہ ملس کو بلایا جس کی منتظمہ ایک معقول عورت تھی۔ زاہد جا کر سب جگہ دیکھ آئے۔ رات کے بارہ بجے موٹر کر کے اور اسٹریچر بھی اور بہت ہوشیار اٹھانے والے احتیاط سے میت کو اٹھا کر لفٹ سے نیچے لائے اور موٹر میں رکھا۔ میں اسی موٹر میں سوار ہوا۔ نئے مکان میں رکھا۔ جہاں رات ہی کو دوا کا انجکشن دے کر نعش کو ایسا کر دیا گیا کہ دس برس تک بھی خراب نہ ہو۔ میں اور دو مسلمان عزیز طالب علم اسی مکان میں زمین پر سوئے۔ صبح کو عبدالرحمٰن صدیقی مظفر اور میں نے غسل میت دیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے زبان پر کلمہ طیبہ اور قرآن مجید تھا اور محبت والے آخری خدمت کرتے تھے۔ زاہد ٹیلیفون پر بیٹھے سب کو اطلاع دیتے کہ نماز جنازہ شام کو ۶ بجے پیڈنگٹن ٹون ہال میں ہوگی۔ جہاں ۴۰۰ یا ۵۰۰ آدمیوں کی گنجائش تھی۔ عالیشان جگہ تھی۔ تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ ۵ بجے سے لوگ آنا شروع ہو گئے مہاراجہ کشمیر 'نواب صاحب بھوپال' مہاراجہ بیکانیر اور تمام ارکان اور وزراء مع وزیر ہند موجود تھے جب جنازہ کی موٹر آئی تو ہز ہائینس شاہ ولی خاں سفیر افغانستان' عقیقی پاشا سفیر مصر نوری اسعد یادری صاحب سفیر ایران شیخ حافظ وہبہ صاحب سفیر حجاز اور تمام مسلمان ارکان گول میز کانفرنس اور دیگر حاضرین نے کندھا دیا باہر انگریزوں کا ہجوم تھا اور اندر بھی تمام جماعتوں کے انگریز نمائندے تھے۔ ہال میں نماز ہوئی۔ کفن کا بکس یہاں بہت خوبصورت بناتے ہیں اور قیمتی ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی آئینہ کی کھڑکی تھی جس میں سے چہرہ

www.taemeernews.com

نظر آتا تھا اخبار والے موجود تھے۔ سب نے فاتحہ کے بعد زیارت کی اور ایک گھنٹہ کے بعد میت پھر قیام گاہ پر گئی۔ خوبصورت پھولوں کے ہار مہاراجہ پٹیالہ مہاراجہ دھولپور، مہارانی کوچ بہار حیدر آباد دکن کے وزراء اور لندن کے ہندوستانی طلبہ کی طرف سے رکھے تھے۔ دولہا اچھا تھا قریب میں سوتا تھا۔ دن اور رات تلاوت قرآن مجید ہوتی تھی۔ ۵ جنوری کو نماز جنازہ ہو گئی۔ آج صبح میت جہاز پر گئی ہندوستان لاتے تھے۔ مگر فلسطین کا تذکرہ عبدالرحمٰن صدیقی صاحب نے کیا تھا۔ اور بعد کو مفتی اعظم کی دعوت اور تمام برادران وطن کی دعوت پر مسجد اقصیٰ میں دفن کا قصد کیا گیا تاکہ ہندوستان کے مسلمانوں کے تعلقات برادران عرب سے وابستہ ہو جائیں۔ ۲۱ کو پورٹ سعید پہنچیں گے۔ بیگم صاحبہ اور زاہد جہاز سے بعد تجہیز و تکفین بمبئی آئیں گے اور میں خشکی سے شام اور بغداد ہوتا ہوا کراچی جہاز سے پہنچوں گا۔ ہمارے عزیز دوست اور قابل فخر مجاہد رؤف بے بھی موجود تھے اور میت کو کندھا دے رہے تھے اخبارات اور رسالوں میں تمام جگہوں سے اظہار ہمدردی ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ اس مجاہد اسلام کی موت بھی کام زندگی سے اچھا کرے گی۔ دعا فرمایئے۔ بمبئی کے تاروں سے ہمدردی کی خبر ملی۔ خدا تم کو جزائے خیر دے۔ بمبئی تو مسلمانوں کی کچھ خدمت کر گیا۔

شوکت علی

ماخوذ از سچ لکھنو

www.taemeernews.com

اقبال کا ادبی نصب العین	(پروفیسر سلیم اختر)	150/=
اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ	(پروفیسر سلیم اختر)	150/=
اردو ادب میں رومانوی تحریک	(پروفیسر محمد حسن)	060/=
اردو مرثیہ کی سرگذشت	(ڈاکٹر اسد اریب)	080/=
اشاریہ سرسید	(عائدہ قریشی)	090/=
اردو ادب کا تہذیبی اور فکری پس منظر	(پروفیسر محمد حسن)	030/=
برگ سبز	(ناصر کاظمی)	024/=
بیسویں صدی کی انگریزی شاعری	(پروفیسر قمر رئیس)	150/=
پراچین اردو	(سید شبیر کاظمی)	030/=
پطرس بخاری سے عطاء الحق قاسمی تک	(حسن عباسی)	150/=
تمنا کا دوسرا قدم اور غالب	(فرمان فتح پوری)	150/=
تنقیدی دبستان	(پروفیسر سلیم اختر)	168/=
جدید اردو تنقید پر مغربی تنقید کے اثرات	(پروفیسر خورشید جہاں)	150/=
چند قدم مرے ساتھ (ایک ہمہ داستان)	(محمد تاج الدین)	040/=
خود نوشت حیات سرسید	(ضیاء الدین لاہوری)	375/=
[illegible]	(ڈاکٹر شریف احمد قریشی)	200/=
ڈاکٹر فرمان فتح پوری بحیثیت محقق	(ڈاکٹر سلیم اختر)	300/=
رومانوی تحریک	(پروفیسر محمد حسن)	060/=
زبان و بیان	(پروفیسر خلیل صدیقی)	125/=
سرسید شناسی	(ڈاکٹر طاہر تونسوی)	300/=
سفرنامہ ابن بطوطہ	(مولوی محمد حسین)	300/=
فرہنگ فسانہ آزاد	(ڈاکٹر شریف قریشی)	500/=
کلیات میر	(عبد الباری آسی)	600/=
کون ہیں کام ہے؟	(ترجمہ: ایس۔ ایم۔ ظفر علی)	395/=
یادِ مہرباں	(پروفیسر خواجہ احمد فاروقی)	060/=
جستار و منتخب ہے	(عطاء الحق قاسمی)	300/=
ہیئتی تنقید	(پروفیسر محمد حسن)	080/=
اندھا کنواں	(ابن انشاء)	090/=
اس بستی کے اک کوچے میں	(ابن انشاء)	090/=
تذکرہ غوثیہ	(مولوی گل حسن)	120/=
فتوح الغیب	(حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ)	065/=
دیوان غوث اعظمؒ	(امیر محمد شاہ قادری)	045/=
حضرت بلالؓ اردو	(سلیم گیلانی)	120/=
حضرت بلالؓ ہندی	(ترجمہ: ایس۔ ایم۔ ظفر)	120/=
گجرات کے بعد حالات اور حل	(سید عبد اللہ طارق)	018/=
اورنگ زیب عالمگیر	(ایم۔ الیاس)	100/=
زوال بغداد	(عبد الحلیم شرر)	080/=
جویائے حق	(عبد الحلیم شرر)	060/=
آتش پرست	(اسلم راہی)	150/=
آتش فشاں	(اسلم راہی)	150/=
آتش و آہن	(اسلم راہی)	150/=
اندھیروں کے سارباں	(اسلم راہی)	100/=
بابل کا بت شکن	(اسلم راہی)	100/=
بازگشت	(اسلم راہی)	100/=
خانہ بدوش	(اسلم راہی)	150/=
پیاسا صحرا	(اسلم راہی)	150/=
تاریک رزم گاہ	(اسلم راہی)	100/=
سائبریا کا طوفان	(اسلم راہی)	150/=
سنہری غول	(اسلم راہی)	080/=
صحرائی آگ	(اسلم راہی)	080/=
صقلیہ کا مجاہد	(اسلم راہی)	100/=
صلیب و حرم	(اسلم راہی)	080/=
صلیب کے بھنور	(اسلم راہی)	150/=
طلسم کدہ	(اسلم راہی)	150/=
ظلمات	(اسلم راہی)	100/=
عقاب	(اسلم راہی)	100/=
قتیبہ بن مسلم	(اسلم راہی)	080/=
کشکول قضا	(اسلم راہی)	100/=
گرداب	(اسلم راہی)	100/=
ملکہ زنوبیا	(اسلم راہی)	150/=
موت کے مسافر	(اسلم راہی)	100/=
یثرب کا ابلیس	(اسلم راہی)	040/=
یروشلم کی ساحرہ	(اسلم راہی)	175/=
بہشت	(بشریٰ رحمٰن)	140/=
شرمیلی	(بشریٰ رحمٰن)	175/=
چاند سے نہ کھیلو	(بشریٰ رحمٰن)	100/=
بت شکن	(بشریٰ رحمٰن)	150/=
سفرنامہ یورپ	(مولانا محمد علی جوہر)	250/=

یہ تمام کتابیں عاکف بک ڈپو کی مطبوعہ ہیں

عاکف بک ڈپو

3243، کوچہ تاراچند، دریاگنج، نئی دہلی۔ 110002

Phone No. 23257189-23265480 e -mail: *aakif@del3.vsnl.net.in*

www.taemeernews.com

سفر نامۂ یورپ

مولانا محمد علی جوہر

مرتبہ
پروفیسر محمد سرور
سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

عاکف بک ڈپو، دہلی